Atlantis
Publications
سورج تک دیوار
اشتیاق احمد

دو باتیں

السلام علیکم!

"دائرے کا سمندر" کا دوسرا حصہ "سورج تک دیوار" حاضر ہے۔ اب ذرا تفصیل ہو جائے۔ سنہری چٹان نے میرے ہاتھ کے 537 صفحات بنے تھے۔ اور اس ناول کے صفحات 1379 کتابت شدہ ہو گئے تھے۔ سنہری چٹان ہاتھ سے کتابت کرایا گیا تھا، جب کہ "دائرے کا سمندر" کمپیوٹر پر کمپوز کرایا گیا ہے۔ ہاتھ کی کتابت میں اور کمپیوٹر کی کمپوزنگ میں فرق ہے۔ کمپیوٹر پر جب کمپوزنگ کراتے ہیں تو صفحات کم بنتے ہیں۔ اس کے باوجود یہ ناول سنہری چٹان سے بڑا ہے۔

میرے ہاتھ کے "دائرے کا سمندر" کے 663 صفحات لکھے گئے ہیں۔ میں اسے تقریباً ڈھائی مہینے میں مکمل کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ جبکہ مجموعی طور پر اس پر روزانہ (چند غیر حاضریاں نکال کر) تین گھنٹے کے قریب کام کیا۔ اس طرح یہ کل تقریباً 200 گھنٹے میں لکھا گیا۔ گویا میں اگر انسان نہ ہوتا اور کمپیوٹر ہوتا تو مسلسل آٹھ دن تک کام کر کے اسے مکمل کر پاتا۔ تو یہ تھی تفصیل اس کے لکھنے لکھانے کی۔ اب آپ تیاری کریں اس کو پڑھنے پڑھانے کی۔

اشتیاق احمد

چولی دامن کا ساتھ

پتھر پر پتھر بجلی کی سرعت سے مارے جا رہے تھے کہ فتنہ نے بلند آواز میں کہا۔

"مسٹر ابطال کا حکم ہے کہ یہ کام بند کر دیں"۔

"سوری! ہم ان کا حکم ماننے کے پابند نہیں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"ان کا حکم ہے.... اگر تم سیدھی طرح نہ مانے تو الٹی انگلیوں سے کام نکالا جائے"۔

"گویا تم ہم پر حملہ کرو گے"۔

"ہاں! کرنا ہی ہوگا"۔

"تو پھر سن لو.... وہ بھی کان کھول کر.... ہم یہ کام بند نہیں کریں گے.... تم لوگوں نے خود ہمیں اجازت دی تھی کہ اس وادی سے باہر نکلنے کی اپنی سی کوشش ہم کر سکتے ہیں"۔

"ہاں! لیکن جونہی آپ لوگ کامیاب ہوتے نظر آئیں

گے.... میں آپ لوگوں پر حملہ کر دوں گا.... کیا میں نے یہ نہیں بتایا تھا؟"

"اوہ ہاں! بالکل بتایا تھا.... تو پھر آؤ.... پہلے تم سے دو دو ہاتھ ہو جائیں"۔

"ارے.... یہ محمود کہاں رہ گیا.... ڈبے لانے میں اتنی دیر تو نہیں ہو سکتی"۔ فرزانہ نے گھڑی پر نظر ڈالی.... جب محمود گیا تھا تو اس نے اس وقت بھی گھڑی دیکھی تھی۔

"آصف.... تم محمود کو دیکھو جا کر.... ہم ذرا مسٹر فتنہ کو دیکھ لیں"۔

"ضرور ضرور.... لیکن یہ دیکھنا اب آخری بار ہو گا"۔

"گویا تم ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار دو گے"۔

"ہاں اور کیا.... مسٹر ابطال کا حکم یہ ہے کہ آپ لوگ وادی سے باہر نہ نکلیں.... چاہے آپ لوگوں کو بالکل مار ڈالنا پڑے"۔

"چلو بھئی.... ہو گئی چھٹی.... مسٹر ابطال تو اب ہم سے نجات حاصل کرنے پر اتر آئے ہیں.... خیر.... ہم لوگ بھی کسی سے کم نہیں ہیں.... ایک دائرہ بنا لو.... اور اس دائرے میں مسٹر فتنہ آ جائیں.... اور بس"۔

"کیا مطلب؟" فتنے نے چونک کر کہا۔

"ہم تمہیں ایک دائرے کی صورت میں ماریں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"کیا کہا.... تم اور مجھے مارو گے"۔ وہ ہنسا۔

"ہاں! کیوں نہیں.... تمہاری موت ہمارے ہاتھوں لکھی ہے.... تبھی تم یہاں نظر آ رہے ہو"۔

"یہی جملہ میری طرف سے سمجھ لو"۔ فتنہ ہنسا۔

"سمجھ لیا.... جملہ سمجھنے کے لیے کون سا ہاتھی گھوڑے جوتنے پڑتے ہیں"۔

"تب پھر اب تم میرے ہاتھوں اور پیروں کا کمال دیکھو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا جسم بجلی کی تیزی سے اچھلنے کودنے لگا.... اس کے پاؤں بھی چلنے لگے.... وہ گیند کی طرح اچھلتا اور کسی ایک سے جا ٹکراتا.... جس جس کے سر سے وہ ٹکراتا وہ بے ہوش ہونے لگا.... اس بلا کے ہنگامے میں کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا.... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے.... کہ فتنہ ان کے مقابلے پر اس قدر آسانی سے کامیاب ہو جائے گا۔

وہ گرتے چلے گئے.... یہاں تک کہ آخر میں انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا رہ گئے۔

"اب تمہاری باری ہے"۔ وہ ہنسا۔

"ہم تیار ہیں جی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"دیکھتے ہیں.... آپ کس حد تک تیار ہیں"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

اور پھر وہ تیر سے بھی زیادہ رفتار سے انسپکٹر جمشید کی طرف آتا نظر آیا.... انہوں نے فوراً اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی.... جونہی انہوں نے چھلانگ لگائی.... فضا میں ہی فتنے کا رخ بدل گیا اور وہ سیدھا ان کے سر سے آ کر ٹکرایا.... انہیں یوں لگا جیسے کوئی بھاری پتھر فضا میں تیرتا ہوا ان کے سر سے ٹکرایا ہو.... وہ فوری طور پر بے ہوش ہو گئے۔

"رہ گئے آپ"۔

"اور میں تمہاری زد میں نہیں آؤں گا.... بے فکر رہو"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... کیا آپ انسپکٹر جمشید سے بھی زیادہ پھرتیلے ہیں"۔

"پتا نہیں.... ہم نے آج تک اس قسم کی باتیں نہیں سوچیں"۔ وہ مسکرائے۔

"میں آ رہا ہوں.... سنبھل سکتے ہیں تو سنبھل جائیں"۔ اس نے پھر فضا میں اچھلتے ہوئے کہا.... جوں ہی وہ اچھلا اس کا رخ مشینی انداز میں ان کی طرف ہو گیا.... اور انہوں نے اس سے بچنے

کے لیے چھلانگ لگانے کی تیاری کر لی.... جونہی وہ ان کی طرف آتا نظر آیا انہوں نے بھی اپنی جگہ سے چھلانگ لگا دی.... ان کا اندازہ تھا کہ وہ فتنے سے گزرنے کی جگہ سے کئی انچ دور جا کر گریں گے.... اور ایسا ہوا بھی، لیکن.... اسی وقت فتنہ کا رخ بدل گیا.... اور لاکھ کوشش کے باوجود وہ اس کی زد سے نہ بچ سکے.... فتنہ ان کے سر سے ٹکرا گیا.... اور پھر وہ بھی باقی لوگوں کے ساتھ بے ہوش ہو گئے۔

"تو یہ تھے وہ سورما.... جن کی اس قدر شہرت سننے میں آئی تھی"۔ فتنے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

پھر اس نے چشمے کی طرف دیکھا.... اور اسے بہنے والے کافی بڑے دھارے کو غور سے دیکھا۔

"اس کا کچھ بندوبست کرنا چاہیے.... ورنہ یہ پانی تو پوری وادی میں پھیل جائے گا"۔ اس نے کہا اور عمارت کی طرف بڑھا.... ایسے میں اسے ایک زوردار جھٹکا لگا۔

"ارے! ان میں سے چار تو عمارت کی طرف گئے تھے"۔

اس خیال کے آتے ہی اس نے عمارت کی طرف چھلانگ لگائی اور دروازے سے بری طرح ٹکرایا.... اس کی ٹکر سے دروازہ ٹوٹ گیا اور اندر کی طرف جا گرا۔

"تم لوگ کہاں ہو.... تم میرے ہاتھوں سے بچ نہیں سکتے"۔ اس نے چلا کر کہا۔

اور پھر پاگلوں کی طرح عمارت کا ایک ایک کمرہ دیکھ ڈالا.... لیکن وہ چاروں اسے کہیں بھی نظر نہ آئے۔

"تم بولتے کیوں نہیں.... نہ بولنے کی صورت میں تم لوگوں کو اس حد تک ماروں گا کہ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے"۔ وہ گرجا۔

اب بھی اسے کوئی جواب نہ ملا.... اب تو اس نے پاگلوں کی طرح ایک ایک کمرہ دیکھ ڈالا.... ہر چیز کو بھی چیک کیا.... لیکن کوئی بھی وہاں نہ ملا۔

"حیرت ہے.... آخر وہ کہاں چلے گئے"۔

پھر اس نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی.... وہ پوری وادی میں ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دوڑنے لگا' لیکن وہ چاروں اسے کہیں نظر نہ آئے۔

اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت پھیل گئی.... کیونکہ اس وادی میں کہیں بھی چھپنے کی جگہ نہیں تھی.... پھر وہ کہاں گئے.... دوسری طرف ان کے باقی ساتھی ابھی تک بے ہوش پڑے تھے۔

"میں تم لوگوں کو مان گیا.... اب سامنے آ جاؤ"۔ اس نے

بلند آواز میں کہا۔

"لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا.... آخر وہ اپنے سٹول کی طرف بڑھا.... اس نے سٹول چشمے کے پاس چھوڑا تھا.... جس وقت یہ لوگ چشمے کے پتھر توڑ رہے تھے تو وہ مذاق اڑانے کے انداز میں اپنا سٹول اٹھا کر ان کے قریب لے آیا اور بیٹھ کر ان کی کارروائی دیکھنے لگا تھا.... اب جو تھک ہار کر وہ سٹول کی طرف پلٹا تو اسے ایک اور زوردار جھٹکا لگا.... اس کی آنکھیں مارے خوف کے پھیل گئیں۔

"ارے باپ رے.... یہ میرا سٹول کہاں گیا"۔

اچانک ایک پتھر اس کے سر پر لگا.... یہ پتھر اچانک آ کر لگا تھا.... اگر کہیں وہ ہوشیار ہوتا تو ہرگز پتھر اس کے سر پر نہ لگ سکتا.... پتھر کے لگتے ہی وہ چکرا کر گرا اور ساکت ہو گیا.... چند سیکنڈ کا سناٹا طاری رہا.... پھر ایک پتھر اور آیا اور اس کے سر سے ٹکرایا.... اس کے جسم میں کوئی حرکت نہ ہوئی.... گویا پہلا پتھر ہی کارگر رہا تھا.... اور وہ بے ہوش تھا۔

پھر پانی میں سے کچھ آوازیں پیدا ہوئیں اور اس میں سے محمود' فاروق' آفتاب اور آصف نکلے۔

"افسوس! ہمارا کارنامہ بڑی پارٹی اور باقی لوگوں نے نہیں

دیکھا.... ورنہ ضرور ہمیں اس وقت داد دیتے، منوں اور ٹنوں کے
حساب سے داد ملتی"۔ آصف بولا۔

"لیکن اتنی زیادہ داد کا ہم کیا کریں گے"۔

"ہاں! یہ مسئلہ بھی ہے.... یہاں ہمیں ایک فیصد بھی امید
نہیں تھی.... کہ ہمارا پھینکا ہوا پتھر اس قدر کارگر ثابت ہو گا۔

"اس کی وجہ وہ سٹول ہے.... حیرت ہے.... وہ کہاں چلا گیا؟

"ہم باتوں میں لگ گئے.... ہمیں تو پہلے اپنے ساتھیوں کو
ہوش میں لانا ہے"۔

انہوں نے سب لوگوں کو ہوش میں لانے کی کوشش شروع
کر دی.... اسی دوران انہیں پروفیسر داؤد کا خیال آیا.... وہ ایک
چٹان پر گم صم لیٹے تھے.... بے ہوش ہونے والوں میں وہ شامل
نہیں تھے.... لیکن یوں لگتا تھا جیسے ان کے بے ہوش ہونے یا نہ
ہونے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو.... پھر ان لوگوں کو باری باری ہوش
آنے لگا.... یہاں تک کہ سب ہوش میں آ گئے۔

"ہم بے ہوش ہو گئے تھے.... فتنے نے ہم سب کو لمبا لٹا دیا
تھا.... اس کا مطلب ہے.... ہم سب اس کے مقابلے میں مکمل طور
پر شکست کھا گئے ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"ایسی بات نہیں.... ہم عمارت کی طرف چلے گئے تھے نا....

بس جب ہم ادھر سے نکلے تو ادھر جنگ شروع ہو گئی تھی.... مسٹر
فتنہ ہماری طرف نہ دیکھ سکے اور ہم پانی میں چھپ گئے"۔

"پانی میں چھپ گئے.... کیا مطلب"۔

"ہم پانی میں اتر گئے.... مسٹر فتنہ ہمیں دیکھنے کے لیے
عمارت کی طرف دوڑے.... وہاں ہمیں نہ پا کر وہ ساری وادی میں
دوڑتے پھرے.... پھر وہ اس طرف آئے اور ایسے میں ہم نے
انہیں ایک بڑا پتھر دے مارا.... پتھر کا سر پر لگنا تھا کہ وہ بے ہوش ہو
گئے"۔

"کمال ہے.... یہ کیسے ہو گیا.... وہ تو بجلی کی طرح حرکت کرتا
تھا.... اور کوئی چیز اسے نہیں لگ سکتی تھی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس بات پر حیرت ہمیں بھی ہے.... لیکن ہم نہیں سمجھ
سکے کہ وہ اس قدر آسانی سے کس طرح گر گیا"۔

"اور وہ اس کا سٹول"۔

"یہ ایک اور عجیب بات ہے.... سٹول اس نے چشمے کے
کنارے چھوڑا تھا.... جب ہم عمارت سے واپس لوٹ رہے تھے تو
وہ آپ کے سروں سے باری باری ٹکرا رہا تھا.... خود کو بچانے کی
بس یہی ایک ترکیب سمجھ میں آئی کہ خود کو پانی میں چھپا لیں.... اس
طرح ہم اس کے ہاتھوں سے بچ گئے.... لیکن جب ہم نے پانی سے

سر ابھارے اور اس کی طرف پتھر پھینکا اس وقت سٹول چشمے کے کنارے نہیں تھا"۔

"اوہ.... کمال ہے.... ویسے تمہاری کامیابی کی وجہ وہ پتھر نہیں جو تم نے اس کے سر پر مارا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی کیا مطلب؟"

"ہاں! ایسے ہزار پتھر تم اس کے سر پر مارتے.... اس کا بال بھی بیکا نہ ہوتا"۔

"جی کیا مطلب؟ وہ ایک ساتھ بولے۔

"مطلب یہ کہ.... یہ سب کچھ اس سٹول کے غائب ہونے کی وجہ سے ہوا ہے"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں"۔

"اس سٹول کا اور فتنے کا چولی دامن کا ساتھ تھا.... جونہی وہ ساتھ ختم ہوا.... پتھر اس کے سر پر جا لگا.... ورنہ اس سے پہلے ہم کیوں اس کے مقابلہ پر بے ہوش ہو گئے.... ہم نے لاکھ اس کی چھلانگوں سے بچنے کی کوششیں کی تھیں.... لیکن ہم بچ نہیں سکے تھے.... پھر تم کس طرح اس قدر کامیابی سے پتھر پھینک سکتے تھے"۔

"تب پھر سٹول کہاں ہے.... اور اس کو کس نے غائب کیا ہے"۔ فرزانہ بولی۔

یہ سوال ان کے ذہنوں میں گونج رہا تھا.... ایسے میں رفعت کی نظریں پروفیسر داؤد پر جا پڑیں۔

"اور پروفیسر انکل وہ لیٹے ہیں.... جوں کے توں.... جب لڑائی شروع ہوئی تھی.... یہ اس وقت بھی اسی جگہ بیٹھے تھے"۔

وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

"آپ کو پتا ہے.... فتنے کا سٹول کہاں گیا"۔

"سٹول.... کیا مطلب؟" پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ سٹول کا مطلب نہیں سمجھتے"۔ فرحت بولی۔

"نن.... ہاں"۔ ان کے منہ سے نکلا۔

"آپ اب نہ اور ہاں ایک ساتھ بولنے لگے ہیں.... یہ عجیب بات ہے"۔

"پپ.... پتا نہیں.... مم.... مجھے پیاس لگی ہے"۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولے۔

"ایک تو آپ کی بھوک اور پیاس نے مارا ہمیں"۔ خان رحمان جھلا کر بولے۔

"خان رحمان.... تم پروفیسر داؤد پر جھلا رہے ہو.... جانتے نہیں.... انہیں برین واشنگ کے ذریعے اس حالت کو پہنچایا گیا!

ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے خان رحمان کو گھورا۔

"ارے ہاں.... مجھے افسوس ہے.... پروفیسر صاحب.... مجھے معاف کر دیں"۔

"کیا کر دوں"۔ وہ حیران ہو کر بولے۔

"معاف کر دیں"۔

"پانی"۔ وہ بولے۔

"ارے ہاں! پہلے تو آپ کو پانی پلانا چاہیے.... پانی بھی آپ چشمے کا پئیں گے.... آئیے میرے ساتھ"۔

انسپکٹر جمشید نے انہیں بازو سے پکڑا اور چشمے کی طرف بڑھنے لگے.... ایسے میں پروفیسر داؤد قدرے ہٹ کر کنارے کی طرف چلنے لگے.... یعنی عین اس جگہ جہاں پتھروں کا ڈھیر لگایا گیا تھا.... چشمے سے جو پتھر توڑے گئے تھے.... جو ایک جگہ ڈھیر کی صورت میں پڑے تھے.... اس طرح چشمہ کا یہ کنارہ اک ڈھیر کے پیچھے چھپ گیا تھا.... پروفیسر داؤد اب انسپکٹر جمشید کو اس طرف کھینچ رہے تھے۔

"اس طرف سے پانی پئیں گے.... بھلا اس سے کیا فرق پڑ جائے گا"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے۔

"ان کا ذہن قابو میں نہیں ہے نا.... اس لیے"۔ محمود نے

افسوس زدہ انداز میں کہا۔

سب ان کے ساتھ ساتھ قدم اٹھانے لگے.... ایسے میں ان کی نظریں بے ہوش فتنے پر پڑیں۔

"ہم نے اس کا تو اب تک جائزہ نہیں لیا.... کہیں یہ ہوش میں نہ آ جائے"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں.... اب یہ جلد ہوش میں نہیں آئے گا.... اس کی حرکات اور سکنات کا تعلق ضرور اس سٹول سے تھا"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"گویا یہ بات آپ پہلے ہی بھانپ چکے تھے"۔ فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! اس لیے کہ وہ اس سٹول کا خاص طور پر دھیان رکھ رہا تھا.... اور میری اس دوران برابر یہی کوشش رہی تھی کہ کسی طرح سٹول پر ہاتھ صاف کر دوں گا.... لیکن میں کامیاب نہ ہو سکا.... کیونکہ وہ پوری طرح ہوشیار تھا.... اس کی یہ ہوشیاری اس وقت دھری کی دھری رہ گئی.... جب وہ ان چاروں کی تلاش میں عمارت کی طرف دوڑا.... اگر وہ سٹول بھی ساتھ لے گیا ہوتا تو شاید اس وقت بے ہوش نہ پڑا تھا۔

اسی وقت وہ چشمے کے کنارے پہنچ گئے.... جونہی وہ ہاتھوں

میں پانی لینے کے لیے جھکے.... انہیں ایک زوردار جھٹکا لگا.... آنکھوں میں حیرت دوڑ گئی۔

○☆○

کاش....

"کیا ہوا انکل.... خیر تو ہے؟"

"سٹول پانی میں پڑا ہے"۔

"جی.... پانی میں.... لیکن یہ پانی میں کس طرح گرا"۔

"پتا نہیں.... شاید اس کی اچھل کود کے دوران گرا ہو"۔ خان رحمان بول اٹھے۔

"نہیں خان رحمان.... یہ اس کی اچھل کود سے نہیں گر سکتا تھا.... اس کے جسم کا تعلق اس سٹول سے تھا.... وہ اس سٹول کی موجودگی میں اسی قدر طاقت ور تھا.... اس کے پانی میں گر جانے سے اس سے نکلنے والی لہروں سے اس کا تعلق نہ رہ گیا.... اور یہی وجہ ہے کہ تم لوگوں کا پتھر نشانے پر لگ گیا.... اگر سٹول چشمہ کے کنارے ہوتا تو پتھر بھی اس کے سر پر ہرگز نہ لگتا"۔

"اوہ.... اوہ"۔ وہ دھک سے رہ گئے۔

"اب سوال یہ ہے کہ سٹول پانی میں کیسے جا گرا"۔

"اس سوال کا ہمارے پاس فی الحال جواب نہیں ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کاش.... پروفیسر داؤد ہوش میں ہوتے"۔

آخر انہوں نے پروفیسر داؤد کو پانی پلایا.... ذرا واپس مڑے.... چشمے سے پانی اب پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ نکل رہا تھا اور وادی کے نشیب میں جھیل سی بنتی جا رہی تھی۔

"اگر پانی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہا تو اس جھیل کی سطح اونچی ہوتی چلی جائے گی اور یہ عمارت بھی ڈوب جائے گی.... اس وقت کیا ہم مچھلیوں کی طرح پانی میں رہیں گے"۔ فاروق بولا۔

"ہاں! اس بات پر بھی غور کرنا ہو گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"غور بھی ذرا جلدی کر لیں"۔

"اس کا صرف ایک حل ہے اور یہ کہ ہم چند درختوں کو گرا کر انہیں آپس میں جوڑ لیں اس طرح ایک بیڑا سا تیار ہو جائے گا"۔

"لیکن کیسے توڑ لیں.... ہمارے پاس تو محمود کا چاقو تک نہیں"۔

"شاید اس عمارت میں ایسی کوئی چیز مل جائے.... اب جب

کہ فتنے صاحب بے ہوش پڑے ہیں، ہم عمارت سے کوئی ایسی چیز حاصل کر بھی سکتے ہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... آؤ چلیں.... فتنے کو بھی اٹھا لیتے ہیں"۔

انسپکٹر جمشید نے اسے بازو سے پکڑ کر اٹھا لیا.... وہ بہت ہلکا پھلکا تھا.... جیسے اس کا کوئی وزن نہ ہو۔

اب وہ عمارت میں آئے.... ایک ایک چیز کا جائزہ لیا.... آخر خوراک کے بڑے ڈبوں پر ان کی نظریں جم گئیں.... پتھر مار کر ایک ڈبے کو توڑا گیا.... اس کے کنارے کو پتھر پر رگڑ کر خنجر کی طرح تیز کیا گیا.... ایک جگہ سے موڑ کر دستہ بنایا گیا.... اب یہ ایک طرح کا لمبا سا چاقو بن گیا۔

"ہمیں اس قسم کے اور کئی چاقو بنانا ہوں گے.... پھر ان کے ذریعے درختوں کے تنوں پر آہستہ آہستہ ضربیں لگائی جائیں گی، اس طرح آہستہ آہستہ درخت کٹنے لگیں گے.... ہم تمام دن میں بھی ایک درخت اگر گرا سکے تو یہ کامیابی ہو گی.... ایسے کئی درخت ہمیں آپس میں ملانا ہوں گے"۔

"لیکن ملائیں گے کیسے.... یہاں رسیاں کہاں؟"

"یہاں رسیاں نہیں ہیں.... لیکن لکڑی کی ہی کیلیں بنائی جائیں گی.... بس یوں سمجھ لیں.... کہ ہم پرانے زمانے میں پہنچ گئے

ہیں جسے پتھر کا زمانہ کہا جاتا ہے.... اس وقت بھی کوئی اوزار نہیں
تھے.... ہتھیار نہیں تھے.... پتھر سے کام لیا جاتا تھا.... ہم پتھر کے
بھی کیل بنا سکتے ہیں"۔

"لیکن اگر رسیاں مل جائیں تو یہ کام زیادہ آسان تھا"۔

"پتھر کے زمانے میں رسیاں بھی نہیں تھیں.... آخر وہ لوگ
بھی تو رسیوں کے بغیر اپنی زندگی بسر کرتے ہوں گے"۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے.... چلئے یہ ٹھیک ہے"۔

وہ اس کام میں جت گئے.... پہلے کئی چاقو بنائے گئے.... پھر
وہ باہر نکل آئے.... فتنے کو اب بھی انہوں نے اٹھایا ہوا تھا۔

"یہ کہیں مر تو نہیں گیا"۔ ایسے میں خان رحمان بولے۔

"نہیں.... صرف بے ہوش ہے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بہت بڑی باتیں کر رہا تھا.... اب بے ہوش نظر آ رہا ہے
اور بس"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"غرور کا انجام برا ہی ہوتا ہے نا"۔ آصف بولا۔

جونہی وہ باہر نکلے.... اور درختوں کی طرف بڑھے.... فتنے کی
آنکھیں کھل گئیں۔

"ہائیں.... یہ مجھے کیا ہو گیا ہے.... مجھے کس نے اٹھا رکھا
ہے"۔

"تم اس وقت سے میرے ہاتھ میں ہو.... ہوش میں آ گئے
ہو تو یہ لو.... چھوڑ دیا.... اب کرو ہم پر حملہ"۔

"حملہ"۔ اس نے کھوئے کھوئے انداز میں چاروں طرف
دیکھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو"۔

"اپنا سٹول"۔

"اب چھوڑ دو سٹول کا خیال.... اور سٹول کے بغیر زندگی
گزارنے کے بارے میں غور کرو"۔ فاروق ہنسا۔

"آخر سٹول کہاں گیا؟"

"وادی تمہاری.... ہم تمہارے قیدی.... تم جانو.... ہم کیا
کہیں کہ سٹول کہاں ہے.... ہمارے حوالے کر کے تو بے ہوش
نہیں ہوئے تھے"۔

"خیر.... میں خود اس کو تلاش کر لوں گا"۔

"شکریہ! اب ہم تمہیں اپنے سے دور نہیں جانے دیں
گے"۔

"ہائیں.... کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"اب تم کچھ کر سکتے ہو تو کر کے دکھاؤ.... لو میں تمہارے سر
پر وار کرنے لگا ہوں.... بچ کر دکھاؤ"۔ یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے اس

کے سر پر مکا تان لیا.... وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"تیار ہو"۔

"نن نہیں"۔ اس نے بوکھلا کر کہا۔

"تو تیار ہو جاؤ نا"۔

"نہیں میرا جادو.... سٹول کے بغیر کچھ نہیں"۔ اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"کیا تم مشینی مخلوق ہو؟"

"نہیں میں گوشت پوست کا انسان ہوں.... لیکن میرے آقاؤں نے مجھے ایک طرح سے مشین بنا دیا ہے"۔

"وہ کیسے؟"

"انہوں نے میرے دماغ میں ایک آلہ فٹ کر دیا تھا.... اس آلے کا تعلق سٹول میں فٹ کیے گئے ایک آلے سے ہے.... ان دونوں آلات سے نکلنے والی لہریں اصل میں مجھے مشینی انسان بنا دیتی ہیں.... اگر ابھی سٹول نظر آ جائے.... تو ابھی میرے دماغ والا آلہ چالو ہو جائے گا اور میں تم سب کی چٹنی بنا کر رکھ دوں گا"۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر تم سٹول سے بہت دور کیسے چلے جاتے تھے"۔

"میں سٹول سے جتنا دور ہوتا جاؤں گا.... میری طاقت اتنی

ہی کم ہوتی چلی جائے گی.... جب میں ان چاروں کی تلاش میں عمارت کے اندر گیا تو طاقت بہت کم رہ گئی تھی.... لیکن میں جانتا تھا کہ باہر سٹول موجود ہے.... جونہی باہر نکلوں گا، پوری طاقت پکڑ لوں گا.... لیکن جب باہر نکلا تو بھی مجھ میں طاقت نہ آ سکی.... کیونکہ سٹول باہر نہیں تھا.... دوڑ کر چشمے کی طرف آیا تو پتھر سر پر لگا"۔

"بس تو پھر.... اب تم سٹول کا خیال چھوڑ دو.... ارے ہاں.... کیا تم تیرنا جانتے ہو، کیونکہ اب اس وادی میں پانی ہی پانی ہو جائے گا.... آج نہیں تو کل.... کل نہیں تو پرسوں، مطلب یہ کہ ایک آدھ ہفتے تک یہ وادی ایک بہت بڑی جھیل بن جائے گی.... پھر تم کیا کرو گے"۔

"ارے باپ رے.... میں تو مارا گیا بے موت"۔

"تو پھر اب پکارو اپنے ابتال کو"۔

"ہم فتنے کی مدد کے لیے آ چکے ہیں اور اس کا سٹول بھی پانی سے باہر نکال لائے ہیں"۔

انہوں نے ابتال کی آواز سنی.... انہوں نے بوکھلا کر سامنے دیکھا تو چشمے کے کنارے سٹول رکھا نظر آیا۔

"ارے واہ.... اب تو میں ان کے لیے اکیلا ہی کافی ہوں"۔

انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں اس وقت ایک پتھر تھا.... انہوں

نے وہ پتھر سٹول کی طرف دے مارا.... پھر جونہی سٹول سے ٹکرایا.... وہ اسی رفتار سے واپس ان کی طرف آیا اور اگر وہ پہلے سے ہوشیار نہ ہوتے تو ان کا سر پاش پاش ہو جاتا۔

"ہاہا"۔ فتنے کا قہقہہ وادی میں گونج اٹھا.... پھر اس نے قہقہہ روک کر کہا۔

"لیکن مسٹر ابظال.... اس پانی کا کیا کریں"۔

"یہ پانی واقعی ہماری پریشانی کا سبب بن گیا ہے.... اب ان کے لیے اس قسم کی دوسری وادی ہم کہاں سے لائیں.... ان لوگوں نے تو اس کا بھی بیڑہ غرق کر دیا.... ویسے فتنے.... اب بھی تم ان کی صلاحیتوں کو سمجھے ہو یا نہیں"۔

"سمجھ تو گیا ہوں.... لیکن یہ بات میں نہیں سمجھ سکا کہ سٹول پانی میں کس طرح گر گیا تھا"۔

"خود میں بھی نہیں دیکھ سکا.... میری توجہ اس وقت ان چاروں شیطانوں کی طرف ہو گئی تھی"۔ ابظال نے محمود' فاروق' آفتاب اور آصف کے بارے میں کہا۔

"ارے انکل.... آج آپ نے ہمیں شیطان کہ دیا.... بری بات ہے.... ہم تو شیطان کو بہت برا خیال کرتے ہیں"۔ فاروق نے چہک کر کہا۔

"ہاں ہاں! میں جانتا ہوں.... لیکن تم کسی طرح بھی شیطان سے کم نہیں ہو"۔

عین اسی وقت خان رحمان نے سٹول کی طرف دوڑ لگا دی.... غالباً" وہ اسے اٹھا کر پھر پانی میں پھینک دینا چاہتے تھے.... لیکن اچانک وہ منہ کے بل گرے۔

"یہ کیا کیا خان رحمان.... جانتے نہیں.... اس وقت ابظال سٹول کے پاس ہی کہیں موجود ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا اور خان رحمان کی طرف دوڑے۔

"انہوں نے دیکھا خان رحمان کے سر سے خون بہہ رہا تھا.... گرتے ہوئے سر ایک پتھر سے ٹکرا گیا تھا.... اور وہ بے ہوش ہو چکے تھے۔

"انہوں نے فوراً ان کے سر پر اپنا رومال باندھ دیا.... پھر انہیں ہاتھوں پر اٹھا لیا اور عمارت کی طرف بڑھے۔

"آؤ بھئی.... پہلے خان رحمان کو ہوش میں لانا ہو گا"۔

"جو جی میں آئے کرو.... اب فتنہ تم لوگوں کے لیے کافی ہے"۔

"اور پانی"۔ فتنے نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! پانی.... ہم بہت جلد کچھ انتظامات کرتے ہیں.... شاید

انہیں کسی دوسری وادی میں منتقل کرنا پڑے گا"۔

"یہ تو اچھا نہیں ہو گا.... یہ وادی مجھے بہت پسند ہے"۔

"پہلی کوشش ہماری یہ ہو گی کہ زمین کو پھاڑ ڈالا جائے تاکہ پانی اس میں سماتا چلا جائے"۔

"ایسا ہو جائے تو خوب مزا رہے گا"۔

"اور اب تم اپنے سٹول کا خاص خیال رکھو گے"۔

"بہت بہتر.... آپ فکر نہ کریں.... اب میں ان کے جال میں نہیں آؤں گا"۔

"ہاں! انہیں نظروں سے اوجھل نہ ہونے دینا.... اب یہ تمہارا راز جان گئے ہیں.... لہٰذا پہلے سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں"۔

"آپ فکر نہ کریں.... اب میں ان سے نبٹ لوں گا"۔

وہ برابر عمارت کی طرف قدم اٹھا رہے تھے.... آخر اندر آ کر انہوں نے خان رحمان کو میز پر لٹا دیا.... یہاں میز تو موجود تھے.... مگر فوم کے.... ان میں رسیاں وغیرہ نہیں تھیں.... فتنہ اس بار اندر نہیں آیا.... باہر ہی رہ گیا۔

"تھوڑی دیر بعد انہوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی.... گویا ابظال وادی سے جا رہا تھا.... اس کا مطلب یہ بھی تھا کہ وہ اس

وقت تک وادی میں موجود رہا تھا.... اور اب اپنے آقاؤں کو بتانا چاہتا تھا کہ وادی کے حالات کیا ہیں۔

دوسری طرف وہ ایک بار پھر خود کو مجبور پا رہے تھے۔

"اگر ابظال نہ آ گیا ہوتا.... تو ہم فتنہ والا کام تو ختم کر چکے تھے"۔ شوکی نے حسرت زدہ آواز میں کہا۔

"کوئی فکر نہ کرو.... اب بھی اس کا کام ہم تمام کر دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

آدھ گھنٹے بعد کہیں جا کر خان رحمان کو ہوش آیا۔

"م.... مجھے کیا ہوا تھا؟"

"ابظال نے ٹانگ اڑا دی تھی.... یار تمہیں اندھا دھند سٹول کی طرف نہیں دوڑنا چاہیے تھا"۔

"اوہ مجھے افسوس ہے.... میری وجہ سے آپ سب کو بہت پریشانی ہوئی"۔

"نہیں.... بلکہ ہم سب تمہاری وجہ سے پریشان ہیں"۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... اب میں ٹھیک ہوں.... فتنے کا کیا بنا؟"

"بننا کیا تھا.... وہ باہر موجود ہے اور مسٹر ابظال وادی سے نکلنے کے لیے تیار ہیں"۔

"وادی سے مگر.... وہ ہیلی کاپٹر پر سوار کس طرح ہو گا.... ہم ہیلی کاپٹر پر قبضہ کرنے کی کوشش تو کر سکتے ہیں"۔

"اچھا تم آرام کرو.... ہم باہر نکل کر جائزہ لیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ مسکرائے۔

باقی سب لوگ باہر نکل آئے.... البتہ پروفیسر داؤد، خان رحمان کے پاس ٹھہر گئے۔

"کیا دیکھ رہے ہیں پروفیسر صاحب"۔

"پپ.... پتا نہیں"۔

"کاش.... آپ کا دماغ درست ہوتا.... آپ تو ہمارے کسی کام کے بھی نہیں رہے"۔

"ہاہاہا"۔ پروفیسر داؤد ہنسنے لگے۔

"میری بات پلے نہیں، پڑی اور ہنس رہے ہیں"۔ خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

ایسے میں پروفیسر داؤد اٹھے اور ان کے پاس بیٹھ کر ان کی ٹانگیں دبانے لگ گئے.... خان رحمان ہنسنے لگے۔

ادھر باقی لوگ باہر نکل کر میدان کی طرف بڑھے.... ہیلی کاپٹر انہیں نیچے اترتا نظر آ رہا تھا.... لیکن ان کے اور ہیلی کاپٹر کے

راستے میں فتنہ بھی موجود تھا۔

"کیا تم دخل اندازی کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہو"۔ فتنہ بولا۔

"ارے نہیں.... ہم تو دیکھ رہے ہیں کہ مسٹر ابقال بھی واپس جا رہے ہیں"۔

"وادی کے اندر ان کا کام ختم.... وہ میری کارکردگی دیکھنا چاہتے تھے"۔

"ارے مگر! یہ بات کس قدر عجیب ہے"۔

"اور وہ کون سی بات ہے"۔ فتنے نے چونک کر کہا۔

"سوری! میں آپ کو نہیں بتا سکتا کہ کون سی بات کس قدر عجیب ہے"۔

"کیا مطلب؟" فتنہ زور سے چونکا اور باقی لوگ بھی حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف مڑے۔

○☆○

نادر موقع

ہیلی کاپٹر آہستہ آہستہ نیچے آتا چلا گیا.... یہاں تک کہ ایک چٹان کے اوپر آکر رک گیا۔

"روک سکتے ہو تو روک لو مسٹر فتنہ"۔

"کک.... کس کی بات کر رہے ہیں"۔ فتنے نے چونک کر کہا۔

"اپنی موت کو.... وہ تمہارے سر پر کھڑی ہے"۔

"نن نہیں"۔

اس نے گھبرا کر اوپر دیکھا.... پھر بولا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں"۔

"جلد معلوم ہو جائے گا.... کہ میں مذاق کر رہا ہوں یا سنجیدہ ہوں"۔

عین اسی وقت ہیلی کاپٹر سے رسی کی سیڑھی لٹکائی گئی۔

"خبردار! تم لوگ کوئی حرکت نہیں کرو گے.... کرو گے تو م

کی کھاؤ گے"۔ فتنہ گرجا۔

"بہت دیر ہو گئی منہ کی کھاتے کھاتے.... اسے کسی اور کو کھلاؤ بھئی"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"یہ لو"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی فتنہ اچھلا اور اس کے پیٹ سے جا کر ٹکرایا.... وہ الٹ کر گرا۔

"یہ تم نے کیا کیا.... اس نے تو مذاق میں ایک بات کہی تھی"۔ انسپکٹر کامران مرزا غرائے۔

"میں نے بھی اس سے مذاق کیا ہے"۔ وہ ہنسا۔

"خیر.... لیکن اب تمہیں ہمارا مذاق بھی برداشت کرنا پڑے گا"۔

"دیکھا جائے گا"۔ اس نے بے فکری سے کہا۔

"اوہو.... موقع نادر ہے"۔ فرزانہ چلائی۔

"کیا کہا.... موقع نادر ہے"۔

"ہاں! بالکل"۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔

انسپکٹر جمشید جوش میں بھر گئے.... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... ایک پتھر اٹھایا اور لگے اس کو اپنے ہاتھ میں تولنے.... ان کا رخ فتنے کی طرف تھا۔

"یہ.... یہ آپ کیا کر رہے ہیں"۔

"تم سب بھی ایک ایک پتھر اٹھا لو.... جلدی کرو"۔ وہ چلائے۔

ان کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی.... انسپکٹر کامران مرزا تک کانپ اٹھے.... سب ادھر ادھر سے پتھر اٹھانے کے لیے جھک پڑے.... ان سب کے رخ فتنہ کی طرف تھے۔

"میں آپ لوگوں کو خبردار کر رہا ہوں.... مجھ پر پھینکا جانے والا ہر پتھر واپس پلٹ کر اسی طاقت سے خود پھینکنے والے کو لگے گا"۔

"اس کے باوجود ہم رک نہیں سکتے.... ہم کچھ نہ کچھ کر کے رہیں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا گرجے۔

"اوہو یہ لہجہ.... اب مجھے حرکت میں آنا ہی پڑے گا"۔ فتنہ نے جھلا کر کہا۔

"تمہارے حق میں بہتر یہی ہے کہ اب حرکت میں آ ہی جاؤ"۔ خان رحمان بولے۔

فتنہ غصے میں آ گیا.... اس کا جسم کسی گیند کی طرح اچھلا اور خان رحمان کی طرف آیا.... اور یہی وہ موقع تھا جس کا انہیں انتظار تھا.... ان سب نے اپنے رخ یک دم پھیر لیے.... اس وقت تک اپنی چھلانگ کی وجہ سے فتنے ان کے اور ہیلی کاپٹر کے درمیان سے

نکل چکا تھا.... انہوں نے ہی ہیلی کاپٹر سے لٹکتی رسی کو اس انداز میں حرکت کرتے دیکھ لیا جیسے کوئی اس پر چڑھ رہا ہے.... بس پھر کیا تھا.... سب نے نشانے لیے اور پتھر پھینک مارے۔

لیکن دیر ہو چکی تھی.... پھینکے گئے تمام پتھر ان کی طرف واپس آئے اور ان سے ٹکرا گئے۔

ان سب کی چیخیں اس وادی میں گونج اٹھیں.... ان کے بے ہوش ہوتے ذہنوں نے ابظال کا بلند قہقہہ سنا۔

○☆○

ہوش میں آئے تو اسی جگہ پڑے تھے.... ان کے کپڑے اپنے ہی خون سے تر ہو رہے تھے.... کوئی ایک بھی ایسا نہیں بچا تھا.... جو زخمی نہ ہوا ہو.... سوائے پروفیسر داؤد کے.... اس لیے کہ انہوں نے پتھر نہیں پھینکا تھا.... اور وہی باری باری سب کو دیکھتے پھر رہے تھے۔

"آپ لوگ ٹھیک تو ہیں"۔ آنکھیں کھلتے دیکھ کر وہ بولے۔

"آپ کو یہ پوچھنے کا ہوش ہے"۔ فاروق نے جھلا کر کہا.... پتھر اس کے سر پر لگا تھا۔

"بری بات ہے فاروق.... یہ بے چارے اپنے ہوش و حواس میں کب ہیں.... یہ جو ہمیں دیکھتے پھر رہے ہیں نا.... تو یہ انسانی

جذبے کے تحت دیکھ رہے ہیں.... انہیں یہ نہیں یاد کہ یہ کون ہیں.... کیا ہیں اور ہم سے ان کے کیا تعلقات ہیں"۔

"ہوں اچھا خیر.... اب میں کوئی ایسی بات نہیں کہوں گا.... مجھے افسوس ہے"۔

انہوں نے سر گھما کر دیکھا.... فتنہ اپنے سٹول پر بیٹھا نظر آیا.... ہیلی کاپٹر کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا.... فتنہ انہیں ہوش میں آتے دیکھ کر مسکرایا۔

"اب کیا حال ہے؟"

"تو مسٹر ابطال چلے گئے"۔ آصف حسرت زدہ انداز میں بولا۔

"اور تم نے کیا خیال کیا تھا.... تم پتھر مار کر انہیں اور ہیلی کاپٹر کو گرا دو گے.... جو لہریں میری حفاظت کر رہی ہیں.... وہی لہریں اس ہیلی کاپٹر کی اور مسٹر ابطال کی بھی تو حفاظت کر رہی ہیں"۔

"اب ہمیں کیا معلوم تھا"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"چلو اب تو معلوم ہو گیا.... اور تم یہ بات بھی جان گئے کہ اس وادی سے نکلنا تم لوگوں کے بس کی بات نہیں ہے"۔

"یہ تو ہمیں معلوم نہیں ہوا اب تک"۔ محمود نے منہ بنایا۔

"کیا کہا.... یہ بات اب تک آپ لوگوں کو معلوم نہیں

ہوئی.... حیرت ہے"۔

"جی نہیں.... پتا نہیں ہم یہاں سے نکل جاتے ہیں یا نہیں.... وہی مسئلہ تو اب تمہارے لیے بھی کھڑا ہونے والا ہے.... اور وہ یہ تک تم تیرنا نہیں جانتے.... وادی جھیل میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے.... پانی کی سطح بلند ہونے کا سلسلہ رکتا نظر نہیں آتا.... پھر تم کیا کرو گے بھلا"۔

"یہ سوچنا مسٹر ابطال کا کام ہے.... میرا نہیں"۔ فتنہ بولا۔

"اچھی بات ہے.... دیکھا جائے گا.... فی الحال تو ہمیں اپنے زخموں کے لیے کچھ کرنا ہے"۔

وہ کسی نہ کسی طرح گرتے پڑتے عمارت تک آئے.... یہاں فالتو کپڑے جلائے گئے ان کی راکھ زخموں میں بھری گئی.... اس کے علاوہ وہ ان زخموں کا اور کچھ نہیں کر سکتے تھے.... اب آرام کے سوا کوئی کام نہیں تھا.... زخموں کی وجہ سے وہ فی الحال کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

انہوں نے تین دن آرام کیا.... اس کے بعد انہوں نے زخموں میں کچھ فرق محسوس کیا.... ادھر وہ بھی لیٹے لیٹے تنگ آ گئے تھے۔

"میرا خیال ہے.... پہلے ہمیں مسٹر فتنہ سے دو دو ہاتھ کر لینے

چاہیں"۔

سوال یہ ہے کہ کیسے کریں.... اس سے دو دو ہاتھ کرنا آسان کام تو نہیں"۔

"ہوں ٹھیک ہے.... میں نے ترکیب سوچ لی ہے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"جلدی بتاؤ"۔ فرحت بولی۔

"دماغ تو نہیں چل گیا.... اگر ترکیب بتا دی تو فتنہ صاحب سن نہیں لیں گے"۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"لہٰذا میں بتاؤں گی نہیں.... آیئے باہر چلیں"۔

وہ میدان میں نکل آئے.... اور چشمے کی طرف رخ کرنے لگے.... فتنے نے ایک چھلانگ لگائی اور ان سے پہلے چشمے کے کنارے پہنچ گیا۔

"تو تم مجھ سے پہلے یہاں پہنچ کر سٹول کو پانی میں گرا دینا چاہتے تھے"۔ وہ ہنسا۔

"ارے باپ رے.... یہ حضرت تو بھانپ گئے"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا بھانپ گئے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

"بھئی میری ترکیب کو اور کس چیز کو بھانپتے"۔

"تو تم نے ایسی ترکیب سوچی ہی کیوں جسے کوئی بھانپ جائے"۔

"حد ہو گئی.... یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے"۔

"تو اور کیا ہے.... میرے کان نہ کھاؤ"۔ فاروق جھلا کر بولا۔

"تمہاری کان شہد کے بنے ہوئے تو نہیں کہ میں کھا جاؤں گی"۔ فرزانہ نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

"اب میں تمہیں مار بیٹھوں گا"۔ فاروق تیز آواز میں بولا۔

"تمہارا ہر وار خالی جائے گا.... تم مجھے چھو بھی نہیں سکو گے"۔

"تو پھر ہو جائے مقابلہ"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"میں حملہ کرنے لگا ہوں.... پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی"۔

یہ کہہ کر اس نے فرزانہ کی طرف دوڑ لگا دی.... وہ بھی بے تحاشہ بھاگی۔

"یہ تم نے کیا شروع کر دیا"۔ انسپکٹر جمشید غرائے۔

"اب کچھ نہیں ہو سکتا انکل.... اب تو مقابلہ ہو گیا شروع"۔

دونوں ایک دوسرے سے پورے زور سے ٹکرائے اور مخالف سمتوں میں گرے۔

"ارے! یہ تو سچ مچ لڑنے لگے"۔ فتنہ بولا۔

"ان میں بس یہی تو برائی ہے.... موقع بے موقع لڑنے لگتے ہیں.... اب یہ بھی کوئی لڑنے کا موقع تھا.... بھئی اگر لڑنا ہی ہے تو پھر فتنے صاحب سے لڑو.... کچھ حاصل تو ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"میں انہیں روکتا ہوں.... یہ یوں نہیں مانیں گے"۔ خان رحمان نے کہا اور ان کے پیچھے دوڑ لگا دی.... لیکن الجھ کر گرے۔

"یہ کیا.... انسپکٹر کامران مرزا صاحب.... آپ نے ٹانگ اڑائی ہے"۔ خان رحمان نے جھلا کر کہا۔

"نن نہیں تو"۔

"اب آپ جھوٹ تو نہ بولیں.... اتنے بڑے ہو گئے اور جھوٹ بول رہے ہیں"۔

"نن نہیں.... میں اور جھوٹ بولوں گا.... آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا خان رحمان"۔

"اچھا! اب میرا دماغ چلے گا.... میں بتاتا ہوں آپ کو"۔

دونوں ایک دوسرے پر جھپٹنے لگے۔

"ہائیں.... یہ کیا.... اب بڑوں کے ساتھ بچے بھی لڑنے لگے"۔ فتنے نے چلا کر کہا اور جوش میں الٹا جملہ بول گیا۔

"انسپکٹر کامران مرزا! اس بات کو نہ بھولیں.... خان رحمان میرے دوست ہیں.... میں ان کا ساتھ دوں گا"۔

"ارے تو کیا میں آپ سے ڈرتا ہوں.... آپ بھی آ جائیں میدان میں.... دو دو ہاتھ ہو جائیں آپ سے بھی.... آج اس بات کا بھی فیصلہ ہو جائے کہ ہم میں سے کون طاقتور ہے"۔

"اوہو! یہ بات ہے.... تو پھر یہ لیں"۔

وہ بھی اس لڑائی میں کود پڑے۔

"ہائیں.... ہمارے اباجان.... اور تمہارے اباجان لڑنے لگے.... اب ہم کھڑے کیا منہ دیکھ رہے ہیں.... ہم بھی لڑیں گے تم سے"۔ محمود چلا اٹھا۔

"تم کیا لڑو گے ہم سے.... ہم لڑیں گے تم سے"۔

"آؤ آؤ"۔

اور پھر تو وہاں ایک طوفان بدتمیزی شروع ہو گیا.... ایک دوسرے پر تابڑ توڑ حملے شروع ہو گئے۔

"بھئی واہ.... مزا آ رہا ہے"۔ فتنہ بلند آواز میں بولا۔

"سنبھال کر رکھیں.... پھر بھی کام آئے گا"۔

"کک.... کیا سنبھال کر رکھوں"۔ فتنے کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مزا اور کیا"۔

"اب تم سے کون مغز مارے"۔

اور اس طرح وہ گھسان کا رن پڑا.... کہ فتنے کی آنکھوں سے ہنستے ہنستے پانی بہنے لگا۔

"بس! لڑائی بند کر دو.... مقصد حاصل ہو گیا"۔ انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

"کیا کہا.... مقصد حاصل ہو گیا"۔ فتنہ چلایا۔

ان کے اعلان کے ساتھ ہی سب نے ہاتھ روک لیے۔

"کک.... کیا مطلب؟" وہ چلایا۔

"یہ ہماری لڑائی دراصل تمہارے خلاف تھی.... اگرچہ لڑائی میں تم خود لڑے"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"اور اس لڑائی میں ہماری مکمل طور پر فتح ہو گئی ہے"۔

"آخر کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"اصل کام تھا تمہارا دھیان بٹانا.... اور وہ ہم بٹانے میں کامیاب ہو گئے"۔

"کیا کہا"۔

"وہ دیکھو.... تمہارا سٹول اب پھر غائب ہے.... وہ بے چارہ پانی کی تہ میں چلا گیا ہے.... اور اب یہاں مسٹر ابطال بھی نہیں ہیں کہ سٹول نکال کر تمہاری طاقت کو پھر سے بحال کر دیں گے"۔

"نن.... نہیں"۔ وہ چلایا۔

"اب تم ذرا ہم سے مقابلہ کر کے دکھاؤ"۔

"یہ کہہ کر محمود اس کی طرف بڑھا.... وہ خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹنے لگا۔

"یہ جھگڑا ختم کیوں نہ کرایا جائے"۔ محمود نے بڑوں کی طرف دیکھا۔

"ہاں! ورنہ یہ تلوار ہمارے سروں پر ہی لٹکتی رہے گی"۔

محمود نے دوڑ کر اسے بازو سے پکڑ لیا.... اور لگا گھمانے.... وہ اس کے ہاتھ میں کسی کھلونے کی طرح گھومنے لگا۔

"مسٹر فتنہ.... اب سمجھ میں آئی بات.... کہ انشا جہ، بیگال اور وشاس کی حکومتیں ہم سے کیوں خوف زدہ ہیں"۔

"ہاں! آ گئی.... اب مجھے چھوڑ دو.... میں اب تمہارے مقابلے پر نہیں آؤں گا"۔

"ابھی اگر ہم سٹول پانی سے نکال دیں نا.... تو ابھی تم وعدہ

خلائی کرو گے"۔

"نن.... نہیں.... میں اتنا گیا گزرا نہیں ہوں"۔ وہ بولا۔

"ویسے ایک بات ہے.... تم اردو بہت اچھی بول لیتے ہو"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی محمود نے اسے بہت اونچا اچھال دیا.... وہ ان سے کچھ فاصلے پر گرا اور بری طرح بکھر گیا۔

ان کی حیرت کئی گنا بڑھ گئی۔

○☆○

ہاہاہا......

فتنے کے ٹکڑے ان کے سامنے بکھرے پڑے تھے.... گوشت پوست کے ٹکڑے.... اس کا دماغ بھی پھٹ گیا تھا اور اس میں سے ایک آلہ نکل کر دھوپ کی روشنی میں چمک رہا تھا۔

انسپکٹر جمشید نے اس آلے کو اٹھا کر صاف کیا اور جیب میں رکھ لیا۔

"فتنے سے نجات مل گئی.... اس کے مرنے پر کچھ افسوس بھی ہو رہا ہے.... خیر.... اب اس وادی سے نکلنے کے لیے کیا کریں"۔ خان رحمان نے جلدی جلدی کہا۔

"میرا خیال ہے.... پہلے اس سٹول کو نکال کر توڑ دیا جائے"۔ شوکی نے کہا۔

"کیا کہا.... توڑ دیا جائے"۔

"ہاہاہا"۔ پروفیسر داؤد ہنسے۔

"آپ کس بات پر ہنسے"۔

"ہاہاہا"۔ وہ پھر ہنسے۔

"اچھا ہنستے رہیں.... ہمارا کیا جاتا ہے"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"میرا خیال ہے.... شوکی کی بات درست ہے.... ہمیں سٹول سے وہ آلہ نکال لینا چاہیے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں بالکل"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

محمود نے فوراً پانی میں چھلانگ لگا دی اور سٹول نکال لایا.... اب جو اس کو توڑا گیا تو اس میں سے بھی ویسا ہی ایک آلہ نکلا۔

"کاش! پروفیسر صاحب کا دماغ درست ہوتا.... ہم ان دونوں آلات سے کام لے سکتے تھے"۔

"فی الحال ان سے ہم کوئی کام نہیں لے سکتے.... بہرحال یہ ہمارے پاس محفوظ رہیں گے.... شاید کسی موقع پر یہ ہمارے کام آ جائیں.... اور اب ہم اپنا سفری بیڑا تیار کریں گے"۔

"ہاں! اس کے سوا ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

وہ اپنے بنائے ہوئے اوزاروں سے درخت کاٹنے لگے.... اس طرح ایک دن میں انہوں نے کئی درخت کاٹ گرائے.... یہ کام کئی دن جاری رہا.... درختوں کو آپس میں جوڑا گیا.... اس کام کے لیے لکڑی کی ہی کیلیں تیار کی گئیں.... نوکیلے پتھروں سے

درختوں کے تنوں میں سوراخ کیے گئے.... یہ کام بہت مشکل تھا.... اس دوران میں نوک دار پتھروں سے سوارخ کرنے کے بارے میں عام حالات میں وہ شاید سوچ بھی نہیں سکتے تھے.... لیکن اس وادی میں انہیں نہ صرف سوچنا پڑا.... بلکہ عملی طور پر کام بھی کرنا پڑا.... آخر سات روز کی مسلسل محنت کے بعد بحری بیڑا تیار ہو گیا۔

"کیا یہ ہم سب کو لے کر تیر سکے گا؟"

"امید یہی ہے.... ویسے یہ پانی میں ڈوبے گا نہیں"۔

"انکل! یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے.... اور وہ یہ کہ فرض کیا' پانی اونچا' اونچا اور اونچا ہوتا چلا جاتا ہے.... ہم اس بیڑے پر سوار ہیں.... بیڑا بھی اونچا' ہوتے ہوتے پہاڑ کی چوٹی تک پہنچ جاتا ہے.... تو ہم آخر پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ کر کیا کریں گے.... کیا چوٹی سے دوسری طرف اتر سکیں گے.... جب کہ یہ پہاڑ عمودی ہیں"۔

"اس سوال میں لفظ اونچا اور ہوتا فضول خرچی کی گئی ہے"۔ فاروق نے گویا اعلان کیا۔

"لیکن اس کے باوجود' اس کا سوال وزنی ہے.... جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ جو پہاڑ اس طرف عمودی ہے.... وہ دوسری طرف بھی عمودی ہو.... ہو سکتا ہے.... دوسری طرف پہاڑ

ڈھلوان ہو اور بہت زیادہ ڈھلوان"۔

"ٹھیک! لیکن ایک اور سوال... پانی کی سطح بہت آہستہ آہستہ بلند ہو رہی ہے... اس طرح تو ہمیں چوٹی پر پہنچنے میں ایک ہفتہ بھی لگ سکتا ہے"۔ شوکی بولا۔

"ہاں! لگ سکتا ہے... لیکن تم ہی بتاؤ... اس کے سوا ہم اور کیا کر سکتے ہیں"۔

شوکی نے لاجواب ہو کر ادھر ادھر دیکھا... دوسرے طنزیہ انداز میں مسکرانے لگے۔

"بس ہو گئے لاجواب"۔ آفتاب نے کہا۔

"ہاں ہو گیا... اب آپ کی باری ہے"۔ شوکی جل کر بولا۔

"چوٹی پر پہنچ کر ہی ہم جان سکیں گے کہ دوسری طرف اترنا ممکن ہے یا نہیں... اس وادی سے نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے... ہم اس بات کا جائزہ لے چکے ہیں... ہاں اگر ہمارے پاس آب دوز ہوتی تو اور بات تھی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"جی کیا مطلب... آب دوز"۔ وہ حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! اس صورت میں ہم اس چشمہ کی تہہ میں اتر کے دیکھ سکتے تھے... شاید یہ کسی سمندر میں جا نکلتا"۔

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"لیکن یہاں آب دوز کہاں... نہ ہمیں ہیلی کاپٹر میسر ہے... اب تو لے دے کر ایک ہی آس ہے... کہ پانی بلند ہوتا چلا جائے اور یہ بیڑا اوپر ہوتا جائے... یہاں تک کہ ہم اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جائیں"۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو... ورنہ ہم تو بے مُوت مارے ہی جائیں گے... اور ہمارے عزیز رشتے دار اور دنیا والے ہمیں تلاش ہی کرتے رہ جائیں گے... لیکن اصل مسئلہ ہے دنیا کے اسلامی ممالک کا... اس بار تو ہم یہ تک سن گن نہیں لگا سکے... کہ ان تینوں بڑے ملکوں کا منصوبہ کیا ہے... یہ ہمارے خلاف کیا چال چلنا چاہتے ہیں"۔

"بلکہ ہمیں ادھر پھنسا کر یہ تو اپنا کام شروع کر بھی چکے ہوں گے"۔

"ہاں بالکل! ایسا لگتا ہے... جیسے ہمیں فتنے کے حوالے کر کے تینوں بڑے دشمن یہاں سے رخصت ہو چکے ہیں... انہوں نے درمیانی رابطہ بھی نہیں رکھا ہو گا کہ کہیں ہم اس رابطے کے ذریعے کہیں ان کا سراغ نہ لگا لیں"۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے... کیونکہ انہوں نے درمیانی رابطہ رکھا ہوتا تو فتنے کے مرنے کی خبر انہیں ضرور ہو جاتی"۔

"یہ بات ہمارے حق میں بہتر ہے.... کہ انہیں یہاں ہونے والی تبدیلی کا کوئی علم نہیں ہے"۔

اور پھر اس وادی میں پانی کی سطح بلند ہوتی چلی گئی.... یہاں تک کہ ان کے بیڑے تک آ گئی.... وہ بیڑے پر پہلے ہی سوار ہو چکے تھے.... خوراک کے ڈبے انہوں نے بیڑے پر رکھ لیے تھے.... بیڑا بھی آہستہ آہستہ اونچا ہونے لگا.... جلد ہی انہوں نے حساب لگا لیا کہ وہ مسلسل اوپر اٹھنے کی صورت میں تقریباً ۱۸ دن میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچیں گے.... گویا انہیں اٹھارہ دن اس بیڑے پر گزرنا تھے.... اور یہ کوئی آسان کام نہ تھا.... لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے.... صبر شکر کر کے بیٹھے رہے' اوپر ہوتے رہے.... اس دوران وہ باجماعت پانچوں وقت کی نماز بھی ادا کرتے رہے.... اللہ کا ذکر کرتے رہے.... ساتھ ہی بیڑے کی بھی خبر گیری کرتے رہے.... اس وقت یہی بیڑا ان کی آخری امید تھا.... یہ اگر ٹوٹ جاتا.... تب تو ان کے لیے ایک نئی مصیبت شروع ہو جاتی.... شکر کا مقام یہ تھا کہ وادی زیادہ لمبی چوڑی نہیں تھی.... ایک پیالہ سا تھی.... جس کے چاروں طرف عمودی پہاڑ تھے.... پانی کے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا' لہٰذا وہ صرف اوپر اٹھ سکتا تھا.... پہلے وہ بالکل باریک سا چشمہ تھا.... اور شاید جتنا پانی اس سے نکلتا تھا.... ساتھ ساتھ خشک ہو جاتا تھا یا

جذب ہوتا رہتا تھا.... اسی لیے وادی کے پیندے میں جھیل کی صورت میں جمع نہیں ہوتا تھا۔

"اللہ اللہ کر کے اٹھارہ دن پورے ہو گئے.... وہ ہر لمحے یہ محسوس کرتے رہے کہ یہ اٹھارہ دن ان کی زندگی کے عجیب ترین دن تھے.... خوفناک ترین' بور ترین.... اور یہ کہ وہ تمام زندگی ان اٹھارہ دنوں کو کبھی نہیں بھلا سکیں گے۔

بیڑا جب چوٹی کے برابر پہنچا تو انہوں نے اسے ہاتھوں کی مدد سے چوٹی کی طرف کھینچنا شروع کیا.... یہاں تک کہ وہ چوٹی سے جا لگا۔

"یا اللہ تیرا شکر ہے.... آخر ہم چوٹی تک پہنچ گئے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

باقی سب نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر چوٹی پر چھلانگیں لگا دیں.... آخر میں انسپکٹر کامران مرزا اور پروفیسر داؤد رہ گئے.... پروفیسر صاحب چھلانگ لگانے کے قابل نہیں تھے.... اس دوران بھی ان کی دماغی حالت بس اسی طرح رہی تھی۔

"میں انہیں اٹھا کر چوٹی کی طرف اچھال دیتا ہوں.... تیرنا تو بہرحال انہیں آتا ہے.... اگر پانی میں گرے تو تیر کے چوٹی کی طرف آ جائیں گے.... ورنہ میں پانی میں اتر کر انہیں کھینچ لاؤں گا"۔

انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

اور اس طرح پروفیسر صاحب بھی چوٹی پر پہنچ گئے.... اب انہوں نے ڈرتے ڈرتے دوسری طرف دیکھا.... فوراً ہی ان کی جان میں جان آگئی.... اس لیے کہ دوسری طرف پہاڑ بہت زیادہ ڈھلوان تھا.... اس قدر زیادہ کہ وہ بہت آسانی سے اتر سکتے تھے.... لیکن نیچے اترنے پر ایک اور مسئلہ ان کے لیے درپیش تھا.... اور وہ یہ کہ نیچے چاروں طرف سمندر تھا۔

"حیرت ہے.... یہ پہاڑی وادی سمندر کے درمیان گھری ہے"۔

"اسے کہتے ہیں.... آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا"۔

"نہیں خیر.... ایسی بھی بات نہیں.... سمندر سے جہاز کشتیاں وغیرہ.... کچھ تو گزرتا ہو گا.... جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا ہے تو ضرور کوئی جہاز وغیرہ بھی یہاں تک پہنچے گا"۔

اور وہ خوشیاں مناتے نیچے اترنے لگے.... خوراک کے ڈبے اب بھی ان کے ساتھ تھے.... دوسری بات ان کے اطمینان کے لیے یہ بھی تھی کہ نشیب میں انہیں ناریل کے درخت نظر آئے تھے.... ان پر بے تحاشہ ناریل بھی لگے تھے.... اور ناریلوں کے وہ

سب بہت شوقین تھے.... ناریل وہ پھل ہے.... جس سے پیاس بھی بجھائی جا سکتی ہے اور پیٹ بھی بھرا جا سکتا ہے.... قدرت نے بھی انسان کے لیے کیسے کیسے انتظامات کر رکھے ہیں.... انسان ہی ناشکرا ہے.... اس کی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔

ابھی وہ چوٹی پر کھڑے نیچے نیلگوں سمندر کا نظارہ کر رہے تھے کہ سمندر میں دور ایک جہاز نظر آیا۔

"وہ.... وہ اللہ تعالیٰ نے جہاز بھی بھیج دیا"۔ خان رحمان چلائے۔

"لیکن اس کا رخ ظاہر ہے.... پہاڑ کی طرف نہیں ہو سکتا"۔

"ہم انہیں اس طرف متوجہ کر سکتے ہیں"۔

"اور وہ کیسے"

"آگ جلا کر.... یہ خاص سمندری اشارہ ہے.... دھوئیں کو دیکھ کر بحری جہاز والے جان جاتے ہیں کہ اس طرف کوئی پھنسا ہوا ہے"۔

انہوں نے جلدی جلدی کچھ فالتو کپڑے جلائے اور ان کا دھواں اوپر اٹھنے لگا.... اچانک انہوں نے جہاز کا رخ پہاڑ کی طرف ہوتے دیکھا۔

"وہ مارا.... اب ہمیں جلدی جلدی نیچے اترنا ہے"۔

"وہ جوش کے عالم میں نیچے اترنے لگے.... پروفیسر داؤد کا ہاتھ انسپکٹر جمشید نے پکڑ لیا تھا.... ادھر جہاز پہاڑ کی طرف آ رہا تھا.... ادھر وہ نیچے اتر رہے تھے اور پھر جونہی وہ پہاڑ کے دامن میں پہنچے.... جہاز بھی نزدیک آ گیا۔

"تم لوگ کون ہو؟" جہاز سے پوچھا گیا.... سوال انگریزی میں تھا۔

"مصیبت کے مارے"۔

"کیا تمہارا جہاز غرق ہو گیا ہے"۔ پوچھا گیا۔

"جی نہیں.... ہماری کہانی بہت عجیب ہے اور طویل بھی.... اگر آپ لوگ ہمیں اپنے جہاز پر سوار کر لیں اور کسی ساحل پر اتار دیں تو یہ آپ کا احسان ہو گا.... ہمارے پاس جو کچھ ہے.... اس میں سے ہم آپ کو کچھ حصہ دے سکتے ہیں"۔

"اوہ تم لوگوں کے پاس کیا کچھ ہے.... نظر تو کچھ نہیں آ رہا"۔ پوچھا گیا۔

"آپ ہمیں جہاز پر سوار تو ہونے دیں"۔

"اچھا آ جاؤ.... تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے"۔

وہ پانی میں اتر گئے.... کچھ آگے جا کر انہیں تیرنا بھی پڑا....

ادھر جہاز کی سیڑھی نیچے لگا دی گئی.... اس کے ذریعے وہ اوپر عرشے پر پہنچے۔

"میں اس جہاز کا کپتان ہوں.... میرا نام فرڈی ہے.... اصولوں کا بہت پابند ہوں.... کوئی بات اصول کے خلاف پسند نہیں کرتا.... آپ لوگوں کو کسی ساحل تک پہنچا دوں گا.... لیکن اس دوران آپ کو سارے مسافروں کی خدمت کرنا ہو گی.... اور اس طرح جو بھی انعام اور اکرام یہ لوگ تم لوگوں کو دیں گے.... وہ ساحل پر اترتے وقت میرے حوالے کر دو گے.... ہاں اس میں سے تم لوگوں کو کچھ نہ کچھ ضرور دے دوں گا"۔

"آپ ہم سے یہ خدمت کیوں لینا چاہتے ہیں.... کیا جہاز میں آپ کا ماتحت عملہ نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے بہت میٹھے انداز میں کہا۔

"جہاز پر ہیضے کی وبا پھیل گئی تھی.... اس سے میرے سو ماتحت مارے گئے.... عملے کے صرف چند آدمی رہ گئے.... اب مسافر پریشان ہیں"۔

"اور ہیضے کی وبا سے مسافر نہیں مرے"۔

"سو کے قریب ہی مسافر بھی مرے ہیں.... لیکن اب وبا ختم ہو گئی ہے"۔

"اچھی بات ہے.... حالات کے پیش نظر ہم مسافروں کی خدمت کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا.... اور کہنے کے ساتھ ہی انہوں نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا.... جیسے دیکھنا چاہتے ہوں کہ ان کی بات ان کے کسی ساتھی کو بری تو نہیں لگی.... لیکن وہ سب تو مسکرا رہے تھے.... ایسے میں انہیں پروفیسر صاحب کا خیال آ گیا.... چنانچہ انہوں نے فرذی سے کہا۔

"کپتان صاحب.... ہمارا ایک ساتھی کام نہیں کرے گا.... وہ بیمار ہے"۔

"کک.... کیا بیماری ہے"۔ کپتان نے گھبرا کر کہا۔

"گھبرائیں نہ.... اسے ہیضہ وغیرہ نہیں ہے.... اس کے تو دماغ پر کچھ اثر ہو گیا ہے"۔

"اوہ! تب تو ٹھیک ہے"۔

اب جہاز پر ان کا سفر شروع ہوا.... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"آپ نے یہ نہیں بتایا.... آپ کا جہاز کہاں جا رہا ہے"۔

"انشارجہ"۔

"اوہ اچھا"۔ وہ بولے۔

"اور تم نے نہیں بتایا کہ تم لوگوں کو کہاں جانا ہے"۔

"جانا تو ہمیں پاک لینڈ تھا.... لیکن خیر.... آپ ہمیں انشارجہ سے پہلے جس ساحل پر بھی اتار دیں گے.... ہم اتر جائیں گے"۔

"لیکن تم لوگوں کو فوراً گرفتار کر لیا جائے گا"۔

"اس جگہ سے تو بہتر رہیں گے.... اور پھر آخر ہمیں کسی عدالت میں پیش کیا جائے گا.... ہم اپنی کہانی سنا دیں گے"۔

"ہاں! ٹھیک ہے.... ارے ہاں.... تم نے ہمیں تو اپنی کہانی سنائی ہی نہیں"۔

"جو بہتر.... سنا دیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا.... پھر مسکرا کر انسپکٹر کامران مرزا سے بولے۔

"کامران مرزا.... کہانی آپ سنا دیں"۔

انسپکٹر جمشید کی مسکراہٹ اور تیز ہو گئی.... مسئلہ اس وقت یہ تھا کہ اب ان لوگوں کو کیا کہانی سنائی جائے.... جھوٹ بولنے کے وہ عادی نہیں تھے۔

"ہاں! بس آپ سنا دیں"۔

"اچھی بات ہے.... کپتان صاحب.... کہانی یہ ہے کہ ہم لوگ دراصل پاک لینڈ کے رہنے والے ہیں.... کچھ دشمنوں نے ہمیں اغوا کر کے ایک خوفناک پہاڑی وادی میں قید کر دیا تھا' آپ

یوں خیال کرلیں کہ ہمارے دشمن دنیا کے وڈیرے لوگ ہیں اور ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں.... بس ہم کسی نہ کسی طرح اس وادی سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے"۔

"کہانی بہت مختصر کر دی تم نے.... خیر ٹھیک ہے"۔ کپتان نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ سر"۔

"کپتان صاحب.... ہوشیار"۔

اوپر مستول پر بیٹھا ایک شخص چلا اٹھا۔

"کیا بات ہے؟"

"میں نے دوربین میں ڈاکوؤں کا ایک جہاز دیکھا ہے"۔

"اف یہ کیا خبر سنائی.... میرے پاس تو پہلے ہی عملہ نہیں ہے.... مسافر بے چارے کیا لڑنا جانیں"۔

"ان سے بچ کر نکلنا ہو گا.... ویسے وہ چاروں طرف جائزہ دوربینوں سے لے رہے ہیں"۔

"تب تو انہوں نے ہمیں دیکھ بھی لیا ہو گا"۔

"امید تو نہیں.... لیکن یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا"۔

"خیر.... اب ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

"یہ سب ان منحوس لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے"۔ عرشے پر

کھڑے ایک مسافر نے بھنا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"یہ لوگ منحوس ہیں.... جونہی انہیں جہاز پر سوار کیا گیا.... یہ مصیبت نازل ہو گئی.... ورنہ ہم اتنے دن سے سفر کر رہے تھے.... کہیں بھی ڈاکوؤں کے جہاز سے ملاقات نہیں ہوئی تھی"۔

"بات دل کو لگتی ہے.... یہ سب ان کی نحوست کی وجہ سے ہوا ہے"۔ کپتان بولا۔

"آپ کے منہ سے یہ بات اچھی نہیں لگی"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کپتان صاحب.... ڈاکوؤں نے ہمیں دیکھ لیا ہے.... وہ اچھلنے کودنے لگے ہیں.... گویا پہلے ہی خوشیاں منانے لگ گئے ہیں"۔

"آپ کے پاس اسلحہ ہے؟" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

کپتان نے چونک کر ان کی طرف دیکھا۔ جیسے انہیں پاگل خیال کر رہا ہو۔

○☆○

حیرت انگیز

"کیا کہنا چاہتے ہو منحوس آدمی"۔ اس نے جل کر کہا۔

"اسلحہ ہمیں دے دیں.... آپ لوگ جہاز کے نچلے حصے میں چلے جائیں.... ڈاکوؤں سے مقابلہ ہم کریں گے"۔

"کبھی رائفل چلا کر دیکھی ہے"۔

"آپ اس بات کو چھوڑیں"۔

"ہمارا وقت ضائع نہ کرو.... مسافروں میں سے جو لوگ رائفلیں چلانا جانتے ہوں.... وہ آگے آ جائیں.... کیونکہ اگر ہم ان ڈاکوؤں کا مقابلہ نہیں کریں گے تو سب کے سب مارے جائیں گے.... اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم مقابلہ کریں"۔

کپتان کے اعلان پر کوئی بھی آگے نہ آیا۔

"میں کہتا ہوں.... یہ مقابلہ ہم کریں گے.... آپ ہماری بات کیوں نہیں سنتے.... اگر آپ یہ خیال کر رہے ہیں کہ ہمیں رائفل چلانا نہیں آتا تو ایک رائفل دے کر پہلے ہمارا نشانہ دیکھ لیں"۔

"کپتان صاحب.... آخر اس میں حرج کیا ہے؟"

"اچھا ہے.... لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ اس رائفل کے بل پر جہاز پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہے ہوں"۔

"ان حالات میں یہ خواب کس طرح دیکھا جا سکتا ہے.... جب کہ ڈاکوؤں کا جہاز سر پر ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے.... ایک رائفل میں صرف ایک گولی ڈال کر انہیں دی جائے"۔ کپتان نے کہا۔

اس وقت مستول پر بیٹھے ایک شخص نے رائفل نیچے پھینک دی.... انسپکٹر کامران مرزا نے رائفل دبوچ لی۔

"اب بتائیے.... کس چیز کو نشانہ بنایا جائے"۔

"عرشے کے اس کونے پر کھڑے ہو کر.... دوسرے عرشے پر لگے نیلے لٹو کو نشانہ بناؤ"۔

"یہ لٹو لوہے کا بنا ہے.... گولی پلٹ کر کسی کو لگ سکتی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"اچھی بات ہے.... میں اس جگہ ایک تنکا چپکا دیتا ہوں"۔ کپتان مسکرایا۔

"تنکا"۔ کئی آوازیں ابھریں.... یہ آوازیں مسافروں اور جہاز کے عملے کی تھیں' ان کے ساتھیوں میں سے کوئی نہیں بولا تھا۔

"ہاں کیوں! کیا بات ہے.... کیا آپ لوگ کچھ کہنا چاہتے ہیں"۔ کپتان فرڈی نے منہ بنایا۔

"تنکا اس قدر باریک چیز ہے.... اس کو کوئی کس طرح نشانہ بنا سکتا ہے"۔

"مطلب یہ کہ کوئی موٹی چیز رکھوں"۔ کپتان بولا۔

"ہاں"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

"نہیں.... تنکا ہی ٹھیک ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو.... اتنی شیخی بگھارنا اچھا نہیں"۔ ایک مسافر نے کہا۔

"میں شیخی نہیں بگھار رہا.... آپ لوگ جلدی کریں' ہمارے پاس وقت بہت کم ہے.... ڈاکوؤں کا جہاز لحہ بہ لحہ قریب آ رہا ہے.... ایسا نہ ہو کہ ہم باتیں کرتے رہ جائیں اور دشمن ہمارے سر پر پہنچ جائے"۔

کپتان نے جلدی سے عرشے کے دوسرے سرے پر ایک تنکا چپکا دیا۔

"اگر آپ پسند کریں تو آنکھیں بند کر کے اس تنکے کا نشانہ لے سکتا ہوں"۔

"اب یہ حضرت اور زیادہ شیخی میں آ گئے"۔ کپتان نے برا سا

منہ بنایا۔

"یہ بات نہیں.... ویسے اگر آپ چاہیں تو میں منہ دوسری طرف کر کے اس تنکے کا نشانہ لے سکتا ہوں"۔

"ہرگز نہیں ایسا کر سکیں گے آپ.... بڑھ چڑھ کر باتیں نہ بنائیں.... سیدھی طرح آنکھوں سے دیکھ کر نشانہ لیں"۔ کپتان جھلا اٹھا۔

انسپکٹر کامران مرزا نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں.... تنکے کو ایک نظر دیکھا اور اس کی طرف کمر کر لی.... پھر رائفل اپنے کندھے پر اس طرح رکھ لی کہ نال کا رخ تنکے کی طرف ہو گیا.... گویا اب ان کا منہ تنکے کی طرف نہیں تھا.... سب لوگ سانس روک کر کھڑے ہو گئے.... آفتاب' آصف اور فرحت کے دل زور سے دھڑکے.... عین اس لمحے انسپکٹر کامران مرزا نے ٹریگر دبا دیا۔

"ارے! ہائیں.... تنکا تو واقعی اڑ گیا ہے"۔ کپتان چلایا۔

"گولی کے دھماکے سے اڑا ہو گا"۔ کسی نے کہا۔

"تب کوئی ایسی لیس دار چیز اچھی طرح چپکائیں کہ دھماکے سے نہ اڑ سکے"۔

"ہاں اور کیا"۔ کپتان نے کہا۔

پھر اس نے بجلی کے تار کا ٹکرا لیا اور ٹیپ سے عرشے پر چپکا

دیا۔

"اب یہ بم کے دھماکے سے بھی اپنے آپ نہیں گر سکتا"۔

"ٹھیک ہے.... میں ابھی نشانہ لیتا ہوں"۔

"جلدی کریں.... کامران مرزا.... جہاز کافی نزدیک آ گیا ہے.... پندرہ منٹ بعد وہ ہم پر حملہ کر دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"او کے"۔ انہوں نے کہا اور پھر اسی طرح منہ دوسری طرف کر کے فائر کیا.... بجلی کا تار غائب ہو گیا۔

"حیرت انگیز"۔ میں نے اتنا درست نشانہ آج تک کسی کا نہیں دیکھا"۔

"بس تو پھر آپ جلد از جلد اسلحہ مہیا کر دیں.... پھر ہم جانیں.... ڈاکو جانیں.... آپ لوگ بے شک نیچے چلے جائیں"۔

"لیکن یہ بزدلی ہو گی.... مسافر ضرور نیچے چلے جائیں.... ہم اوپر ہی رہ کر ڈاکوؤں سے مقابلہ کریں گے"۔

"لیکن آپ ہماری ہدایات کے مطابق کریں گے.... ورنہ ہم کامیاب نہیں ہو سکیں گے"۔

"کیا مطلب؟" کپتان نے جھلا کر کہا۔

"ہمارے ایک ساتھی ریٹائرڈ فوجی ہیں.... بہت سی جنگیں لڑ

چکے ہیں.... بہت بڑے ماہرین میں سے ہیں.... لہٰذا اس وقت بھی کمانڈ وہی کریں گے"۔

"خیر.... میں یہ بات مان لیتا ہوں.... لیکن ڈاکوؤں سے فارغ ہونے کے بعد جہاز کا کپتان میں ہوں گا"۔

"بالکل! آپ یہ خیال نہ کریں کہ ہم آپ کے جہاز پر قبضہ کر لیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... اسلحہ لے آؤ بھئی.... جلدی کرو"۔

سب کو اسلحہ مل گیا.... جہاز پر جدید ترین اسلحہ موجود تھا.... خان رحمان نے انہیں جہاز کے چاروں طرف بہت مہارت سے کھڑا کیا.... ایک ایک کو ہدایات دیں.... آخر میں بولے۔

"میرے فائر کرنے پر آپ لوگ جنگ شروع کریں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور پھر جہاز نزدیک آ گیا.... اس قدر نزدیک کہ وہ فائر کر سکتے تھے

"خبردار! اگر آپ لوگ اور آگے بڑھے تو ہم فائر کر دیں گے.... قطعاً" کوئی رعایت نہیں کریں گے"۔ خان رحمان گرجے۔

"تو پھر یہ بھی سن لو کہ ہم لوگ ڈاکو ہیں.... بحری ڈاکو.... لہٰذا اپنا جہاز ہمارے حوالے کر دو.... ورنہ تم لوگوں کو چھلنی کر دیا

جائے گا"۔

"فائر"۔ خان رحمان دبی آواز میں بولے۔

یک دم گولیوں کی بوچھاڑ بحری جہاز پر کھڑے ڈاکوؤں پر ہوئی.... بہت سے ڈاکو گر کر تڑپنے لگے.... اب ڈاکوؤں نے بھی فائرنگ شروع کر دی.... لیکن ادھر ہر کوئی مورچہ بند تھا.... اور ایک ریٹائرڈ فوجی کی ہدایات پر عمل کر رہا تھا جب کہ دوسری طرف بد نظمی ہی بد نظمی تھی.... لہٰذا ڈاکوؤں کی فائرنگ سے ان کا کچھ نہ بگڑا.... ادھر انہوں نے دوسری برسٹ مارا اور اس بار بھی بے تحاشا ڈاکو مر گئے.... اب ڈاکوؤں میں کھلبلی مچ گئی۔

"بھاگو"۔ بحری جہاز کے عرشے سے کسی نے کہا۔

"اب ہم تم لوگوں کو بھاگنے نہیں دیں گے"۔ انسپکٹر جمشید ہنسے، پھر کپتان سے بولے۔

"آپ جہاز کو ان کے جہاز کی طرف لے چلیں"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... ہمیں تو شکر کرنا چاہیے کہ یہ لوگ بھاگ رہے ہیں"۔

"اس طرح ان کے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں.... یہ جا کر اور لے آئیں گے.... اگر یہ چند اور بحری جہاز لے آئے تو ہم مقابلہ کس طرح کریں گے"۔

"اوہ نہیں"۔ کپتان نے بوکھلا کر کہا۔

"بات یہی ہے.... اس لیے کہ یہ علاقہ بحری ڈاکوؤں کا ہے.... یہاں ضرور اور بھی جہاز ہوں گے"۔

"ہوں.... شاید آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں"۔

"اس کا مطلب ہے.... ان لوگوں کا بھاگ کر نکل جانا ہمارے حق میں نقصان دہ ہو گا"۔

"ہاں!" وہ بولے۔

اور پھر انہوں نے جہاز کا تعاقب شروع کر دیا.... فائرنگ بھی جاری رکھی۔

"انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا.... آپ دونوں سمندر میں کود جائیں.... اور چکر کاٹ کر جہاز پر چڑھ جائیں.... اور دشمن سے ٹکرا جائیں.... ورنہ یہ کام جلد ختم نہیں ہو گا"۔ خان رحمان نے گویا حکم دیا۔

"او کے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

اور ان دونوں نے چھلانگیں لگا دیں.... انہیں بہت تیزی سے تیرنا پڑا.... یہاں تک کہ جہاز سے آگے پہنچ گئے.... کئی جگہ انہیں پانی سے نیچے رہ کر بھی تیرنا پڑا تھا.... تاکہ دشمن کی نظروں میں نہ آ جائیں.... آگے پہنچ کر وہ جہاز کی طرف تیرنے لگے اور

آخر جہاز پر چڑھ گئے.... ان کی طرف کسی کی توجہ نہیں تھی.... اب ڈاکو ان کی طرف کمر کیے.... ان کے آگے ساتھیوں پر اندھا دھند فائرنگ کرنے میں مصروف تھے.... ان کی کمر پر پہنچ کر انہوں نے مرنے والے ڈاکوؤں کی رائفلیں اور دوسرا اسلحہ اٹھا لیا اور مستولوں کی اوٹ لے کر ان پر بے تحاشہ فائرنگ شروع کر دی۔

ڈاکوؤں کے لیے یہ حملہ بہت خوفناک تھا.... ان کی سٹی گم ہو گئی.... وہ ان دونوں کی طرف مڑے.... لیکن وہ انہیں کیوں نظر آتے.... مڑتے ہی ان پر گولیوں کی بوچھاڑ ہوئی اور ان کے لاشے تڑپنے لگے۔

ادھر خان رحمان کے ساتھی ان پر مسلسل فائرنگ کر رہے تھے.... جلد ہی ڈاکوؤں نے ہاتھ اوپر اٹھا دیے۔

"خان رحمان آ جائیں.... ان لوگوں نے ہتھیار پھینک دیے ہیں"۔

سب لوگ ڈاکوؤں کے جہاز پر آ گئے اور انہیں باندھنے لگے۔

"ہم سب بہت حیران ہیں.... ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ڈاکوؤں کے جہاز پر اس قدر آسانی سے قبضہ بھی ہو سکتا ہے"۔

"اس کے لیے اچھے نشانہ بازوں کی ضرورت ہے اور ہم میں

سے ہر ایک بہترین نشانے باز ہے.... اس قدر ماہر کہ کسی کی ایک گولی بھی ضائع نہیں گئی.... ادھر ڈاکوؤں کی تمام گولیاں ضائع گئی ہیں"۔

"بہرحال.... یہ ہماری زندگی کا عجوبہ واقعہ ہے"۔

"چھوڑیں اس بات کو.... اور جہاز کی تلاشی لے لیں.... امید ہے، اس جہاز سے بہت زیادہ مال اور دولت ہاتھ لگے گی"۔

"اوہ ہاں! آخر یہ ڈاکوؤں کا جہاز ہے"۔

جہاز کی تلاشی لی گئی.... سب لوگ مال نکال نکال کر لانے اور عرشے پر ڈھیر کرنے لگے.... یہاں تک کہ عرشے پر ہیروں، جواہرات، سونے، چاندی اور کرنسی نوٹوں کا ایک بڑا ڈھیر لگ گیا.... اس قدر دولت، دیکھ ہر کوئی حیرت زدہ رہ گیا۔

"کپتان صاحب.... اب کیا خیال ہے.... اس دولت کا کیا کرنا ہے"۔

"یہ سب آپ کی مہربانی سے ہوا.... آپ بتائیں.... اس کا کیا کریں"۔

"یہ مال غنیمت ہے.... اس جنگ میں آپ لوگوں نے بھی حصہ لیا ہے.... البتہ مسافروں میں سے کسی نے حصہ نہیں لیا.... لہٰذا ہم سب میں برابر تقسیم ہو گا.... یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے

جسے کی دولت اپنے ملک پہنچنے پر سرکاری خزانے میں جمع کرا دیں گے"۔

"کک.... کیوں! ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"اس لیے کہ اس قسم کا خزانہ حکومت کے خزانے میں ہی جمع کرا دینا چاہیے تاکہ پوری قوم کے کام آ سکے"۔ انہوں نے کہا۔

"بات آپ لوگوں کی ٹھیک ہے.... لیکن ایسا کون کرتا ہے"۔

"کم از کم ہم ایسا ہی کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب آپ لوگوں سے زیادہ بے وقوف دنیا میں کوئی نہیں ہو گا"۔

"کوئی پروا نہیں.... ہم بے وقوف ہی بھلے"۔ وہ مسکرائے۔

ایسے میں شوکی نے بلند آواز میں کہا۔

"لیکن!!"

اس کا لیکن عرشے پر گونج کر رہ گیا۔

"یہ لیکن کہاں سے ٹپک پڑا"۔

"لیکن.... کچھ لوگوں نے ایمان داری سے کام نہیں لیا"۔

"بہت خوب شوکی"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے تعریف کی۔

"جی.... کیا مطلب"۔ محمود وغیرہ نے حیران ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ خزانہ تلاش کر کے یہاں تک لانے میں کچھ لوگوں نے ایمانداری نہیں دکھائی.... ان میں سے اکثر نے بے ایمانی کی ہے.... یعنی تلاشی کے چکر میں انہوں نے اپنی جیبیں بھری ہیں"۔

"کیا!!" کپتان چلا اٹھا۔

"اور ایسا آپ کے ساتھیوں نے کیا ہے.... کم از کم ہمارا کوئی ساتھی ایسا نہیں کر سکتا"۔

"اس کا فیصلہ تلاشی لیے بغیر تو ممکن نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے.... تلاشی ضرور لی جائے گی.... لیکن سب کی"۔ کپتان نے کہا۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں.... اے خبردار.... اب کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے ایک کو کھسکتے دیکھ کر کہا۔

سب ٹھٹھک گئے.... پھر ان سب کی تلاشی لی گئی.... جہاز کے ملازموں میں سے قریب قریب ہر ایک کی جیبوں میں سے کچھ نہ کچھ ضرور برآمد ہوا.... زیادہ تر نے ہیرے چھپائے تھے.... جب کہ ان میں سے کسی کی جیب سے کوئی چیز بھی نہ نکلی۔

یہ دیکھ کر کپتان کا چہرہ شرم سے جھک گیا۔

"اب آپ کو اتنا شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں"۔

"میں.... میں.... واقعی شرمندہ ہوں"۔

"کوئی بات نہیں.... اب آپ یہ فرمائیں.... مال کون تقسیم کرے گا"۔

"آپ ہی لوگ تقسیم کریں"۔ کپتان نے کہا۔

انسپکٹر جمشید مال تقسیم کرنے کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ اچانک ایک آواز نے ان سب کو چونکا دیا۔

"خبردار! یہ مال تقسیم نہیں ہو گا"۔

○☆○

یہ کیا ہوا؟

انہوں نے چونک کر آواز کی سمت دیکھا.... لیکن وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

"ہائیں یہ کیا.... یہ کون بولا تھا"۔

"اب آپ کو کیا بتائیں.... ہمیں کیسے لوگوں سے واسطہ پڑ گیا ہے.... اور تو اور اب کچھ لوگ دکھائی تک نہیں دیتے"۔ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"آپ کی آواز سن کر خوشی ہوئی مسٹر ابطال.... لیکن آپ یہاں کہاں"۔

"میں جانتا تھا.... تم لوگ کسی نہ کسی طرح اس وادی سے ضرور نکل آؤ گے.... آ بھی یہیں سکتے تھے.... باقی تین طرف ڈھلوان اتنی آسان نہیں ہے.... لہٰذا میں تمہارے استقبال کے لیے پہلے ہی یہاں آگیا تھا"۔

"اوہ.... بہت بہت شکریہ انکل ابطال"۔ آفتاب نے خوش

ہو کر کہا۔

"ازال نہیں.... ابظال"۔ ابظال نے بھنا کر کہا۔

"تو آپ کو اتنا مشکل نام رکھنے کی کیا ضرورت تھی"۔ مکھن نے منہ بنایا۔

"یہ.... آپ لوگ.... آخر کس سے بات کر رہے ہیں"۔

"اپنے ایک خوفناک مہربان سے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"خوفناک مہربان.... یہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"حد ہو گئی.... یہاں جان کے لالے پڑے ہیں.... اور انہیں ناولوں کے ناموں کی پڑی ہے"۔

"ہمیں ڈر لگ رہا ہے"۔ کپتان نے بوکھلا کر کہا۔

"تو آپ لوگ جہاز کے نچلے حصے میں چلے جائیں.... پہلے ہم اپنے انکل سے دو دو باتیں کر لیں.... پھر آپ کو ان کے بارے میں تفصیل سے بتائیں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ کپتان اور اس کے ساتھی بولے اور نیچے کی طرف دوڑ پڑے.... وہ ان تمام ہیروں اور جواہرات کو بھول گئے تھے۔

"آپ نے کہا تھا انکل.... ہم اس مال کو تقسیم نہیں کر

سکتے.... تو کیا اس کی آپ کو ضرورت ہے"۔

"ہاں! یہ انشارجہ کی حکومت کے کام آئے گا.... ہم اس دولت سے کئی ترقیاتی کام کریں گے"۔

"خیر.... آپ لے جائیں.... ہمیں کیا.... ہم دولت کے بھوکے نہیں ہیں.... اس میں سے جتنا حصہ ملتا' وہ بھی ہم اپنے پاس نہ رکھتے.... بلکہ حکومت کے خزانے میں جمع کراتے"۔

"بالکل ٹھیک! میں جانتا ہوں آپ لوگ یہی کرتے.... اور اب یہ کام میں کروں گا"۔

"لیکن آپ اکیلے یہ اتنی بڑی دولت کس طرح اٹھا کر لے جائیں گے"۔

"مجھے اٹھا کر لے جانے کی کیا ضرورت ہے.... یہ جہاز اب سیدھا انشارجہ جائے گا.... انشارجہ کے علاوہ اس کا رخ اور کسی طرف نہیں ہو سکے گا"۔

"نن.... نہیں.... آپ ایسا مذاق تو نہ کریں"۔ آصف نے بوکھلا کر کہا.... لیکن سب نے محسوس کر لیا کہ اس کی یہ بوکھلاہٹ مصنوعی تھی۔

"یہ مذاق نہیں ہے.... اور نہ تم نے سنجیدگی سے یہ کہا ہے.... اس دولت کو ہاتھ لگائے بغیر جہاز پر سے چھلانگیں لگا دو....

ورنہ میں تم سب کو یہیں تہس نہس کر دوں گا"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... اس جہاز پر تو مسافر بھی سوار ہیں.... ان بے چاروں کو انشارجہ ہی جانا ہے"۔

"میں نے مسافروں کی بات نہیں کی.... صرف تم لوگ چھلانگیں لگا دو.... اور اس مقام کی طرف چلے جاؤ.... جہاں سے تم اس جہاز پر چڑھے تھے۔

"لک.... کیوں مذاق کرتے ہیں.... اتنی مشکل سے تو ہمیں جہاز ملا ہے"۔

"بھولے اس طرف آ گئے تھے.... اب کوئی نہیں آنے پائے گا"۔ ابطال ہنسا۔

"یہ کیا بہادری ہوئی مسٹر ابطال"۔

"انشارجہ، بیگال اور ونشاس تینوں حکومتوں کا مشترکہ فیصلہ ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلے میں بہادری نہ دکھائی جائے.... بالکل بے بس کر دیا جائے.... اس قدر بے بس کہ آپ لوگ جان تک نہ سکیں گے کہ اس بار ان کا منصوبہ ہے کیا"۔

"آپ کی مرضی.... ویسے ایک بات کم از کم بتا دیں"۔ فرزانہ نے کہا۔

"اور وہ کیا"۔ ابطال ہنسا۔

"اگر ہم آپ کی ہدایت پر عمل نہ کریں تو آپ کیا کریں گے"۔

"تم سب کو یک دم ختم کر دوں گا.... میرے ہاتھ میں اس وقت ایک اسی قسم کا ہتھیار ہے.... جب کہ تم لوگ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے.... اس وقت تو تم میری آواز سن رہے ہو اور سمت کا اندازہ لگا سکتے ہو.... لیکن جونہی میرا نشانہ لے کر فائر کرو گے.... گولی الٹ کر لگے گی.... پھر نہ کہنا.... خبر نہ ہوئی"۔

"آپ.... آپ بہت سخت دشمن ہیں.... ایک تو غائب.... اوپر سے اپنے گرد لہروں کا جال بھی بچھا لیا.... اب کوئی وار کرے تو کس طرح کرے"۔

"آپ جیسے لوگوں کے مقابلے کے لیے اس بھی بڑھ کر انتظامات کرنا پڑتے ہیں"۔

"ہوں! خیر.... ہمارے کیا ہے.... اتر جاتے ہیں.... لیکن یہ بے چارے جہاز پر سوار لوگ.... کپتان اور اس کا عملہ اور مسافر.... یہ کیا خیال کریں گے"۔

"کچھ خیال نہیں کریں گے"۔

"ٹھیک ہے.... آپ ان لوگوں کو بلا لیں.... ہم ان کی موجودگی میں جہاز سے رخصت ہوں گے"۔

"اچھی بات ہے"۔ اس نے کہا اور پھر بلند آواز منہ سے نکالی۔

"کپتان صاحب.... اور باقی سب لوگ عرشے پر آ جائیں.... آپ کے یہ انوکھے مہمان رخصت ہو رہے ہیں"۔

"انوکھے مہمان.... یہ بھی کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"انکل! آپ فاروق کو ناول نگاری کی اجازت دے دیں"۔

"نہیں بھئی.... میں بے کار کاموں کی اجازت نہیں دے سکتا.... ناول کے نام تجویز کرنے تک ہی معاملے رہنے دیں"۔

"شکریہ انکل"۔ آصف مسکرایا۔

"اڑا لو میرا مذاق.... پھر جب مجھے موقع ملے گا تو سر پکڑ کر روؤ گے"۔ فاروق نے اسے گھورا۔

اسی وقت کپتان اور باقی لوگ اوپر آنے لگے.... جب سب لوگ آ گئے تو ابطال کی آواز گونجی۔

"یہ لوگ واپس اس جگہ جا رہے ہیں.... جس جگہ سے انہیں سوار کیا گیا تھا"۔

"کک.... کیا مطلب.... یہ ہم کیا سن رہے ہیں.... یہ لوگ تو بہت بہادر ہیں.... بہترین نشانہ باز ہیں.... انہوں نے تو ڈاکوؤں کے

ایک پورے جہاز کو شکست دی ہے.... یہ لوگ اس قدر آسانی سے شکست کیسے مان گئے"۔

"ان کا مقابلہ مجھ سے ہے.... اور تم ابھی مجھے نہیں جانتے.... انسپکٹر جمشید.... آپ لوگوں نے رخصت ہونا شروع نہیں کیا"۔ ابطال نے طنزیہ انداز میں کہا۔

اور وہ سیڑھی کی طرف بڑھ گئے.... کپتان اور اس کے ساتھیوں اور مسافروں کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے.... شاید وہ یہ اندازہ نہیں لگا پا رہے تھے کہ ان کے اس طرح رخصت ہونے پر آنسو بہائیں.... خوش ہوں یا صرف غمگین ہو کر رہ جائیں.... پھر غیر ارادی طور پر ان کے ہاتھ اٹھے اور الوداعی انداز میں ہلنے لگے۔

انہوں نے بھی ہاتھ ہلائے اور سیڑھی پر اترتے چلے گئے.... یہاں تک کہ وہ پانی میں اتر گئے اور تیرنے لگے.... کپتان وغیرہ انہیں عرشے سے جاتے ہوئے دیکھتے رہے۔

"عجیب لوگ تھے"۔ کپتان بڑبڑایا۔

"یاد آئیں گے"۔ اس کے ایک ماتحت نے کہا۔

"ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ لوگ بہت عجیب ہیں.... اب تم جہاز چلاؤ.... تمہیں انشارجہ جانا ہے.... وہاں پہنچ کر

تم یہ سارا خزانہ انشارجہ کی حکومت کے حوالے کر دو گے.... اس کے بعد تم اپنے گھروں کو باعزت طور پر جا سکو گے.... یاد رکھو! اگر تم نے اس خزانے میں سے ایک ہیرا بھی لینے کی کوشش کی تو جہاز انشارجہ نہیں پہنچ سکے گا.... سمندر میں بھٹکتا رہ جائے گا.... میرے ان الفاظ کی سچائی کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہو کہ یہ بہ لوگ جو ابھی رخصت ہوئے ہیں.... کس قدر خاموشی سے چلے ہیں.... ایک طرح سے میں نے انہیں موت کے منہ میں دھکیل ہے.... کیونکہ اس طرف سے کوئی جہاز مشکل سے ہی گزرتا ہے لیکن اس کے باوجود انہیں میرا حکم ماننا پڑا.... اگر تم لوگوں میرے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد کوئی غلط حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا.... اور اب جہاز لے جاؤ"۔ اس نے حکم دیا۔

باقی لوگ پہلے ہی بہت خوفزدہ تھے.... انہیں کوئی شخص بو سنائی دے رہا تھا، مگر نظر نہیں آ رہا تھا.... لہٰذا وہ دم سادھے گئے.... جہاز اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا.... جب کافی دور گیا تو کپتان کے ایک ساتھی نے کہا۔

"کیا خیال ہے کپتان صاحب"۔

"کس بارے میں؟"

"اس خزانے کے بارے میں.... آخر ہم یہ انشارجہ کی حکومت کے حوالے کیوں کریں"۔

"بھئی مجھے تو اس غائب انسان سے بہت ڈر لگتا ہے"۔ کپتان نے کہا۔

"اب اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے.... اب تو وہ چلا بھی گیا"۔

"اس کے باوجود اس کی دھمکی میرے کانوں میں گونج رہی ہے"۔ کپتان نے گھبرا کر کہا۔

"چھوڑیں کپتان صاحب.... یہ دیکھئے.... میں کچھ ہیرے اس خزانے میں سے اٹھا کر جیب میں ڈال رہا ہوں.... دیکھتا ہوں.... کون میرا کیا بگاڑ لیتا ہے"۔

"بھئی.... ایسا نہ کرو"۔ کپتان نے گھبرا کر کہا۔

"کمال ہے.... آخر آپ اس سے گھبرا رہے ہیں"۔

"ابھی وہ باتیں کر رہا تھا کہ اور نظر نہیں آ رہا تھا"۔

"ہو گا کوئی سائنسی چکر"۔

"لیکن تم بھول رہے ہو.... کتنے بہادر انسان اس کا حکم سن کر پانی میں کود گئے اور اس ویران پہاڑی ساحل کی طرف چلے گئے.... اب پتا نہیں کب انہیں کوئی جہاز ملتا ہے.... ملتا بھی ہے یا

نہیں"۔

عین اسی وقت اس ملازم کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی.... جس نے ہیرے اپنی مٹھی میں بھرے تھے۔

ان سب کی نظریں اس پر جم گئیں۔

"کک.... کیا ہوا بھئی؟"

"کک.... کوئی.... میری گردن دبا رہا ہے.... یہ.... یہ ہیرے میں واپس کر رہا ہوں.... یہ لے لو.... اور مجھے چھوڑ دو"۔

اسے کوئی جواب نہ ملا.... اس کی گردن گھٹتی چلی گئی.... یہاں تک کہ ہیرے اس کی مٹھی سے نکل کر عرشے پر بکھر گئے اور پھر اس کا جسم بھی جہاز سے گر پڑا۔

"اف! مالک! یہ.... یہ کیا ہوا"۔ کپتان چلا اٹھا۔

باقی لوگوں پر بھی سکتہ طاری ہو چکا تھا.... وہ مر چکا تھا۔

○☆○

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا انکل"۔

"ہم اور کر بھی کیا سکتے تھے؟"

"اوہو.... ہم ایک بہت اہم بات بھول رہے ہیں"۔ فرحت چلائی۔

"اور وہ کیا"۔ سب ایک ساتھ بولے۔

"ڈاکوؤں کا جہاز"۔

"اوہ ہاں.... وہ تو سمندر میں ہی کہیں ہو گا"۔ محمود چلایا۔

"فاروق اوپر چڑھ جاؤ اور دیکھو وہ جہاز کہاں ہے"۔

"ایک تو اوپر چڑھنے کا کام ہی رہ گیا ہے.... حالانکہ اور بھی اس میدان کے ماہر ہیں"۔

"ہوں گے.... وقت نہ ضائع کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

وہ تیزی سے اوپر چڑھتا چلا گیا اور پھر رک کر جہاز کو دیکھا۔

"وہ اس طرف ہے.... وہ رہا"۔

"میں اور انسپکٹر کامران مرزا جا کر اس کو لے آتے ہیں"۔

انہوں نے کہا اور سمندر میں چھلانگیں لگا دیں۔

اور پھر ان کی واپسی اس جہاز میں ہوئی.... جہاز کو آتے دیکھ کر ان کے چہرے کھل گئے۔

"حیرت ہے.... ابطال اس جہاز کو بھول کیسے گیا"۔

"بس ہو جاتی ہے بھول چوک"۔

"تو کیا ہم بھی اپنا سفر ابھی شروع کریں"۔

"نہیں.... پہلے آرام ہو گا.... مسلسل کام کرتے، ہمیں نہ جانے کتنے گھنٹے ہو گئے ہیں.... لیکن ہم نے آرام نہیں کیا"۔

جہاز کو باندھ کر وہ چٹانوں پر ہی لیٹ گئے.... سمندر کی
چھالیں ان تک آ رہی تھیں اور واپس جا رہی تھیں.... کچھ دیر
آرام کرنے کے بعد وہ جہاز میں سوار ہو گئے اور اب انہوں نے
اندازے سے اپنے ملک کا راستا اختیار کیا.... صحیح اندازہ تو انہیں تھا
نہیں.... اور انٹارجہ جانے کے قابل وہ تھے نہیں.... ان حالات میں
بھی اپنے ملک جانا انہیں مناسب لگا۔

انہیں سفر کرتے تین دن ہو گئے تھے.... ابھی تک انہیں کوئی
بحری جہاز نہ ملا تھا.... ورنہ وہ اس سے راستا تو پوچھ ہی سکتے تھے۔

"حیرت ہے.... اس طرف سے کوئی جہاز نہیں گزرا"۔ خان
رحمان بڑبڑائے۔

"آ جائے گا کوئی.... فکر نہ کرو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بات تو خیر فکر کی ہے"۔ وہ بولے۔

"ذرا سوچو جمشید.... سمندر میں بھٹکتے ہوئے اگر جہاز کا تیل
ختم ہو گیا تو ہم کیا کریں گے، پھر یہ جہاز ہی ہمارا قبرستان بن جائے
گا"۔

"بھئی واہ! کس قدر مزے کی بات ہو گی.... ہم مرنے کے
بعد بھی سمندر پر تیرتے رہیں گے"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"اگر یہ بات ہے تو جب ہم اس جہاز سے اتریں گے.... تم

ں پر ہی رہ جانا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"سچ بات یہ ہے کہ میں وطن پہنچنے کے لیے بری طرح بے
ین ہوں.... وہاں پہنچ کر ہی ہمیں معلوم ہو گا کہ وہاں کیا ہو رہا
ہے.... بلکہ تمام اسلامی ملکوں میں کیا ہو رہا ہے"۔ انسپکٹر کامران
رزا بڑبڑائے۔

"ہاں! میرا بھی یہی حال ہے.... جی چاہتا ہے.... پر لگا کر اڑ
ؤں"۔

"لیکن ہم پر کہاں سے لائیں.... اس سمندر میں تو پر ملتے
ں"۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"تم تو اس طرح کہ رہے ہو جیسے اگر پر مل گئے تو ہم ابھی پھر
ے اڑنے لگیں گے"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

ں جہاز پر اور میں کیا کہوں"۔

"ہاں! یہ مسئلہ بھی ہے.... کچھ نہ کہا جائے تو یہ پہاڑ سا سفر
ے طے ہو گا"۔ فرحت ہنسی۔

"پہاڑ سا نہیں.... سمندر سا"۔ رفعت بولی۔

"یہی بہت ہے.... تم ان حالات میں بھی کچھ نہ کچھ بول تو
ہو"۔ خان رحمان بولے۔

"وہ.... وہ.... وہ"۔

ایسے میں انہوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"آپ کو بھوک لگ گئی ہوگی"۔

"نن.... ہاں.... وہ"۔

"یہ کوئی جملہ ہے یا.... اشارہ"۔

"وہ.... وہ.... وہ"۔ انہوں نے ایک طرف اشارہ کیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

○☆○

ہائیں.... یہ کیا؟

ان کو سامنے ایک جزیرہ نظر آ رہا تھا.... لیکن کبھی وہ نظر آنے لگتا تھا، کبھی سمندر کی اچھالوں کے پیچھے چھپ جاتا تھا.... اور اگر پروفیسر داؤد اس طرف توجہ نہ دلاتے تو شاید وہ اس سے آگے نکل جاتے۔

"ارے.... یہ.... یہ تو وہی جزیرہ ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلا اٹھے۔

"وہی.... کیا مطلب.... جس جزیرے پر آپ لوگ جا چکے ہیں اور جس کے درمیان میں ڈاکوؤں نے باقاعدہ عمارت بنا رکھی ہے"۔

"ہاں بالکل"۔

"چلئے.... کچھ دیر کے لیے تو سفر سے نجات ملے گی"۔ خان رحمان بولے۔

عین اسی وقت سمندر میں چھالیں بہت اونچی ہوگئیں.... اس

قدر اونچی کہ ان کا جہاز ڈولنے لگا.... انہوں نے جہاز کو روک لیا.... پھر جزیرہ چھالوں کے پیچھے چھپ گیا.... وہ چھالوں کے ختم ہونے کے انتظار کرتے رہے.... آخرکار چھالیں رک گئیں.... اب انہوں نے ایک اور حیرت انگیز منظر دیکھا.... وہ جزیرہ غائب تھا.... لیکن اس جزیرے کی جگہ انہیں بہت بلند اور جدید ترین عمارات نظر آنے لگیں تھیں.... سمندر میں عمارات.... وہ بھی کسی جزیرے پر نہیں.... پانی پر۔

"پپ پانی پر عمارتیں.... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ شوکی بولا۔

"پتا نہیں ابھی ہمیں اور کیا کچھ دیکھنا پڑے گا"۔

"کہیں.... یہی تو ہمارے دشمنوں کا ہیڈکوارٹر نہیں ہے"۔

"اگر ایسا ہے تو پھر ہم اپنے وطن بعد میں جائیں گے.... پہلے ان سے دو دو ہاتھ کرلیں"۔ محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے.... خان رحمان.... جہاز کا رخ ان عمارات کی طرف موڑ دو"۔

"موڑ چکا ہوں.... لیکن جہاز آگے نہیں بڑھ رہا.... یہاں سے دائیں بائیں اور واپس تو جاتا ہے.... آگے نہیں جاتا"۔

"کیا مطلب؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اب میں مطلب کس بات کا بتاؤں جمشید"۔ انہوں نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے.... خیر.... اگر جہاز اس طرف نہیں جاتا تو میں تیر کر جانے کی کوشش کرتا ہوں.... عمارتیں دور ہی کتنی ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... میں بھی آپ کے ساتھ چلتا ہوں"۔

"تو پھر آیئے.... اللہ کا نام لے کر"۔

وہ بسم اللہ کہہ کر سمندر میں کود گئے.... اور تیرنے لگے.... لیکن جلد ہی انہوں نے محسوس کیا کہ وہ تیر ضرور رہے ہیں.... لیکن ان کے جسم آگے نہیں بڑھ رہے.... یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی [illegible] میں سفر کر رہے ہیں۔

"یہ.... یہ ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے.... ہم آگے کیوں نہیں بڑھ رہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

"عجیب بات ہے.... ہم خود کو تیرتے ہوئے محسوس کر رہے ہیں.... لیکن آگے نہیں بڑھ رہے.... برابر ہاتھ پیر مار رہے ہیں.... لیکن ہیں اسی جگہ پر"۔

"اور.... وہ جزیرہ اب کہیں نظر نہیں آ رہا.... آخر وہ کہاں چلا گیا"۔

"جزیرے کی جگہ اب یہ عمارات نظر آ رہی ہیں.... ہے کوئی تک"۔

"تک تو یہاں کوئی بھی نہیں نظر آئی.... سرے سے"۔

"تو پھر آیئے واپس جہاز پر چلیں"۔

وہ واپس آ گئے۔

"آپ گئے نہیں"۔

انہوں نے بتا دیا کہ کیوں نہیں گئے۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے"۔

"تم بھی کوشش کر کے دیکھ لو"۔

انہوں نے بھی باری باری کوشش کی.... لیکن اس جگہ سے ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکے.... آخر تھک ہار کر واپس جہاز پر آ گئے۔

"یہ ہماری زندگیوں کا انوکھا ترین واقعہ ہے.... سمندر میں کوئی رکاوٹ موجود نہیں.... لیکن پھر بھی نہ ہمارا جہاز آگے جاتا ہے.... نہ ہم.... آخر کیوں"۔

"پروفیسر صاحب.... آپ ہی کچھ بتائیں"۔ خان رحمان

بولے۔

"لیکن یہ بے چارے کیا بتائیں گے"۔

"اوہ ہاں.... یہ تو میں بھول ہی گیا"۔

"ایک منٹ.... ہم ذرا چکر کاٹ کر دوسری طرف سے جانے کی کوشش کرتے ہیں"۔ فرزانہ نے تجویز پیش کی۔

"ہاں! یہ بھی کر لیتے ہیں"۔

اب جہاز کو ایک چکر دیا گیا اور پھر دوسری طرف سے ان عمارات تک جانے کی کوشش کی گئی.... لیکن وہی صورت پیش آئی.... نہ جہاز آگے گیا نہ وہ تیر کر جا سکے.... پھر انہوں نے تیسری طرف سے کوشش کی اور ناکام رہے.... اس کام میں کئی گھنٹے لگ گئے .... ایسے میں اچانک ایک بار پھر چھالیں اونچی ہونے لگیں اور ان چھالوں کے پیچھے وہ عمارت چھپ گئی.... وہ ان کے ختم ہونے کا انتظار کرتے رہے.... آخر کار چھالیں رک گئیں.... اب جو انہوں نے ان عمارات کی طرف دیکھا تو وہ غائب تھیں اور پرسکون سمندر نظر آ رہا تھا۔

"شش شاید.... ہم نے کوئی خواب دیکھا تھا.... وہ عمارتیں صرف ایک خواب تھیں.... ورنہ سمندر میں اور عمارات"۔ شوکی بڑبڑایا۔

"بھئی ہم سب ایک ہی خواب کس طرح دیکھ سکتے ہیں' سوال تو یہ ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"بہرحال! اب نہ وہ عمارات ہیں' نہ جزیرہ.... لٰہذا کیوں نہ ہم لوگ آگے بڑھیں۔

"اور ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

انہوں نے پھر سفر شروع کیا.... جلد ہی انہیں سامنے سے ایک جہاز آتا دکھائی دیا اور یہ دیکھ کر ان کی حیرت بڑھی کہ اس پر ان کے ملک کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

"حیرت ہے.... کمال ہے.... کیا ہم اپنے ملک کے آس پاس ہیں"۔ رفعت بولی۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ہم تو اپنے ملک سے ہزاروں میل دور تھے.... دوسرے یہ کہ آخر ہمارے ملک کے جہاز بھی دور دراز ملکوں میں آتے ہیں"۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے"۔

دونوں جہاز نزدیک آ گئے.... وہ کوئی مسافر جہاز تھا.... اس کا کپتان عرشے پر کھڑا ان کی طرف دیکھ رہا تھا.... اس کے ساتھ اور بہت سے لوگ حیرت بھری نظروں سے انہیں دیکھ رہے تھے۔

"تم لوگ کون ہو؟"

"مسلمان.... وہ بھی پاک لینڈ کے رہنے والے"۔

"اوہو اچھا.... کمال ہے.... ٹھہرو ہم اور نزدیک آ رہے ہیں"۔

اب دونوں جہاز ایک دوسرے سے مل گئے.... انہوں نے جب اپنا تعارف کرایا تو اس جہاز پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

"لیکن آپ لوگ آ کہاں سے رہے ہیں"۔

"یہ ایک بہت لمبی کہانی ہے"۔

"آپ لوگوں کو سنانا ہو گی۔

"پہلے یہ بتائیں.... ہمارے ملک میں اور دوسرے اسلامی ملکوں میں کیا حالات ہیں"۔

"سب ٹھیک ہے"۔

"وہ جو لوگوں کو اپنے گھر نہیں مل رہے تھے.... اپنے دفاتر نہیں مل رہے تھے.... شہر کے شہر ادھر ادھر ہو رہے تھے۔

"اب ایسا نہیں ہے.... سب چیزیں خود بخود جگہ پر ہو گئی تھیں"۔

"کوئی اور بڑی خرابی"۔

"نہیں.... کوئی نہیں"۔

اب انہوں نے مختصر طور پر اپنی کہانی سنائی اور آخر میں

انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہاں سے ہمارے ملک کا ساحل کتنی دور ہے"۔

"ہم ابھی تین گھنٹے پہلے ہی تو وہاں سے روانہ ہوئے ہیں"۔

"اوہ! بہت خوب! یہ ہوئی نا بات"۔ وہ خوش ہو گئے۔

دونوں جہاز ایک دوسرے سے دور ہونے لگے.... یہاں تک کہ نظروں سے اوجھل ہو گئے.... وہ چلتے رہے.... چلتے رہے.... پھر تین گھنٹے گزر گئے۔

"ہائیں! یہ کیا.... تین گھنٹے گزر گئے اور ابھی تک ساحل کا نام و نشان نظر نہیں آیا"۔

"پتا نہیں.... ہم کس بھول بھلیاں میں پھنس گئے ہیں۔

"لیجیے.... اس طرف سے ایک اور جہاز آ رہا ہے.... اب ذرا اس سے پوچھتے ہیں.... ہمارا ملک یہاں سے کتنا دور ہے"۔

ایک بار پھر دو جہاز آمنے سامنے آ گئے.... یہ جہاز ان کے ملک کا نہیں تھا.... لیکن تھا مسافر جہاز ہی.... جب ان سے انہوں نے پوچھا کہ پاک لینڈ اس جگہ سے کتنی دور ہے تو اس کے کپتان نے حیران ہو کر کہا۔

"پاک لینڈ.... ادھر کہاں.... وہ تو یہاں سے ہزارہا کلومیٹر دور ہے"۔

"یہ.... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میری بات پر یقین نہیں تو ان لوگوں سے پوچھ لیں"۔

باقی سب نے کپتان کی بات کی تصدیق کی۔

"اور پاک لینڈ ہے کس سمت میں"۔

"یہ جس طرف سے آپ لوگ آ رہے ہیں.... گویا آپ بالکل الٹ سمت میں چل رہے ہیں' اس طرح تو آپ قیامت تک نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... ہمارے ساتھ تو ایک بار پھر پہلے جیسے حالات شروع ہو گئے ہیں.... جو ہمارے ملک کی سرزمین پر ہو رہے تھے"۔ انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"آپ لوگ اگر پاک لینڈ جانا چاہتے ہیں تو واپس جائیں.... ہمیں تو یہاں سے دائیں ہاتھ جانا ہے.... لہٰذا ہم تو چلتے ہیں۔

وہ جہاز تو چلا گیا اور یہ لوگ سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔

"اب کیا کیا جائے؟"

"آرام"۔ فاروق نے کہا۔

"ہاں! میرا خیال ہے.... ہم جہاز کو یہیں روک کر آرام کر لیتے ہیں.... بہت دیر ہو گئی آرام کیے.... جب ذہنوں سے تھکن اتر جائے گی' اس وقت سوچیں گے کہ اب ہم کیا کریں"۔

چنانچہ وہ سب لیٹ گئے.... انہوں نے آنکھیں بند کر لیں.... صرف پروفیسر داؤد بیٹھے رہ گئے۔

"آپ نہیں لیٹیں گے پروفیسر صاحب؟"

"نن نہیں.... ہاں"۔

"کیا کیا.... آپ نے.... نہیں یا ہاں"۔

"ہاں"۔ وہ بولے۔

"آپ نے ہاں کہا ہے"۔ فاروق نے کہا۔

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"تو آپ نے نہیں کہا ہے"۔ محمود نے کہا۔

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"دھت تیرے کی.... آپ تو ہلا دیں گے ہمارے دماغوں کی چولیں"۔

"آپ لوگ سو جائیں نا.... میں نے آپ کو روکا تو نہیں، مجھے نیند آئے گی تو میں بھی سو جاؤں گا"۔

"اس وقت تو آپ بالکل صحیح دماغ آدمیوں کی طرح باتیں کر رہے ہیں"۔

"پتا نہیں.... میں کس قسم کی باتیں کر رہا ہوں"۔

"اچھا خیر.... ہم تو آرام کریں گے"۔

اور پھر ان سب کو نیند نے آلیا.... جہاز کا انجن اگرچہ انہوں نے بند کر دیا تھا لیکن لنگر نہیں ڈالے تھے.... منزل کا کوئی پتہ نہیں تھا.... نہ اپنے ملک پہنچ پا رہے تھے، نہ کسی دوسرے ملک.... ایسے میں لنگر ڈال کر کیا کرتے"۔

جب ان کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے گھڑیوں کی طرف دیکھا تو پتا چلا کہ وہ قریباً بارہ گھنٹے سوتے رہے ہیں.... آنکھیں مل کر ادھر ادھر دیکھا تو زور سے اچھلے.... جہاز ایک جزیرے کے ساحل پر کھڑا تھا اور پروفیسر داؤد کا کہیں پتا نہ تھا۔

"پروفیسر انکل.... آپ کہاں ہیں"۔ فاروق نے چلا کر کہا۔

لیکن ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"انکل.... پروفیسر انکل"۔ محمود نے بلند آواز نکالی۔

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"ایک اور پریشانی"۔ خان رحمان بڑبڑائے۔

"آؤ.... پہلے جزیرے کو دیکھ لیں.... کم از کم یہ وہ جزیرہ تو ہے نہیں جس پر عمارت بنی ہوئی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"یہ تو کوئی بہت بڑا جزیرہ ہے.... اور درختوں سے پٹا پڑا ہے"۔

وہ جزیرے پر اتر گئے.... ایسے میں انہیں ڈھول کی دھمک

سنائی دی.... وہ اس دھمک سے واقف تھے۔

"ارے باپ رے.... اس جزیرے پر تو شاید جنگلی لوگ آباد ہیں"۔

"یا پھر ہو سکتا ہے.... وہ آدم خور ہوں.... کیونکہ ڈھول تو اس انداز میں بجا رہے ہیں"۔

"ہمیں درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے آگے بڑھنا چاہیے.... کہیں ہم ان کی نظروں میں نہ آ جائیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... لیکن ابھی آواز بہت دور ہے.... فی الحال ہم اسی طرح چل سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

وہ چلنے لگے... یہاں تک کہ آواز نزدیک تر محسوس ہونے لگی.... اب وہ درختوں کی اوٹ لے کر آگے بڑھنے لگے.... اچانک انھوں نے ہزاروں جنگلیوں کو دیکھا.... وہ اچھل رہے تھے.... چیخ رہے تھے.... چلا رہے تھے اور کسی عجیب زبان کا گیت گا رہے تھے.... ان کے الفاظ کی دھمک انہیں اپنے دماغوں میں محسوس ہوئی۔

تھوڑی دیر غور کرنے کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک دائرے میں ناچ رہے ہیں.... اس دائرے کے اندر ہی ایک اونچا سا چبوترہ تھا.... اس چبوترے پر ایک درخت گڑا ہوا تھا.... اس درخت

کے ساتھ کسی کو رسیوں کے ساتھ باندھا ہوا تھا.... جس شخص کو باندھا ہوا تھا.... اس کا چہرہ ابھی انہیں صاف نظر نہیں آ رہا تھا.... لیکن نہ جانے کیوں ان کے دل دھڑکنے لگے۔

وہ کچھ اور نزدیک ہوئے تو انہیں اپنے دلوں کے دھڑکنے کی وجہ سمجھ میں آ گئی.... وہ پروفیسر داؤد تھے۔

○☆○

مجھے کھول دو

"یا اللہ رحم.... یہ تو ہمارے پروفیسر داؤد ہیں.... یہ ان کے ہاتھ کس طرح لگ گئے"۔

"ہم سب سو گئے.... جہاز اس جزیرے سے آ لگا' بس یہ اتر کر جزیرے پر آ گئے ہوں گے.... ورنہ جنگلی صرف انہیں کیوں پکڑتے.... جہاز پر سے تو وہ ہم سب کو پکڑ لاتے"۔

"اس کا مطلب ہے.... ابھی ان جنگلیوں نے جہاز کو نہیں دیکھا"۔ فاروق بولا۔

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو.... پروفیسر صاحب کو پکڑتے ہی یہ جشن منانے لگ گئے ہوں"۔

"لیکن اب ہم اتنے بہت سے لوگوں سے پروفیسر انکل کو کیسے چھڑائیں"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہمارے پاس اسلحے کی کوئی کمی نہیں ہے.... آخر ہم ڈاکوؤں کے جہاز پر سفر کر رہے ہیں.... میں یہاں ٹھہرتا ہوں.... آپ سب جائیں اور اسلحہ لے آئیں.... ان درختوں کی اوٹ لے کر ہم ان پر فائرنگ شروع کر دیں گے.... ان میں بھگدڑ مچ جائے گی.... اور ہم پروفیسر صاحب کو نکال لائیں گے"۔

"بالکل ٹھیک.... آؤ بھئی چلیں.... جلدی کریں.... ایسا نہ ہو.... ہمارے واپس آنے سے پہلے ہی یہ لوگ اپنا ناچ ختم کر دیں.... میرا مطلب ہے.... موت کا ناچ.... اور پھر انہیں تیروں کا نشانہ بنا دیں' اگر ایسا ہوا تو ہم خود کو کبھی معاف نہیں کریں گے"۔

وہ تیزی سے جہاز کی طرف روانہ ہو گئے.... انسپکٹر جمشید ایک درخت پر چڑھ گئے.... کیونکہ نیچے رہ کر وہ ان لوگوں کو نشانہ نہیں بنا سکتے تھے.... جو پروفیسر داؤد کو نشانہ بنانے والے تھے.... ان کے سامنے کھڑے ہو چکے تھے اور اپنے سردار کے اشارے کے منتظر تھے.... ان کا پستول اب ان کے ہاتھ میں تھا.... ان کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

عین اسی لمحے ایک عجیب بات ہوئی.... پروفیسر داؤد کے سامنے جو لوگ تیر کمانیں لیے کھڑے تھے.... ان میں سے ایک منہ سے بھیانک چیخ نکلی اور.... وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا.... ناچ یک دم بند ہو گیا.... سب لوگ اس گرنے والے جنگلی کو دیکھنے لگے.... اس کے جسم پر کوئی زخم نہیں تھا.... عین اسی لمحے اس نے

دم توڑ دیا۔

جنگلیوں میں شور مچ گیا.... اس وقت ایک اور جنگلی گرا اور تڑپنے لگا.... اب تو جنگلی گھبرا گئے.... وہ لگے ادھر ادھر دیکھنے.... انہوں نے اپنے تیروں کا رخ درختوں کی طرف کر دیا.... وہ نامعلوم دشمن کی تلاش میں تھے جو ان کے ساتھیوں کو پراسرار تیروں سے ہلاک کر رہا تھا.... اسی وقت تیسرا جنگلی گرا اور پھر تو وہ پروفیسر داؤد کو بھول کر لگے بھاگنے.... مطلب یہ کہ صرف وہ تیرباز جو پروفیسر داؤد کا نشانہ لیے کھڑے تھے.... باقی لوگ صرف ان سے کچھ پیچھے ہٹ گئے تھے.... لیکن کھڑے وہیں رہے تھے۔

پروفیسر داؤد نے بھی یہ منظر دیکھا تھا.... ان کے چہرے پر خوف قدرے کم ہو گیا تھا اور خوف کی جگہ خوشی نے لے لی تھی.... لہٰذا وہ بولے۔

"مجھے کھول دو.... ورنہ تم سب مارے جاؤ گے.... اور تمہاری داستاں بھی نہ ہو گی داستانوں میں"۔

"ہائیں.... پروفیسر صاحب تو شاعری کرنے لگے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

جنگلی درختوں میں ادھر ادھر گھوم پھر کر اس دشمن کو تلاش کرنے لگے.... جو ان کے تین ساتھیوں کو اچانک ختم کر چکا تھا۔

ادھر انسپکٹر جمشید بھی اپنے اس نامعلوم ہمدرد کی تلاش میں تھے.... اور پھر انہوں نے اسے دیکھ لیا.... وہ مسکرائے.... کیونکہ جنگلی لاکھ کوشش کے باوجود بھی اسے تلاش نہیں کر سکتے تھے.... وہ تو ان کے درمیان ان کے ہی بھیس میں تھا.... غالباً اس نے ان کے کسی ساتھی کو ہلاک کر کے اس کا لباس خود پہن لیا تھا اور اب ان کے درمیان موجود تھا.... انہیں بہت حیرت ہوئی.... ایسے میں انہوں نے ساحل کی طرف دیکھا.... اور خطرے کا احساس ہوا.... جنگلی ساحل کی طرف جا رہے تھے.... ان حالات میں تو وہ ان کے ساتھیوں کو اور جہاز کو دیکھ لیتے اور پہلا خیال انہیں یہ آتا کہ وہ نامعلوم دشمن ضرور اس جہاز سے اتر کے جزیرے پر آیا ہے.... وہ یک بارگی ان سب پر حملہ کر دیتے۔

ادھر انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اسلحے لیے ساحل سے جزیرے کی طرف بڑھتے دیکھا.... خطرہ بہت بڑھ گیا تھا.... کسی لمحے بھی جنگلی جہاز کو دیکھ لیتے.... لہٰذا انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... پستول سے ایک فائر کر دیا.... یہ فائر جنگلیوں پر کیا گیا تھا.... اور ان کی کمر کی طرف سے کیا گیا تھا.... گولی ایک جنگلی کی کمر پر لگی اور گر کر تڑپنے لگا.... سب جنگلی یک لخت ساحل کی طرف سے مڑ گئے ان کے رخ اس طرف ہو گئے جس طرف پروفیسر بندھے ہوئے

تھے۔

وہ بدستور بندھے ہوئے تھے.... ان کے پاس تو کوئی پستول بھی نہ تھا.... لہٰذا وہ تو یہ فائر کر نہیں سکتے تھے.... اب جنگلی فائر کرنے والے کو تلاش کرنے لگے.... ان کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی.... دوسری طرف ان کا نامعلوم ہمدرد بہت پریشان اور حیران نظر آنے لگا تھا.... غالباً" وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے علاوہ اور کون یہاں نکل آیا.... جو اکیلا اتنے جنگلیوں سے ٹکرا گیا ہے.... ادھر انسپکٹر کامران مرزا اور ان کے ساتھیوں کو فائر کی آواز سن کر یہ شبہ ہو گیا۔

"اس کا مطلب ہے.... جمشید نے پہلا فائر کر دیا ہے.... اور ایسا انہوں نے کسی مجبوری کی بناء پر کیا ہو گا.... ہمیں اب درختوں کی اوٹ لے کر آگے بڑھنا چاہیے"۔ خان رحمان جلدی جلدی بولے۔

ان سب نے فوراً درختوں کی اوٹ لے لی.... اور اسلحہ ہاتھوں میں لیے جلدی جلدی آگے بڑھنے لگے.... جونہی وہ انسپکٹر جمشید کے نزدیک پہنچے.... انہوں نے منہ سے الو کی آواز نکال کر انہیں بتا دیا کہ وہ کہاں ہیں.... انسپکٹر کامران مرزا نے بھی منہ سے الو کی آواز نکالی.... یہ دونوں آوازیں سن کر نامعلوم ہمدرد جوش میں

بھر گیا اور پروفیسر داؤد کی طرف اس انداز میں بڑھنے لگا جیسے انہیں ختم کر دینا چاہتا ہو.... اس کے ساتھیوں نے منہ سے آوازیں نکال کر اسے روکنے کی کوشش کی.... لیکن وہ بدستور ان کی طرف بڑھتا چلا گیا.... باقی جنگلی حیرت زدہ انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے.... ادھر انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا اس کے پروفیسر داؤد کی طرف بڑھنے کی وجہ سمجھ گئے.... وہ جان گئے تھے کہ اب جنگلیوں پر حملہ ہونے والا ہے.... اور کہیں اس حملے کی لپیٹ میں وہ بھی نہ آ جائیں۔

"فائر"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ سے عجیب سی آواز نکالی۔

ان کے ساتھیوں نے فوراً فائرنگ شروع کر دی.... جنگلیوں میں افراتفری مچ گئی.... وہ بے ڈھنگے انداز میں ادھر ادھر بھاگنے لگے.... دیکھتے ہی دیکھتے میدان صاف ہو گیا اور صرف ایک جنگلی رہ گیا.... یہ پروفیسر داؤد کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"یار جنگلی.... تم نہیں بھاگے"۔

"الو کی آواز سننے کے بعد میرے بھاگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ منور علی خان کی آواز سنائی دی۔

"ہائیں! یہ آواز کسی جنگلی کی نہیں ہو سکتی.... یوں بھی جنگلی اردو تو جانتے نہیں.... مطلب یہ کہ یہ تو انکل منور علی خان ہیں"۔

شوکی نے پرجوش انداز میں کہا۔

اس وقت تک منور علی خان، پروفیسر داؤد کو کھول چکے تھے۔

"آیئے پروفیسر صاحب"۔

"تت.... تم کون ہو بھائی"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

ان کے انداز پر انہیں ہنسی آگئی، جب کہ منور علی خان حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"پروفیسر صاحب.... آپ نے میری آواز سن کر بھی مجھے نہیں پہچانا.... حیرت ہے.... میں منور علی خان ہوں"۔ انہوں نے تیز آواز میں کہا۔

"کون منور علی خان؟"

"لیجئے.... یہ ایک ہی بات رہی.... کہ رہے ہیں کون منور علی خان"۔ وہ حیران ہو کر بولے۔

"ہمارے پاس وقت کم ہے.... جنگلی پوری تیاری کے ساتھ آتے ہوں گے.... پہلے ہمیں مورچہ بندی کر لینی چاہیے.... منور علی خان.... پروفیسر داؤد کی کہانی ہم اس جنگ سے فارغ ہو کر سنائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے۔

"بات معقول ہے.... تو پھر اب لڑائی کی تیاری شروع کر دیتے ہیں"۔

وہ تیاری میں لگ گئے.... جنگلی بھی جلد ہی دوبارہ آ گئے.... وہ اندھا دھند تیر برساتے چلے آ رہے تھے.... ان کی گولیوں نے انہیں چاٹنا شروع کر دیا.... بے تحاشہ فائرنگ نے جنگلیوں کے بڑھتے قدم روک دیئے.... انہوں نے بھی اب تاک تاک کر تیر چلانا شروع کئے.... لیکن وہ تاکتے کیا.... دشمن تو انہیں نظر نہیں آ رہے تھے.... جب کہ ان پر گولیاں برس رہی تھیں اور مسلسل موت کا لقمہ بنا رہی تھیں۔

یہ لڑائی صرف پندرہ منٹ جاری رہی.... پھر جنگلی بھاگ نکلے۔

"ان سے نجات کا ذریعہ یہ ہے کہ انہیں سمندر میں دھکیل دو.... یہ آدم خور جنگلی ہیں.... اب یا تو یہ ہتھیار پھینکیں گے یا پھر سمندر میں ڈوب جائیں گے.... تعاقب جاری رہے گا"۔

موت ان کی کمر کی طرف سے اب ان پر جھپٹ رہی تھی.... وہ خوف زدہ ہو کر بری طرح بھاگ رہے تھے.... اور آخر وہ جزیرے کے ساحل تک پہنچ گئے.... ایسے میں وہ مڑے.... دشمن انہیں ابھی نظر نہ آیا.... البتہ گولیاں اب بھی برس رہی تھیں۔

اچانک انہوں نے تیر کمان پھینک دیئے اور ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

"کچھ عقل تو خیر ان میں ہے"۔ فرزانہ مسکرائی۔

اب وہ ان کے سامنے آ گئے.... ان کی تھوڑی سی تعداد دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئے.... شاید وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس قدر کم تعداد میں لوگ اتنی بڑی تعداد میں دشمنوں کو اس قدر آسانی سے بھی شکست دے سکتے ہیں۔

انسپکٹر جمشید آگے بڑھے.... اور بولے۔

"میں نہیں جانتا.... تم کون سی زبان بولتے ہو.... کیا انگریزی جانتے ہو"۔

"تھوڑی تھوڑی"۔ ان کا سردار آگے آ کر بولا۔

"تب تو کام چل جائے گا.... تم لوگ آدم خور ہو.... انسانوں کو کھا جاتے ہو"۔

"ہاں"۔ اس نے کہا۔

"اگر تم آج کے بعد اس کام سے توبہ کر لو تو تمہیں چھوڑا جا سکتا ہے"۔

"ہاں! توبہ"۔ اس نے کہا اور اپنے کان پکڑ کر کھینچنے لگا.... اس کے تمام ساتھی اسی طرح کرنے لگے۔

انہیں ہنسی آ گئی۔

"اس طرف سے کچھ مسافر جہاز گزرتے ہیں"۔

"جزیرے سے دور رہ کر گزرتے ہیں.... یہ آدم خوروں کا جزیرہ مشہور ہے"۔

"اوہ اچھا.... خیر"۔

اب وہ اپنے جہاز پر آ گئے.... جزیرے پر رہنے کی کوئی مناسب جگہ نہیں تھی.... رہ گئے جنگلی.... وہ گھاس پھونس کی جھونپڑیوں میں رہتے تھے.... پہلے منور علی خان کو ساری کہانی سنائی گئی.... سن کر وہ بولے۔

"تو یہ وجہ تھی کہ پروفیسر داؤد نے مجھے نہیں پہچانا"۔

"ہاں انکل.... ویسے آپ سے ملاقات ہونے پر ہم بہت خوشی محسوس کر رہے ہیں"۔

"کیا فائدہ.... آپ سب لوگ تو بری طرح پھنسے ہوئے ہیں"۔

"آپ ہماری فکر نہ کریں.... ایک بار پھر ہم اپنے ملک کی طرف سفر شروع کرتے ہیں.... کہیں نہ کہیں تو پہنچ ہی جائیں گے"۔

"ہاں! اللہ مالک ہے"۔

انہوں نے کئی روز تک جنگلیوں کو اسلام کی تعلیم دی.... ان میں توحید کا احساس پیدا کیا اور پھر وہاں سے رخصت ہوئے....

دوسرے ہی دن انہیں پھر ایک جزیرہ نظر آیا۔

"کیا اب ہماری زندگی جزیروں اور سمندر میں ہی گزرے گی"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کچھ پتا نہیں.... ہماری قسمت میں کیا ہے.... آئیں ذرا اس جزیرے کو بھی دیکھ لیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"لیکن کامران مرزا.... اگر ہم اسی طرح بھٹکتے رہے تو اپنے وطن نہیں پہنچ سکیں گے.... اور جب تک ہم وہاں نہیں پہنچ جاتے.... اس سازش کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا پائیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اور یہی ہمارے دشمن چاہتے ہیں کہ ہم پہاڑی وادیوں میں، سمندر میں اور جزیروں میں سر ٹکراتے مر جائیں.... اپنے ملک یا کسی بھی اسلامی ملک میں نہ پہنچ سکیں"۔

"اور ہمیں کوئی راستا نہیں سوجھ رہا.... کریں تو کیا کریں"۔

"ہاہاہا.... ہی ہی ہی"۔ پروفیسر داؤد ہنسے۔

"آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں"۔

"ہا.... ن ن"۔

"ایک تو آپ کا یہ ہا.... اور ن ن سمجھ میں نہیں آیا.... پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں.... آپ کو اس وقت دنیا کے بہترین

ڈاکٹروں کی ضرورت ہے.... جب کہ ہم سمندر میں پھنسے ہوئے ہیں.... اب لگتا ہے.... سمندر میں ایک دائرہ بنا دیا گیا ہے.... اور ہمیں اس دائرے میں قید کر دیا گیا ہے.... ہم اس دائرے کے اندر تو گھوم پھر سکتے ہیں.... اس دائرے سے باہر نہیں نکل سکتے"۔

"دائرہ.... سمندر کا دائرہ"۔ فاروق ہکلایا۔

"ہاں ہاں کہ دو.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ آفتاب نے جل بھن کر کہا۔

"تم نے کہ کر کسر پوری کر دی ہے.... اب میں کہ کر کیا کروں گا"۔ اس نے منہ بنایا۔

"سمندر کا دائرہ.... ویسے حد درجہ عجیب نام ہے"۔ محمود مسکرایا۔

"ہو گا مجھے کیا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اور ان حالات میں پروفیسر صاحب کا دماغ ناکارہ بنا دیا گیا ہے.... یہی ان حالات میں ہماری رہنمائی کرتے تھے"۔ خان رحمان نے کہا۔

"جلنے، بھننے، کڑھنے اور تلملانے سے کچھ نہیں ہو گا.... ضرورت اس وقت اس بات کی ہے کہ ہم کسی نہ کسی طرح اس دائرے سے نکل جائیں.... پھر چاہے کسی بھی ملک پہنچ جائیں....

وہاں سے ہم اپنے ملک یا کسی دوسرے اسلامی ملک میں تو جا ہی سکیں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے.... اب ہم اپنے ملک یا کسی اسلامی ملک کے ساحل کو تلاش نہیں کریں گے.... بلکہ ہم سمندر میں جس جگہ ہیں.... اس سے نزدیک جو بھی ملک ہو گا.... اس کا رخ کر لیں گے"۔

"یہ بالکل مناسب رہے گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

انہوں نے ایک بار پھر سفر کا آغاز کیا.... تین دن بعد انہیں ایک جہاز نظر آیا۔

"میری ایک اور تجویز ہے"۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"ہم اس جہاز کے بجائے اس جہاز میں کیوں نہ سوار ہو جائیں.... اس طرح یہ جس ملک میں بھی جائے گا.... ہم بھی وہیں چلے جائیں گے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

جہاز نزدیک آنے پر انہوں نے دیکھا.... وہ ایک اسلامی ملک کا جہاز تھا اور اپنے ملک ہی جا رہا تھا.... اس پر مسافر بھی مسلمان ہی تھے.... ان کی کہانی سن کر انہوں نے جہاز پر انہیں سوار کر لیا۔

ڈاکوؤں کا جہاز انہوں نے وہیں چھوڑ دیا.... اب جو ان کا جہاز روانہ ہوا تو مارے حیرت کے ان کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔

○☆○

جادوگر

"یہ.... یہ.... یہ کیا.... یہ جہاز تو ہمارے ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے"۔

"جب کہ اب اس کو کوئی چلا بھی نہیں رہا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" نئے جہاز کے کپتان نے کہا۔

"آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں"۔

"ٹھہریں.... میں اس جہاز پر جا کر دیکھتا ہوں"۔ کپتان نے کہا۔

دونوں جہاز ابھی ساتھ ساتھ ہی تھے.... کپتان نے ایک چھلانگ لگائی اور اس جہاز پر چلا گیا.... وہ سیدھا انجن روم میں گیا.... انجن دیکھا تو خود بخود چل رہا تھا.... وہاں چلانے والا کوئی نہیں تھا.... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا، اس نے بھاگ بھاگ کر ادھر ادھر دیکھا.... جہاز پر کوئی نہیں تھا.... پھر.... وہ نچلی منزل کی طرف گیا.... غرض پورے جہاز کو چیک کیا.... جہاز پر اس

کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں تھا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں"۔ وہ بڑبڑایا۔

اب اس نے اوپر کا رخ کیا.... عرشے پر آکر اس نے ایک اور ہولناک منظر دیکھا.... اس کا اپنا جہاز اب سمندر پر کہیں بھی نہیں تھا۔

"ارے.... مم.... میرا جہاز کہاں گیا"۔ وہ پوری قوت سے چلا اٹھا.... آنکھیں باہر کو ابل آئیں۔

اس نے پاگلوں کی طرح ادھر ادھر دوڑنا شروع کیا.... لیکن اس کا جہاز کہیں بھی نظر نہ آیا.... اور یہ جہاز رکا ہوا نہیں تھا.... چل رہا تھا.... اسے یوں لگا جیسے وہ پاگل ہو جائے گا.... اچانک وہ گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

○☆○

ان کی نظریں کپتان پر جمی ہوئی تھیں.... کپتان پہلے انجن روم میں گیا.... وہاں سے پاگلوں کی طرح نکلا.... پھر ادھر ادھر گیا.... نیچے گیا، اوپر آیا.... انہیں یوں لگا جیسے کپتان اب بہت جلد پاگل ہو جائے گا.... اچانک سمندر میں ہل چل کے آثار نظر آنے لگے.... چھالیں بلند ہونے لگیں.... لیکن حد درجے حیرت کی بات یہ تھی کہ

ان چھالوں کا اثر ان کے جہاز پر بالکل نہیں ہو رہا تھا.... صرف ا
جہاز پر تھا... جس پر صرف کپتان موجود تھا.... ایسے میں انہوں
جہاز کو ان چھالوں کے درمیان محسوس کیا.... جہاز کسی پھرکی
طرح گھوم رہا تھا.... ان سب کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا
انہیں یوں لگا جیسے وہ سب کے سب چکر کھا رہے ہوں.... اور
بن گئے ہوں۔

پھر چھالیں اس قدر بلند ہو گئیں کہ انہیں جہاز دکھائی د
ہو گیا.... وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس جہاز کو دیکھنے کی کوشش ک
لگے.... آخر خدا خدا کر کے چھالیں رکیں.... لیکن اب ان
سامنے ایسا منظر تھا جس کی انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی۔

"ارے! جہاز کہاں گیا"۔

"یا اللہ رحم"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

سب لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے.... لیکن جہا
طرح گم تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔

"کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں"۔

"پپ پتا نہیں"۔

"کک.... کیا وہ جہاز جادو کا تھا۔ کسی نے کہا۔

"ہم کیا کہ سکتے ہیں.... جو لوگ اس جہاز پر سوار تھ

بتا سکتے ہیں"۔

"ہاں! آپ لوگ بتائیں.... ہمارے کپتان کہاں گئے.... یہ
ضرور آپ لوگوں کی کوئی چال ہے"۔

"جی نہیں.... ہمیں تو وہ جہاز خود سمندر سے ملا تھا.... اور وہ
ڈاکوؤں کا جہاز ہے"۔

"لیکن اب وہ کہاں ہے؟"

"یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ غرق ہو گیا"۔

"غرق.... ٹھہرو.... یہاں غوطہ خوری کا لباس ہے اور میں
غوطہ لگا سکتا ہوں"۔ نائب کپتان کی آواز سنائی دی۔

"تو پھر جلدی کریں.... شاید کپتان صاحب کو بچایا جا سکے"۔

"یہ تو خیر اب ممکن نہیں.... ہاں شاید میں ان کی لاش کو اوپر
لا سکتا ہوں"۔ اس نے کہا۔

غوطہ خوری کا لباس پہن کر وہ سمندر میں کود گیا.... آدھ گھنٹے
بعد وہ واپس آیا.... لباس اتارتے ہوئے اس نے کہا۔

"اس جگہ سمندر کی تہ میں کسی جہاز کا نام و نشان نہیں
ہے"۔

"تب پھر وہ جہاز کہاں گیا"۔ خان رحمان بڑبڑائے۔

"ہمیں جہاز سے غرض نہیں.... ہمیں تو اپنا کپتان چاہیے....

اور ہم اپنا کپتان آپ لوگوں سے لیں گے"۔

"آپ ہماری تلاشی لے لیں"۔ کھن نے گھبرا کر کہا۔

"خاموش.... یہ ضرور کوئی چکر باز لوگ ہیں.... شاید جادوگر ہیں"۔ نائب کپتان نے کہا۔

"کیا کہا.... جادوگر"۔ کئی آوازیں آئیں۔

"ہاں! جادوگر.... پکڑ لو اور پکڑ کر ان مستولوں کے ساتھ باندھ دو"۔ اس نے عملے کو کہا۔

عملے کے لوگ ان کی طرف بڑھے.... وہ اچھل کر ادھر ادھر ہو گئے۔

"ایک منٹ جناب ایک منٹ.... ہمارے بارے میں فیصلہ کرنے میں اتنی جلدی نہ کریں"۔

"تو پھر اور کیا کریں"۔ نائب کپتان چلایا۔

"نہ تو ہم جادوگر ہیں اور نہ اس جہاز پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ کپتان صاحب کے غائب ہونے میں ہمارا ہاتھ ہے.... ہم تو خود اس سمندری بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں.... اب آپ کو کیا بتائیں.... اگر ہمیں مستولوں سے باندھ کر آپ کو آپ کے کپتان صاحب مل سکتے ہیں تو ضرور باندھ لیں"۔

"باندھ لو انہیں.... یہ خود ہمیں کپتان واپس دیں گے"۔

نائب کپتان نے چلا کر کہا۔

"آپ ہمیں باندھ لیں.... لیکن ہم اپنی مرضی سے خود کو آپ لوگوں کے حوالے کر دیں گے.... اگر ہم نہ چاہیں تو آپ ہمیں نہ تو پکڑ سکیں گے اور نہ باندھ سکیں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے پرسکون انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اگر مطلب سمجھنا چاہتے ہیں تو پھر آپ لوگ صرف مجھے پکڑ کر دکھائیں"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید درمیان میں آ گئے۔

"ایک اکیلے آدمی کو پکڑنا کیا مشکل ہے"۔ نائب کپتان نے کہا۔

"تو دکھا دیں"۔

"پکڑ لو.... ان حضرت کو"۔

وہ سب یک دم ان پر جھپٹ پڑے اور سب کے سب آپس میں ٹکرا گئے۔

"یہ.... یہ کیا؟" نائب کپتان اور دوسروں کے منہ سے نکلا۔

"اسی لیے میں نے کہا تھا"۔ وہ ہنسے۔

"ارے.... تم کیا اندھوں کی طرح پکڑ رہے ہو.... ہوش میں

رہ کر پکڑو"۔ اس نے غرا کر کہا۔

اب وہ ہوش میں رہ کر آگے بڑھے.... آہستہ آہستہ' ایک ایک قدم کر کے .... نزدیک پہنچ کر انہوں نے انہیں چاروں طرف سے پکڑ لیا۔

"اچھی طرح مضبوطی سے پکڑنا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہم پکڑ چکے ہیں"۔

"اب مقتول کی طرف لاؤ"۔

"ہاں! لے چلو مجھے مقتول کی طرف"۔

انہوں نے زور لگایا.... لیکن ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکے.... اب تو ان کے ہوش اڑ گئے۔

"کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو.... اتنے سارے ہو اور ایک آدمی کو کھینچ کر مقتول تک نہیں لے جا سکتے"۔

"آپ بھی ہمارے ساتھ آ کر زور لگائیں"۔ ایک نے جل کر کہا۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

اس نے بھی آ کر انہیں پکڑ لیا اور لگا زور لگانے' لیکن وہ بھی کچھ نہ کر سکا۔

"آپ لوگ زور لگا چکے.... اب میں زور لگاؤں"۔ انسپکٹر

جمشید بولے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب آپ لوگ کس بات کا پوچھنا چاہتے ہیں"۔

"چپ بتا نہیں"۔

"یہ کہ انہوں نے خود کو ایک چکر دیا.... بس پھر کیا تھا.... وہ ادھر ادھر گر پڑے.... نائب کپتان صاحب بھی دور جا گرے.... اور انسپکٹر جمشید اکیلے کھڑے رہ گئے۔

اب وہ اٹھے تو ان سب کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"اب کیا ارادہ ہے.... ابھی تو میں اکیلا ہوں' لیکن اگر ہم سب حرکت میں آ گئے تو آپ سب کا کیا بنے گا یہ سوچ لیں.... آپ لوگ تو اتنا بھی نہیں سوچ سکتے کہ اگر ہم جادو کے ذریعے یا کسی اور طرح کپتان صاحب کو غائب کر سکتے ہیں تو آپ سب کو کیوں غائب نہیں کر سکتے"۔

ان کی اس بات نے انہیں سوچنے پر مجبور کر دیا۔

"بات تو ٹھیک ہے"۔ آخر نائب کپتان بولا۔

"جی.... کیا بات ٹھیک ہے"۔

"کپتان کے غائب ہونے میں ان کا ہاتھ نہیں ہے.... یہ تو

خود ان حالات میں پھنسے ہوئے لگتے ہیں"۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں.... کیا کپتان کے بغیر یہاں سے روانہ ہو جائیں"۔

"اس کے سوا اور ہم کیا کر سکتے ہیں"۔

یہ ان کے لیے بہت عجیب اور مشکل تھا.... لیکن اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا.... آخر وہ روانہ ہوئے۔

تین دن کے سفر کے بعد انہیں بتایا گیا کہ ایک ملک آنے والا ہے.... اگر اس کے ساحل پر اترنا چاہیں تو انہیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا.... لیکن اس ملک کی حکومت انہیں فوراً گرفتار کر لے گی۔

"کوئی پروا نہیں.... آپ لوگ بس ہمیں وہاں اتار دیں.... ویسے وہ مسلمانوں کا ملک ہے یا غیر مسلموں کا"۔

"ملک مسلمانوں کا ہے"۔

"تب تو بہت اچھی بات ہے"۔

"نہیں.... اتنی اچھی نہیں۔ نائب کپتان ہنسا۔

"کیا مطلب؟"

"وہ مسلمان ضرور ہیں.... لیکن انشارجہ کے مکمل اشاروں پر ناچتے ہیں"۔

"اوہ کوئی بات نہیں.... خود ہمارا ملک بھی تو انشارجہ کے اشاروں پر ناچتا ہے"۔

آخر انہیں اس ملک کے ساحل پر اتار دیا گیا.... ان سے کاغذات طلب کیے گئے.... ان کے پاس کاغذات کہاں تھے.... لہٰذا انہیں فوراً گرفتار کر لیا گیا.... اور کہا گیا کہ جو کچھ کہنا ہے ان کے آفیسر کے سامنے جا کر کہیں.... انہیں تو صرف ایسے لوگوں کو گرفتار کرنے کی ہدایات ہیں.... لہٰذا وہ خاموش ہو گئے.... کئی گھنٹے بعد انہیں ایک دفتر میں لایا گیا.... آفیسر نے انہیں گھورا اور بولا۔

"ہاں! تم لوگ اپنے بارے میں بتاؤ"۔

انسپکٹر جمشید نے مختصر طور پر اپنا اور اپنے ملک کا تعارف کرایا' پھر جن حالات کا وہ شکار رہے.... اسے سنا دیے.... وہ سن کر کسی سوچ میں گم ہو گیا.... پھر اس نے کہا۔

"کیا اس کہانی پر کوئی یقین کر سکتا ہے"۔

"آپ ہمارے ملک فون کر لیں.... وہ ہمارے بارے میں ہر قسم کی گارنٹی دیں گے"۔

"اچھی بات ہے.... اگر انہوں نے گارنٹی دے دی اور اخراجات ادا کر دیئے تو آپ لوگوں کو یہاں سے وہاں بھیج دیا جائے گا"۔

"بہت بہت شکریہ"۔

اب اس نے بذریعہ فون ان کے ملک کے صدر سے بات کی، ان کے نام سن کر ان کے صدر نے ان سے بات کرنے کی خواہش محسوس کی.... تو ریسیور انسپکٹر جمشید کو دے دیا گیا۔

"اف جمشید.... خدا کی پناہ.... تم لوگ ہو کہاں"؟

"سر.... بہت لمبی کہانی ہے.... فون پر آپ کو سنائی نہیں جا سکتی"۔

"کیا انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز بھی ساتھ ہیں"۔

"ہاں! بالکل"۔

"ٹھیک ہے.... ریسیور آفیسر کو دے دو"۔

اور پھر ان کی فون پر بات ہوتی رہی.... آخر ریسیور رکھ کر آفیسر نے کہا۔

"ٹھیک ہے.... آپ لوگوں کو نہایت آرام سے ہوٹل میں رکھا جائے گا.... چند گھنٹے تک آپ لوگوں کو ایک خصوصی پرواز کے ذریعے آپ کے ملک روانہ کر دیا جائے گا"۔

"بہت بہت شکریہ"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

آفیسر نے گھنٹی بجا دی.... ایک ماتحت اندر داخل ہوا۔

"انہیں نیشنل ہوٹل میں ٹھہرایا جائے گا.... یہ وہاں اس

وقت تک انتظار کریں گے جب تک کہ ان کا جہاز تیار نہیں ہو جاتا.... میں ایئرپورٹ حکام سے بات کر رہا ہوں"۔

"او کے"۔ اس نے کہا پھر ان کی طرف مڑا۔

"آیئے چلیں"۔

وہ اٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی.... آفیسر نے ریسیور اٹھایا اور دوسری طرف کی بات سنتے ہی اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے.... اس نے کہا۔

"آپ لوگ ایک منٹ ٹھہریں"۔

اس کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی.... ان کے دل دھک کرنے لگے۔

○☆○

پہلا حصہ ختم ہوا

ڈھانچوں کا جزیرہ

ایک منٹ تک وہ فون پر بات سنتا رہا' پھر ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑا۔

"مجھے افسوس ہے.... آپ کو ہم نیشنل ہوٹل میں نہیں ٹھہرا سکتے.... اس سلسلے میں کچھ دشواریاں ہیں.... لہٰذا ہم آپ کو کسی پرائیویٹ جگہ رکھیں گے.... اصل معاملہ کاغذات نے پیدا کیا ہے"۔

"کوئی بات نہیں سر.... اس سے کیا فرق پڑتا ہے.... پانچ چھ گھنٹے کی تو بات ہے.... ہم کہیں بھی یہ وقت گزار سکتے ہیں.... بشرطیکہ بات کوئی اور نہ ہو"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب.... بات کوئی اور نہ ہو"؟

"ہاں! یہ فون نیشنل ہوٹل کے بارے میں نہیں تھا.... آپ اب ہمیں جیل بھیج رہے ہیں.... اس لیے کہ یہ فون یا تو انشارجہ سے آیا تھا یا بنگال سے.... میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں"۔

"اس کا رنگ اڑ گیا.... آخر اس نے کہا۔

"اس میں شک نہیں کہ آپ بہت ذہین ہیں.... فون انشارجہ کا تھا.... وہ چاہتے ہیں' آپ لوگوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے.... آپ کے ملک نہ بھیجا جائے"۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں.... آپ ضرور ہمیں ان کے حوالے کر دیں.... آپ کا شکریہ آپ نے اصل بات بتا دی.... لیکن اب آپ ہمارے ملک کے صدر کو کیا جواب دیں گے.... آخر آپ مسلمان ہیں .... ایک مسلمان جب کسی کو پناہ دے دیتا ہے تو پھر چاہے کچھ ہو جائے.... وہ اس پناہ سے ہاتھ نہیں اٹھاتا.... یہاں تک کہ اگر اپنے بیٹے کے قاتل کو اس کے جرم کا علم نہ ہونے کی بنیاد پر پناہ دے دیتا ہے تو پھر پتا لگنے کے بعد بھی اس پناہ سے ہاتھ نہیں اٹھاتا.... آپ بھی مسلمان ہیں.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں.... آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں.... ہم پھر بھی آپ کا احسان مانیں گے' آپ نے ہمارے لیے کچھ کرنا تو چاہا تھا"۔

"م.... میں مجبور ہوں"۔

"ہاں! میں سمجھتا ہوں"۔

اور پھر چند گھنٹے بعد انہیں ایک سپیشل طیارے میں سوار کیا گیا.... ان کا سفر پھر شروع ہوا۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے.... اب ہماری ساری زندگی سفر کرتے بیت جائے گی اور ہم اس کیس کو حل نہیں کر سکیں گے"۔ شوکی نے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"اللہ مالک ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اور کیا.... کم از کم اس سمندری بھول بھلیوں سے تو بچ گئے ہیں"۔

"ہمارا اصل مسئلہ پروفیسر داؤد ہیں.... کسی طرح ان کا دماغ درست ہو جائے نا.... پھر ہم ان لوگوں سے نبٹ لیں گے"۔

"کک.... کون.... کس کے دماغ کی.... کیا بات کر رہے ہیں"۔ پروفیسر داؤد چونک کر بولے اور وہ مسکرا اٹھے۔

ان کا جہاز تین گھنٹے تک فضا میں رہا پھر نیچے اترتا نظر آیا.... اور آخر ایک ایئرپورٹ پر اتر پڑا۔

"آپ لوگ نیچے اتر جائیں"۔ جہاز کے رکنے کے بعد پائلٹ نے کہا۔

اس جہاز میں اس کے ساتھ بس یہ پائلٹ ہی بھیجا گیا تھا۔

"یہ آپ ہمیں کہاں لے آئے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے باہر جھانک کر کہا۔

"ہاں! کم از کم یہ انشارجہ کا تو کوئی شہر نہیں لگتا"۔

"یہ انشارجہ کا رشتے دار ہے"۔ پائلٹ طنزیہ انداز میں بولا۔

"مطلب یہ کہ ان انشارجہ کا کوئی دیہات ہے"۔

"آپ لوگ یہ بھی سمجھ سکتے ہیں.... بس آپ نیچے اتر جائیں"۔

"اور اگر ہم نہ اتریں"۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"اگر ہم نیچے نہ اتریں تو آپ کیا کریں گے"۔

"تب آپ کو زبردستی اتارا جائے گا"۔

"آپ بھی ہمارے ساتھ اتریں نا"۔

"کیا مطلب؟"

"اگر ہمیں یہاں رہنا ہے تو آپ کو بھی ساتھ رکھیں گے.... کبھی کہیں سیر کے لیے جانا پڑے گا تو چلے جایا کریں گے جہاز پر بیٹھ کر"۔

"آپ لوگ مجھے نہ اتاریں.... یہ بھی آپ کے لیے نقصان دہ ہو گا"۔

"اب ہم نے اس جنجھٹ میں پڑنا چھوڑ دیا ہے کہ نقصان میں رہیں گے یا نفع میں.... کیونکہ مدت ہوئی.... نہ ہمیں کسی نقصان کی صورت نظر آ رہی ہے نہ نفع کی"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... آپ کہتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلتا ہوں.... لیکن میری موجودگی آپ کے لیے ہو گی تکلیف دہ"۔ اس نے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی...." اس نے کہا' پھر چونک کر بولا۔

"کہیں آپ یہ خیال تو نہیں کر رہے کہ میں اکیلا ہوں اور آپ کے رحم و کرم پر ہوں"۔

"ہاں! یہ خیال بھی آیا تو تھا.... لیکن پھر ہم نے اس خیال کو جھٹک دیا"۔

"تو پھر.... اب کیا خیال ہے آپ کا"۔

یہ کہ آپ اگر نہ چاہیں تو ہمارے ساتھ جانے سے انکار کر سکتے ہیں اور ہم آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور کچھ بگاڑ بھی لیں.... تو بھی.... کوئی فرق نہیں پڑے گا.... اس لیے کہ آپ انسان نہیں.... روبوٹ ہیں.... بالکل انسان کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے آپ کو.... اور آپ کا کنٹرول دور ہے.... یہ بات چیت وہیں سے آپ کر رہے ہیں.... میں غلط تو نہیں کہہ رہا مسٹر ابظال"۔

"تم لوگ واقعی بہت چالاک ہو"۔ ابظال کی آواز سنائی دی.... یعنی پائلٹ کے منہ سے نکلی۔

"شکریہ.... آپ جہاز کو لے کر جا سکتے ہیں.... ہمارا اللہ مالک

ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

ابظال ہنسا.... پھر بولا۔

"یہ ہوئی نا بات.... جہاز کو واپس لے آؤ کامریڈ"۔ ابظال نے گویا روبوٹ سے کہا۔

"او کے سر"۔

"تو آپ نے ہمارے خوف کی وجہ سے ہمیں انشارجہ میں بھی نہیں داخل ہونے دیا.... اپنے ملک بھی نہیں آنے دیا.... کسی اور اسلامی ملک میں بھی نہیں جانے دیا"۔

"ہاں! یہی بات ہے.... یہی ہم چاہتے ہیں.... اسی لیے آپ کو ادھر ادھر گھما رہے ہیں.... لیکن آپ کی کاریگری کو بھی ماننا پڑتا ہے.... اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی آپ لوگ سمندر سے نکل آئے"۔

"بات دراصل یہ ہے انکل ابظال کہ سمندر کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے"۔

"بلکہ جزیروں اور ہمارا بھی چولی دامن کا ساتھ ہے"۔

"اس لیے تو آپ کو ایک جزیرے پر اتارا گیا ہے"۔

"ارے کیا.... ہائیں یہ جزیرہ ہے"۔

"ہاں کسی وقت آباد تھا.... یہاں باقاعدہ ایئرپورٹ تھا.... پھر

یہاں ایک وبا پھیلی تھی.... اور اس جزیرے کی ساری مسلم آبادی ہلاک ہو گئی تھی.... اس وقت سے یہ بے آباد پڑا ہوا ہے.... کسی نے اس کو آباد کرنے کی کوشش نہیں کی.... شاید لوگوں کا خیال ہے کہ اس میں اب تک اس بیماری کے جراثیم موجود ہیں"۔

"اور آپ نے ہمیں یہاں لا پھینکا"۔

"اس سے زیادہ مناسب جگہ کوئی نظر نہیں آئی تھی"۔

"اچھا شکریہ! ان حالات میں ہم پائلٹ کو یہاں روک کر کیا کریں گے.... نہ یہ جہاز ہمارے کسی کام آسکے گا"۔

"بالکل نہیں آئے گا"۔

"جاؤ میاں روبوٹ.... تم بھی کیا یاد کرو گے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

روبوٹ ہنس پڑا اور پھر.... جہاز اڑا کر لے گیا.... وہ جزیرے کی طرف متوجہ ہوئے۔

انسانی ڈھانچے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے.... شاید ان لوگوں کو مرے ایک مدت ہو گئی تھی۔

"ڈھ.... ڈھانچوں کا جزیرہ"۔ فاروق نے کانپ کر کہا۔

"ڈر رہے ہو یا ناول کا نام تجویز کر رہے ہو"۔ آفتاب بولا۔

"مم.... میں کیا تجویز کروں گا.... خود بخود تجویز ہو گیا ہے"۔

"آواز بھیک کیوں مانگ رہی ہے"۔ محمود ہنسا۔

"اور یہاں مانگ بھی کیا سکتی ہے"۔ وہ بولا۔

وہ جزیرے میں گھومتے رہے.... گھومتے رہے.... ہر طرف انسانی ڈھانچے تھے.... عمارات تھیں.... ان میں ہر قسم کا سامان تھا.... لیکن انسان نہیں تھے.... درخت اور پودے سوکھ چکے تھے.... کوئی کوئی درخت ذرا سا سبز نظر آ رہا تھا۔

"یہاں تو کھانے پینے کو بھی کچھ نہیں.... جو رہ گیا ہو گا.... اسے کیڑے مکوڑے کھا گئے ہوں گے.... اور جب ان کے لیے بھی کچھ نہیں بچا ہو گا تو وہ بھی بھوکوں مر گئے ہوں گے"۔

"ایسا ہی لگتا ہے"۔

"تت.... تو کیا ہم یہاں بھوکوں مریں گے"۔

"نہیں.... یہ ایک جزیرہ ہے.... سمندر کے کنارے جا کر ہم مچھلیاں تو پکڑ ہی سکتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور کیا ابا جان.... ہم کچی مچھلیاں کھائیں گے.... سمندر کا پانی پئیں گے"۔

"نہیں.... ہم آگ جلائیں گے.... سمندر کا پانی بخارات بنا کر محفوظ کریں گے.... آگ پر مچھلی پکا کر کھائیں گے.... فکر نہ کرو"۔

"چلیئے یہ تو ہو گیا.... لیکن سوال یہ ہے کہ ہم یہاں کب تک رہیں گے"۔

"پتا نہیں.... ان کا منصوبہ کیا ہے اور وہ کیا کرنا چاہتے ہیں"۔

"اللہ مالک ہے.... ہم جلد ہی اس جزیرے سے نکل کر غائب ہونے کی کوشش کریں گے.... تاکہ اس کے منصوبے سے ٹکرا جائیں"۔ آصف بولا۔

"ٹکرائیں گے تو تب نا.... جب اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو گا"۔

"ہمیں سب کچھ خود معلوم کرنا پڑے گا.... خود بخود تو کچھ معلوم ہو گا نہیں"۔

"لیکن ہم ابھی تک کچھ کرنے کی پوزیشن میں آئے کب ہیں"۔

"آ جائیں گے.... اللہ نے چاہا تو.... ہم ساحل کے ساتھ رہیں گے.... یہ جزیرے کا درمیان ہے"۔ انہوں نے کہا اور چل پڑے.... کئی گھنٹے تک چلنے کے بعد آخر انہیں سمندر نظر آنے لگا۔

سمندر کے کنارے انہوں نے ایک مکان صاف کیا.... اس میں ضرورت کی چیزیں جمائیں.... آگ کا بھی انتظام کیا.... یہ کام

پروفیسر داؤد کی آنکھ پر لگی عینک کے عدسے کے ذریعے کیا.... اور پھر اس مکان سے کچھ فاصلے پر لکڑی کے پڑے ہوئے ٹکڑوں میں آگ دکھا کر محفوظ کر لی گئی.... اب وہ جب چاہتے.... اس جگہ سے آگ لا کر اپنے گھر کا چولھا جلا سکتے تھے.... اب انہیں صرف ابلی ہوئی مچھلی اور سمندر کے صاف کئے ہوئے پانی پر گزارا کرنا تھا۔

ایک ہفتہ اسی طرح گزر گیا.... اس دوران وہ اونچی عمارات پر چڑھ کر گھنٹوں کسی جہاز کو دیکھنے کی کوشش کیا کرتے.... آخر ایک دن ایک جہاز انہیں نظر آ ہی گیا۔

"لو بھئی.... پھر آ گیا جہاز"۔

"سوال یہ ہے کہ کیا ہم' جہاز میں بیٹھ کر سمندر کے چکر سے نکل سکیں گے"۔

"پتا نہیں.... لیکن یہاں پڑے رہنے کا بھی تو کوئی فائدہ نہیں"۔

"مطلب یہ کہ کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے"۔

جہاز ساحل سے آ لگا.... وہ ساحل پر کھڑے تھے۔

"جہاز پر آ جائیں"۔ انہیں آواز دی گئی۔

"کیا مطلب.... کیا آپ کچھ پوچھیں گے نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں! ہم آپ لوگوں کو لینے کے لیے ہی آئے ہیں.... تاکہ آپ کو آپ کے ملک پہنچا سکیں"۔

"کیا مطلب؟" وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"انشارجہ' بیگال اور وناس کا منصوبہ مکمل ہو گیا.... ان ملکوں کو اسلامی دنیا کے خلاف جو کرنا تھا وہ کر چکے.... لہٰذا اب آپ کو جزیروں اور سمندر میں رکھنے کی ضرورت نہیں رہی.... ان کی زندگیوں کا یہ پہلا منصوبہ تھا جس میں وہ پوری طرح کامیاب ہو گئے ہیں اور آپ لوگ مکمل طور پر ناکام ہو گئے ہیں.... یہ فتح ابظال کی ہے.... موتال اور روگان کی بھی ہے.... ان لوگوں نے آپ کو نچائے رکھا.... اس قدر نچایا.... اس قدر نچایا کہ آپ شاید اب تک خود کو گھن چکر تو ضرور محسوس کرتے رہے ہوں گے"۔

"آپ گھن چکر کی بات کر رہے ہیں.... ہم تو خود کو نہ جانے کیا کیا کچھ محسوس کرتے رہے ہیں"۔

"بس تو پھر.... اب آپ کا یہ گھن چکر پن ختم ہوا.... اپنے گھروں کو جائیں .... اور آرام کریں"۔

انہیں جہاز پر سوار کر لیا گیا.... جہاز پر عملے کے سوا اور کوئی نہیں تھا.... گویا خاص طور پر یہ ان کے لیے ہی بھیجا گیا تھا۔

"لیکن ہمارے لیے طیارہ بھی تو بھیجا جا سکتا تھا"۔

"مسٹر ابظال نے پسند کیا کہ آپ کو اس مہم کا آخری سفر بحری ہی کرایا جائے.... کیونکہ اس پوری مہم کے دوران زیادہ تر سفر بحری ہی ہوئے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... یہ بھی سہی"۔

ان کا سفر سمندر میں شروع ہوا.... اور پھر ایک ہفتہ کے سفر کے بعد ان کا جہاز ان کے ملک کے ساحل پر لگا.... اپنے ملک کے ساحل پر اترتے ہوئے انہیں ایک انجانی سی خوشی ہوئی.... اگرچہ اس بار وہ کامیابی کے جھنڈے گاڑ کر نہیں آئے تھے.... اور جھنڈے کیا گاڑتے.... اس بار تو انہیں کیس کی ہوا تک نہیں لگنے دی گئی تھی۔

جونہی وہ خشکی پر آئے.... انہیں پولیس نے گھیر لیا.... اور جلدی جلدی ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں۔

"ارے! ارے.... ٹھہرو.... یہ کیا کر رہے ہیں.... ہم لوگ میک اپ میں تو نہیں ہیں"۔

"آپ لوگ کون ہیں.... ہمیں نہیں معلوم.... ہمیں تو صرف یہ اطلاع ملی تھی کہ کچھ جاسوس لوگ ملک میں ساحل کی طرف سے داخل ہونے والے ہیں"۔

"ارے بھئی.... ہم انسپکٹر جمشید.... انسپکٹر کامران مرزا اور

شوکی برادرز ہیں"۔

"کیا کہا"۔

وہ اس قدر زور سے چلایا کہ ان کے کان جھنجھنا اٹھے۔

○☆○

جعلی انسپکٹر جمشید

"آپ نے کیا کہا.... آپ انسپکٹر جمشید ہیں.... انسپکٹر کامران مرزا ہیں.... شوکی برادرز ہیں"۔ ان میں سے ایک نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! بالکل"۔ وہ بولے۔

"آپ بالکل غلط کہہ رہے ہیں"۔ اس نے کہا۔

"کیا مطلب.... ہم کیا غلط کہہ رہے ہیں"۔ انہوں نے پوچھا۔

"یہ کہ آپ لوگ انسپکٹر جمشید' انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز وغیرہ ہیں"۔

"تو پھر ہم کیا ہیں"۔

"آپ لوگوں نے اپنی شکلیں دیکھیں ہیں آئینوں میں"۔

"اب دیکھ لیتے ہیں"۔

"آئینہ لاؤ بھئی ان کے لیے.... میری گاڑی میں پڑا ہے"۔

"اوہو! لیکن ہم ایک دوسرے کی شکلیں تو دیکھ رہے ہیں....

اور ہم خود کو کہیں سے بھی کچھ اور نظر نہیں آ رہے"۔

"آئینہ تو آنے دیں نا"۔ وہ مسکرایا۔

آخر ایک بڑے سائز کا آئینہ ان کے سامنے لایا گیا.... انہوں نے اس میں دیکھا.... لیکن ان کے جسم آئینے میں نظر ہی نہیں آئے۔

"یہ تو پرانی بات ہو گئی.... آئینوں والی کہانی ہمیں یاد ہے"۔

"شہر میں داخل ہونے سے پہلے آپ کو ہمارے محکمہ سراغرسانی کے دفتر چلنا ہو گا"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں.... وہ تو ہمارا اپنا دفتر ہے"۔

"آپ پتا نہیں کیا سوچ رہے ہیں.... آئیے"۔ یہ کہہ کر وہ مڑا.... پھر اپنے ماتحتوں سے بولا۔

"ان لوگوں کو انسپکٹر جمشید کے دفتر لے کر جانا ہے.... اس قسم کے لوگوں سے وہی نبٹ سکتے ہیں"۔

"کیا کہا.... ہمیں انسپکٹر جمشید کے دفتر لے کر جانا ہے"۔ خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں اور کیا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے.... انسپکٹر تو ہمارے ساتھ موجود ہیں"۔

"خاموش.... ادھر ادھر کی نہ ہانکیں.... اور چپ چاپ

ہمارے ساتھ چلیں"۔

آخر انہیں ایک بڑی بند گاڑی میں بٹھایا گیا.... گاڑی آدھ گھنٹے تک چلتی رہی.... جب گاڑی کا دروازہ کھولا گیا تو انہوں نے دیکھا.... گاڑی محکمہ سراغرسانی کے دفتر میں کھڑی تھی.... پچھلا دروازہ کھولا گیا۔

"آئیے.... آپ کو آفیسر کے سامنے پیش کریں.... پھر وہ جیسا چاہیں گے' کیا جائے گا"۔

مارے حیرت کے ان کا برا حال تھا.... وہاں سب لوگ ان کے جانے پہچانے ہی تھے' لیکن اس وقت جیسے انہیں کوئی پہچان ہی نہیں رہا تھا.... ہاں حیرت زدہ نظروں سے ضرور دیکھ رہے تھے.... آخر انہیں ایک کمرے کے سامنے لایا گیا.... یہ کمرہ خود انسپکٹر جمشید کا تھا۔

"آئیے"۔ انہیں ساتھ لانے والے نے کہا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا' اس کے پیچھے وہ سب اندر داخل ہو گئے.... دوسرا لمحہ ان کے لیے حیران کن تھا۔

اندر میز کے پیچھے کرسی پر ایک عدد انسپکٹر جمشید بیٹھے تھے.... اور کمرے کے دائیں طرف اکرام موجود تھا.... اکرام نے انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا.... جب کہ کرسی پر بیٹھے ہوئے انسپکٹر

جمشید ابھی تک نظریں فائل پر جمائے بیٹھے تھے۔

"سر! یہ لوگ آپ سے ملنا چاہتے ہیں"۔

اب اس انسپکٹر جمشید نے سر اٹھایا اور حیران ہو کر بولا۔

"ارے.... یہ کیا یہ سب.... اس شخص نے میرا میک اپ کر رکھا ہے"۔

"اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے سر"۔ اکرام بولا۔

ان کی حیرت کا کیا پوچھنا۔

"یہ لوگ جعل ساز ہیں.... انہیں حوالات میں ڈال کر تفتیش شروع کر دی.... اکرام یہ کام تم کرو گے"۔

"او کے سر.... میں ان لوگوں کی اصلیت چند گھنٹوں کے اندر معلوم کر کے آپ کو رپورٹ کروں گا"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"آپ اصلی انسپکٹر جمشید نہیں ہیں.... بلکہ اصل انسپکٹر جمشید میں ہوں.... یہ بات میں آئی جی صاحب کے سامنے رکھوں گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھہرو بھئی.... پہلے انہیں آئی جی صاحب کے پاس لے جاؤ.... یہ وہاں بھی اپنا اطمینان کر لیں"۔

"بہت بہتر سر"۔

اب انہیں آئی جی صاحب کے آفس میں لایا گیا.... یہ وہی دفتر تھا جس میں وہ ہزارہا مرتبہ آئے تھے.... لیکن آج یہ انہیں اجنبی اجنبی لگا.... اندر داخل ہوئے تو آئی جی صاحب نے انہیں اجنبی نظروں سے دیکھا۔

"کیا بات ہے.... کون لوگ ہیں یہ"۔ انہوں نے پوچھا.... ان سب کو ان کی آواز سن کر حیرت ہوئی.... اس لیے کہ ان کی آواز بالکل وہی تھی جو وہ اپنی زندگی میں سنتے رہے تھے۔

"ان لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ انسپکٹر جمشید' انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز وغیرہ ہیں.... ہم انہیں انسپکٹر جمشید کے پاس لے گئے تھے.... انہیں دفتر میں دیکھ کر بھی ان لوگوں نے اپنے آپ کو غلط نہیں مانا"۔

"تو بند کر دو ان جعل سازوں کو.... میرے پاس لانے کی کیا ضرورت تھی"۔ آئی جی صاحب بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں انکل.... جلعساز اور ہم"۔

"ہاں تو اور کیا.... جب یہاں پہلے ہی انسپکٹر جمشید موجود ہیں.... ملک کے دوسرے حصے میں انسپکٹر کامران موجود ہیں.... اس حصے میں شوکی برادرز موجود ہیں تو جو وہ ہونے کا دعویٰ

کرے گا.... جعل سازی ہو گا نا"۔

"کیوں سر.... کیا دفتر میں بیٹھے ہوئے انسپکٹر جمشید نقلی نہیں ہو سکتے"۔ انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"اچھی بات ہے.... ہمیں ان کے جعلی ہونے کا ثبوت تو مہیا کرنے کا حق ہے یا یہ بھی نہیں ہے"۔

"ضرور کیوں نہیں.... لیکن تم لوگ شہر سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کرو گے' اس لیے کہ ان کا بھیس بدل کر تم نے دھوکا دینے کی کوشش کی ہے"۔

"ہم ابھی جا کر دفتر میں بیٹھے ہوئے شخص کو جعلی ثابت کرتے ہیں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... بھئی انہیں لے جاؤ.... یہ بھی کیا یاد کریں گے"۔ آئی جی صاحب ہنسے۔

ایک بار پھر انہیں ان کے دفتر میں لایا گیا۔

"اب کیا ہے"۔ اندر بیٹھے ہوئے انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ان کا خیال ہے کہ آپ جعلی انسپکٹر جمشید ہیں"۔

"اوہو اچھا.... تو آپ یہ بات ثابت کر دیں"۔

"ہاں! کیوں نہیں.... ہم آپ کے چہرے پر سے میک اپ

اتار دیتے ہیں"۔

"چلیں ٹھیک ہے.... کوشش کر لیں.... لیکن اگر آپ ایسا نہ کر سکے تو پھر آپ کو حوالات کی ہوا کھانا پڑے گی"۔

"کوئی بات نہیں' حوالات کی ہوا کوئی نئی چیز نہیں ہے ہمارے لیے"۔

انسپکٹر جمشید نے میک اپ ثابت کرنے کی سر توڑ کوشش کر ڈالی.... لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا.... اب تو ان کی پیشانی پر پسینہ آ گیا.... وہ جانتے تھے کہ سامنے بیٹھا شخص اصلی جمشید نہیں ہے.... لیکن میک اپ بھی ثابت نہیں ہو رہا تھا.... اب وہ کرتے تو کیا.... انہوں نے بے بسی کی حالت میں اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

"اب آپ لوگوں کو حوالات...."

عین اس وقت میز پر رکھے آلے پر اشارہ موصول ہوا.... یہ آلہ ان کی میز پر بنا تھا.... نئے انسپکٹر جمشید نے اس کا بٹن دبایا اور بولا۔

"یس سر"۔ اس نے فوراً کہا۔

"ان لوگوں کو حوالات میں بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں.... انہیں گھومنے پھرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیا جائے.... شہر سے باہر جانے پر بھی کوئی پابندی عائد نہ کی جائے"۔

"بہت خوب سر.... حکم کی تعمیل ہو گی"۔ اس نے کہا اور پھر ان کی طرف مڑا۔

"انہیں حوالات میں رکھنے کی ضرورت نہیں.... آپ لوگ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں"۔

"شکریہ جناب"۔ انسپکٹر جمشید بولے اور اپنے ساتھیوں کو لے کر باہر نکل گئے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے.... یہاں تو اصلی نقلی ثابت ہو گئے اور نقلی اصلی ثابت ہو گئے ہیں"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"چلیے چھوٹ گئے.... اب کچھ کرنے کی تو ضرورت نہیں رہے گی نا"۔ آفتاب نے خوش ہو کر کہا۔

"بس تو پھر چلتے ہم اپنے گھر چلتے ہیں"۔

"گھر.... کون سے گھر"۔ انسپکٹر جمشید نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"اپنے گھر!... اور کون سے گھر.... اپنا ایک ہی تو گھر ہے.... یا پھر.... انکل خان رحمان کے گھر چلتے ہیں.... یا پھر پروفیسر انکل کے گھر"۔

"شرط یہ ہے کہ یہ گھر مل جائیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی.... کیا مطلب.... گھر مل جائیں"۔ وہ ایک ساتھ

بولے۔

"ہاں! شاید ہم اپنے گھر بھی نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"آخر چل کر دیکھ لینے میں کیا حرج ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

اور وہ وہاں سے روانہ ہوئے.... گھر کی سڑک پر وہ آسانی سے پہنچ گئے اور اپنا گھر دیکھ کر ان کی باچھیں کھل گئیں۔

"خدا کا شکر ہے.... ایک کام تو اس پورے کیس میں آسانی سے ہوا"۔ فاروق مسکرایا۔

باقی بھی مسکرانے لگے.... دروازے پر پہنچ کر محمود نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ گھنٹی بجا دی۔

"اگر.... اگر اندر سے بھی"۔ فرزانہ ہکلائی۔

"کیا کہنا چاہتی ہو"۔

"اگر اندر سے بھی اصلی امی نہ باہر آئیں تو"۔

"ارے باپ رے"۔

عین اسی وقت دروازہ کھلا.... اور بیگم جمشید کا چہرہ دکھائی دیا.... لیکن ان لوگوں دیکھتے ہی ان کی پیشانی پر لکیریں ابھر آئیں۔

"کون ہیں آپ؟"

"ہو گیا کام"۔ آصف کے منہ سے نکلا۔

"آپ ہمیں نہیں جانتیں آنٹی"۔

"آنٹی.... کون آنٹی.... کس کی آنٹی.... کیسی آنٹی"۔ انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"ارے بھئی.... میں جمشید ہوں"۔

"آپ جمشید ہیں.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... نہیں نہیں.... آپ جمشید صاحب نہیں ہیں.... یہ غلط ہے.... جھوٹ ہے"۔

"آپ نے کیسے جانا کہ میں جمشید نہیں ہو سکتا"۔

"میں اور اپنے شوہر کو نہ جانوں گی"۔

"اچھا.... اندر محمود' فاروق اور فرزانہ ہیں"۔ محمود نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔

"ہاں! بالکل ہیں"۔

"مہربانی فرما کر انہیں بلا لیں"۔

"کیوں! کیا وہ تین تم لوگوں کو جانتے ہیں"۔

"ہاں! جانتے ہیں.... آپ بلائیں نا"۔

"محمود' فاروق' فرزانہ.... ذرا ادھر آنا.... دیکھو تو کون لوگ تم سے ملنے کے لیے آئے ہیں"۔

فوراً ہی قدموں کی آواز سنائی دی.... اور دروازے سے محمود' فاروق اور فرزانہ باہر نکلے.... ان لوگوں کو دیکھ کر انہوں نے

حیرت زدہ انداز میں پلکیں جھپکائیں.... محمود کے ہم شکل نے کہا۔

"آپ لوگ کون ہیں.... ہم تو آپ کو نہیں جانتے.... ہاں آپ میں سے تین کی شکل و صورت ہم تینوں سے ضرور ملتی جلتی ہے.... اور ان کی شکل ہمارے والد سے.... ارے.... یہ تو کوئی بڑی چکر معلوم ہوتا ہے.... اباجان کو فون کرنا چاہیے"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

تینوں اندر کی طرف دوڑ گئے۔

"آپ نے سن لیا.... دیکھ لیا.... اب اس سے پہلے کہ میرے خاوند یہاں آئیں' آپ لوگ کھسک لیں.... ورنہ وہ آپ کو حوالات میں بند کر دیں گے"۔

"خیر.... وہ ہمیں حوالات میں تو بند نہیں کریں گے"۔

"یہ بات آپ اتنے اطمینان سے کس طرح کہہ سکتے ہیں"۔ انہوں نے کہا۔

"ہم ہر بات اتنے یقین سے ہی کہہ سکتے ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"ہائیں.... یہ تو باتیں بھی محمود کے انداز میں کر رہا ہے"۔

"ہے جو میری کاربن کاپی"۔ نئے محمود نے واپس آتے ہوئے کہا۔

"کیا ہوا.... فون نہیں کیا اپنے اباجان کو"۔

"فاروق کر رہا ہے"۔

"اچھی بات ہے.... آپ لوگ چلتے پھرتے نظر آتے ہیں یا نہیں"۔

"چلتے پھرتے تو ایک زمانہ بیت گیا.... اب تو کچھ آرام کریں گے"۔

"تو جایئے.... اپنے گھر آرام کیجئے"۔

"گھر میں تو آئے ہیں.... یہ ہمارا اپنا گھر ہے"۔

"کیا کہا.... یہ آپ کا اپنا گھر ہے.... ابھی اگر میں محلے کے لوگوں کو جمع کر لوں نا.... تو وہ آپ لوگوں کو مار مار کر بھگا دیں.... ذرا بیگم شیرزای کو بلانا محمود"۔

"کیا فائدہ امی جان.... اباجان جو آ رہے ہیں"۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے"۔ اس نے کہا۔

ان کی نظریں بیگم شیزاری کی طرف اٹھ گئیں.... ان کا جی چاہا.... جا کر دستک دے ڈالیں.... لیکن پھر رک گئے.... چند منٹ بعد انسپکٹر جمشید کی کار دروازہ پر آ کر رکی.... نئے انسپکٹر جمشید نے نیچے اتر کر دروازے میں کھڑی بیگم جمشید سے کہا۔

"کیا بات ہے بیگم.... تم اس طرح دروازے میں کیوں کھڑی

ہو.... اور ان لوگوں کو.... ارے یہ تو وہی لوگ ہیں.... بھئی آپ یہاں بھی آ گئے.... اب کہیں آپ لوگوں کو حوالات میں قید نہ کرنا پڑے.... چلتے پھرتے نظر آئیں"۔

یہ کہہ کر وہ اندر داخل ہو گیا.... اور دروازہ کھٹ سے بند کر دیا گیا۔

انہوں نے بوکھلا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... پھر بیگم شیرازی کی طرف قدم اٹھانے لگے۔

○☆○

میں مان گیا

"شاید ہم سب مل کر ایک بہت طویل خواب دیکھ رہے ہیں' اس قدر طویل ہے، کیا بتاؤں"۔ فاروق نے دبی آواز میں کہا۔

"بس کچھ بتانے کی ضرورت نہیں"۔ آفتاب نے برا سا منہ بنایا۔

"اب اگر آنٹی بیگم شیرازی نے بھی ہمیں دھکے دے دیئے تو ہمارا کیا بنے گا"۔ شوکی نے بوکھلا کر کہا۔

"وہ بعد میں دیکھیں گے.... پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ بیگم شیرازی آنٹی ہمیں کن نظروں سے دیکھتی ہیں"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی.... کیا دیکھنا دیکھنا لگا رکھی ہے.... بھئی گھنٹی کا بٹن دباؤ جو تمہارا کام ہے"۔ آصف نے جھلا کر کہا۔

محمود نے اسے گھور کر دیکھا اور پھر بٹن دبا دیا' ساتھ ہی ان کے دل دھک دھک کرنے لگے.... آخر دروازہ کھلا اور بیگم شیرازی

کی صورت دکھائی دی' ان کے چہرے پر سختی کے آثار تھے.... دروازہ کھولتے ہی کرخت آواز میں بولیں۔

"مجھے بیگم جمشید نے فون کر دیا ہے کہ میرے دروازے پر نقلی لوگ موجود ہیں.... لہٰذا آپ لوگ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے"۔

"تو آپ کے خیال میں اس وقت جو لوگ گھر کے اندر ہیں' وہ اصلی ہیں اور ہم اتنے بہت سارے لوگ یہاں کھڑے ہیں تو ہم نقلی ہیں"۔

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"تب پھر ذرا غور کریں.... گھر میں صرف نقلی انسپکٹر جمشید' بیگم جمشید' محمود' فاروق اور فرزانہ موجود ہیں.... جب کہ ہمارے ساتھ پروفیسر داؤد' خان رحمان' انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز بھی موجود ہیں.... کیا یہ سب بھی ہم نقلی بنا کر لے آئے ہیں"۔

"ان باتوں کو تو میں نہیں جانتی"۔ وہ بولیں۔

"خیر.... ہم یہ کہتے ہوئے واپس جا رہے ہیں کہ ہم بالکل اصلی ہیں' آپ کی آنکھیں دھوکا کھا رہی ہیں"۔

"نہیں.... نہ میرے کان دھوکا کھا رہے ہیں نہ کوئی اور حصہ دھوکا کھا رہا ہے.... دھوکا تم لوگ مجھے دینا چاہتے ہو.... اور

میں دھوکا کھانے والی ہوں نہیں....."۔

انہوں نے بے چارگی کے عالم میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کریں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کرنا کرانا کیا ہے.... صبر شکر کے ساتھ واپس چلتے ہیں"۔

"اچھا بہن! آپ کا شکریہ' جب حقیقت کھل کر آپ کے سامنے آگئی تو آپ ضرور افسوس کریں گی.... کہ کن لوگوں کو آپ نے اپنے دروازے سے لوٹا دیا تھا"۔

"ہاں ہاں میں کر لوں گی افسوس.... آپ جائیں.... چلتے پھرتے نظر آئیں"۔

"کمال ہے.... یہاں تو ہر شخص ہمیں یہی کہہ رہا ہے.... چلتے پھرتے نظر آئیں.... آیئے چلیں انہیں بھی چلتے پھرتے نظر آجائیں.... ورنہ یہ برا مان جائیں گی"۔ مکھن نے بھناتے ہوئے انداز میں کہا۔

وہ وہاں سے ہٹ آئے.... کرائے کی ایک بڑی گاڑی وہ پہلے ہی لے چکے تھے' اب اس میں سوار ہوئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"اب کہاں جائیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"کہیں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے.... بس اسی کرائے کی گاڑی میں زندگی گزار دیتے ہیں"۔ فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن ہم انکل خان رحمان کے گھر تو جا ہی سکتے ہیں.... اب ان لوگوں نے نقلی خان رحمان تو بنا نہیں لیا ہو گا"۔ فرحت بولی۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ رفعت فوراً بولی۔

"بہت دیر بعد تمہاری آواز سنائی دی"۔

"نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے"۔

"کیا مطلب.... کون سے نقار خانے کی اور کون سی طوطی کی بات کر رہی ہو"۔ مکھن نے حیران ہو کر کہا۔

"اب تم سے کون مغز مارے"۔ رفعت جل گئی۔

"ہاں! یہ کی ہے بات رفعت نے.... تم سے کون مغز مارے"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اس میں اس قدر خوش ہونے کی کیا بات ہے"۔

"تو پھر کس میں اس قدر خوش ہونے کی بات ہے.... یہ تم بتا دو"۔ فاروق بول اٹھا۔

"اب تم سے کون مغز مارے"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"دیکھا آ گئی نہ وہی بات.... یہی میں کہہ رہا تھا"۔

"پتا نہیں کون سی بات آ گئی اور تم کون سی بات کہہ رہے

تھے"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"ارے.... مم.... مگر.... ہماری اپنی امی کہاں ہیں"۔

"حد ہو گئی.... ہم اتنی بڑی بات بھول گئے"۔

"اب یہ سوال ہم کس سے پوچھیں.... یاد تو خیر مجھے یہ بات تھی"۔ انسپکٹر جمشید بے چارگی کے عالم میں بولے۔

"او کے.... کسی سے نہ پوچھیں.... پہلے ہم خان رحمان کے گھر کی خبر لیتے ہیں.... آیا وہاں بھی کوئی نقلی ظہور انکل یا خان رحمان انکل تو نہیں ہیں.... پھر تجربہ گاہ کا رخ کریں گے"۔

اور پھر خان رحمان کے دروازے پر پہنچ کر محمود نے دستک دی.... اندر سے ظہور انکل کی بلند آواز سنائی دی۔

"ارے! یہ انداز تو محمود بھائی کا ہے"۔

"شکر ہے.... کسی نے پہچانا تو"۔

دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی اور دروازہ کھلا تو ظہور کی شکل نظر آئی۔

"کک.... کیا.... یہ سچ مچ آپ ہیں"۔

"ہاں! سچ مچ ہم ہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"لیکن انکل ظہور.... یہ آپ نے بات کیا پوچھی"۔

"ایک مدت ہو گزر گئی آپ لوگوں کو گھر لوٹے.... ارے مم

مگر.... اس نے میرا کیا نام لیا تھا"۔ اس نے فاروق کو گھورا۔

"وہ زبان پھسل گئی تھی.... آپ کوئی خیال نہ کریں"۔

"میں خیال فرمانے کا تو ویسے بھی عادی نہیں ہوں"۔ ظہور نے فوراً کہا۔

"بھئی واہ! ظہور انکل بھی ہمارے رنگ میں رنگتے چلے جا رہے ہیں"۔

"اب یہاں دروازے پر کھڑے رہنے کی کیا ضرورت ہے.... یہاں تو ہمیں کوئی اندر داخل ہونے سے نہیں روک رہا"۔

"ہاں! یہ تو ہے.... خیر.... آیئے اندر"۔

سب اندر آ گئے.... اندر خان رحمان کے بیوی بچے بھی موجود تھے.... بچے تو ان سے لپٹ ہی گئے.... پھر انہوں نے باقی لوگوں سے ہاتھ ملائے۔

"آپ کہاں چلے گئے تھے اباجان"۔ حامد نے خان رحمان سے پوچھا۔

"حامد! تم نے یہ سوال صرف انکل سے کیا ہے.... یا باقی سب لوگوں سے بھی"۔

"کیوں! باقی سب لوگ تو سفر سے واپس آ گئے تھے.... بس ہمارے اباجان نہیں آ سکے تھے"۔ حامد نے روتے ہوئے کہا۔

"اور واپس آنے والوں نے آپ کو کیا بتایا تھا"۔

"یہ کہ آپ گم ہیں.... مہم کے دوران گم ہو گئے تھے.... امید ہے جلد آ جائیں گے"۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... ان کے دماغ برابر گھوم رہے تھے۔

"یوں لگتا ہے.... جیسے ہم بالکل گھن چکر بن جائیں گے"۔

"مقابلہ ابلال سے ہے.... اور اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ہم لوگوں پر اس قدر نظر رکھی ہوئی ہے کہ شاید ہمیں کہیں بھی نظروں سے اوجھل نہیں رکھا جا رہا"۔

"ایک منٹ! پہلے میں تجربہ گاہ فون کر لوں"۔

"کک.... کیا کہا.... کہاں فون کر لیں"۔

"ارے ہاں یاد آیا.... پروفیسر صاحب کو تجربہ گاہ لے جاتے ہیں.... اپنی تجربہ گاہ کو دیکھ کر شاید ان کی یادداشت واپس آ جائے"۔

"کیا مطلب.... کیا پروفیسر صاحب کی یادداشت جاتی رہی ہے"۔ بیگم خان رحمان نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! کچھ ایسا ہی معاملہ ہے"۔

"تو پھر پہلے کچھ کھا لیتے ہیں.... پھر تجربہ گاہ چلیں گے.... بیگم

ہمیں کتنی دیر میں کھانا تیار مل سکتا ہے"۔

"جی بس تین منٹ میں"۔

"کیا کہا.... تین منٹ میں"۔

"ہاں! بے شک آپ گھڑی دیکھ لیں"۔

انہوں نے گھڑیاں دیکھ لیں.... ٹھیک تین منٹ بعد کھانا میز پر لگا دیا گیا.... جونہی انہوں نے لقمے منہ میں رکھے' وہ زور سے اچھلے۔

"یہ.... یہ کھانا کس نے بنایا ہے"۔

"میں نے ایک نئی نوکرانی ملازم رکھی ہے.... ان دنوں"۔

"انہیں بلائیں.... جلدی کریں"۔ محمود چلا کر بولا۔

"ارے ارے کیا ہو گیا ہے آپ کو"۔ بیگم خان رحمان گھبرا گئیں۔

"بیگم تم جلدی کرو.... اس ملازمہ کو بلاؤ"۔

"جی بہتر"۔

ان کے سامنے جو عورت لائی گئی.... وہ بیگم جمشید کے سوا کوئی اور نہیں ہو سکتی تھیں۔

"اف امی جان! آپ اور یہاں اور ایک نوکرانی کے روپ میں.... اور آنٹی آپ نے انہیں پہچانا نہیں"۔

"آپ لوگوں کو دھوکا ہو رہا ہے.... یہ بیگم جمشید نہیں ہیں"۔ بیگم خان رحمان بولیں۔

"کیا بات کر رہی ہو بیگم"۔ خان رحمان نے بھنا کر کہا۔

"کیوں.... کیا بات ہے"۔

"یہ بیگم جمشید ہیں.... شکیلہ بہن"۔

"نہیں.... آپ کو دھوکا ہوا ہے"۔

"آپ نے ان کے چہرے کو اچھی طرح دیکھا ہے"۔

"ہاں بالکل"۔ وہ بولیں۔

"اور یہ آپ کو بیگم جمشید نہیں لگیں"۔

"جی نہیں تو.... یہ کہاں سے بیگم جمشید ہیں"۔ وہ بولیں۔

"اچھا ایک منٹ ٹھہریں.... محترمہ آپ بتائیں.... آپ کون ہیں"۔

"مم.... میں.... بس میں ہوں.... اور یہ بہن بھی ٹھیک ک ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... یہ گھر تو میرا ہے یا نہیں"۔ خان رحمان نے جل کر کہا۔

"ہاں بالکل ہے.... کیوں نہیں ہے.... کس نے کہا ہے ک گھر آپ کا نہیں ہے"۔

"چلیے ٹھیک ہے.... سر چھپانے کی جگہ تو ملی.... ڈیرے ڈال دو بھئی.... باقی معاملے پر غور کر لیتے ہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

وہ بڑے کمرے میں آ گئے.... قالین پر بیٹھ گئے۔

"پہلے تو ہم تجربہ گاہ فون کرتے ہیں.... ذرا دیکھیں تو سہی وہاں کوئی پروفیسر داؤد موجود ہیں یا نہیں"۔

"میرا خیال ہے پروفیسر داؤد تو وہاں ہوں گے.... ادھر انسپکٹر کامران مرزا کے دفتر میں بھی کامران مرزا موجود ہوں گے"۔

"نن نہیں" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"اور کیا کہہ سکتے ہیں.... دیکھ لیجیے گا"۔ انسپکٹر جمشید بولے اور پھر انہوں نے تجربہ گاہ کے نمبر ڈائل کیے.... ادھر سے فوراً ہی جواب ملا۔

"جی فرمایئے.... آپ کو کس سے بات کرنا ہے"۔

"یہ پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ ہے نا"۔

"جی ہاں! بالکل ہے"۔

"تو پھر ذرا انہی سے بات کرا دیں"۔

"آپ کا نام؟"

"انسپکٹر جمشید"۔

"ایک منٹ ہولڈ کریں"۔

ایک منٹ بعد پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی۔

"آہا.... پروفیسر صاحب یہ آپ ہیں"۔

"ہاں بالکل [illegible].... اور آپ انسپکٹر جمشید ہیں.... یہی بات ہے نا"۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی بالکل.... یہی بات ہے"۔

"فرمایئے.... آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"یہ بتانا کہ نقلی نقلی ہے اور اصلی اصلی"۔

"پتا نہیں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"بہت جلد معلوم ہو جائے گا"۔

یہ کہ کر انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"تجربہ گاہ میں ایک عدد پروفیسر صاحب موجود ہیں.... انسپکٹر کامران مرزا آپ اپنے دفتر میں فون کریں"۔

انہوں نے اپنے دفتر فون کیا.... وہاں ایک عدد انسپکٹر کامران مرزا موجود تھے.... گھر فون کیا وہاں تین بچے اور بیگم کامران موجود تھیں.... آخر انہوں نے فون کا ریسیور رکھ دیا۔

"معلوم ہو گیا کہ ہمارا مقابلہ ابلال سے ہے"۔

"ٹکر مارنے کو کوئی جگہ بچی تو نہیں رہ گئی"۔ ایسے میں شوکی

کی آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب؟" سب نے شوکی کی طرف دیکھا۔

"تمام جگہوں پر انہوں نے نقلی بٹھا دیئے ہیں' ایسے نقلی جنہیں ہم نقلی ثابت نہیں کر سکتے.... جن کے چہروں پر میک اپ ثابت نہیں کر سکتے.... لیکن ہم صدر مملکت سے ملاقات تو کر سکتے ہیں.... ان کے سامنے ساری صورت حال تو رکھ سکتے ہیں.... اور ان سے تو یہ کہ سکتے ہیں کہ ان تمام جعل سازوں کو گرفتار کرائیں"۔

انسپکٹر جمشید یہ سن کر مسکرا دیئے۔

"آپ کی مسکراہٹ سمجھ میں نہیں آ رہی"۔ شوکی نے کہا۔

"ان مسکراہٹوں میں بس یہی تو بات ہے.... سمجھ میں نہیں آتیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ایک تو تم اپنی ٹانگ اڑا بیٹھتے ہو"۔ آفتاب نے جھلا کر کہا۔

"اور تم تو جیسے خاموش رہے ہو نا"۔ مکھن بھنا کر بولا۔

"ہاں! خاموش تو بس' مکھن صاحب رہے ہیں"۔ فرحت نے خوش ہو کر کہا۔

"میں مان گیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی سے کہا۔

"آپ کیا مان گئے"۔

"یہ کہ تم لوگ خاموش تو رہ ہی نہیں سکتے اور سب کچھ کر سکتے ہو"۔

"بات یہ ہو رہی تھی.... ہم کیوں نہ صدر صاحب کے پاس چلیں"۔

"ہاں! ٹھیک ہے.... لیکن ہم یہ کام کل شروع کریں گے.... اب بہت تھک گئے ہیں.... کچھ حالات نے تھکا دیا ہے"۔

دوسرے دن وہ ایوان صدر کی طرف روانہ ہوئے.... لیکن دروازے پر انہیں روک لیا گیا.... ان کی طرف رائفلیں تان دی گئیں۔

○☆○

یا اللہ رحم

"کیا بات ہے بھئی.... ہمیں پہچانتے نہیں"۔

"بہت اچھی طرح پہچانتے ہیں.... تم سب لوگ نقلی ہو.... ابھی ابھی تو انسپکٹر جمشید' انسپکٹر کامران مرزا' شوکی برادرز وغیرہ اندر گئے ہیں.... صدر صاحب سے ملنے"۔

"کیا کہا"۔ وہ چلائے۔

"آہستہ بولو.... یہ ایوان صدر ہے.... آپ کے چلانے کی آواز اندر چلی گئی تو مصیبت ہماری آ جائے گی' ویسے آپ لوگوں کو جعل سازی کے سلسلے میں گرفتار کرا دینا چاہیے"۔

"ضرور گرفتار کرا دیں.... اب ہمیں اس بات کی کوئی پروا نہیں رہ گئی ہے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اچھا آپ لوگ ذرا ایک طرف ہو کر کھڑے ہو جائیں.... ان لوگوں کے باہر آنے کا وقت ہو گیا ہے"۔

"یا اللہ رحم"۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور پیچھے

ہٹ گئے.... عین اسی وقت دروازے سے تینوں پارٹیاں آتی نظر آئیں.... حد یہ کہ ان میں خان رحمان اور منور علی خان بھی تھے.... پروفیسر داؤد بھی تھے۔

"میرا بے ہوش ہو جانے کو جی چاہ رہا ہے۔"

"ابھی نہیں.... پہلے ذرا صدر صاحب سے مل لیں۔"

ان کے پاس سے گزرتے وقت وہ رک گئے۔

"ارے! یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں"۔ نقلی فاروق بالکل اصلی فاروق کے لہجے اور انداز میں بولا۔

"یہی ہم سوچ رہے ہیں"۔ نقلی محمود نے کہا۔

"ان لوگوں نے شاید ہمارے میک اپ کر رکھے ہیں"۔ نقلی انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر نگرانوں کی طرف مڑے۔

"یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟"

"صدر صاحب سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں"۔

"تو کرا دو بھئی.... لیکن انہیں بتا دینا.... یہ لوگ بالکل نقلی ہیں"۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں"۔

وہ لوگ تو چلے گئے.... یہ پھر آگے بڑھے۔

"آپ ہماری ملاقات صدر صاحب سے کرا رہے ہیں یا

نہیں"۔

"نہیں.... اس لیے کہ آپ لوگ نقلی ہیں۔"

"اس کا فیصلہ تو وقت کرے گا کہ نقلی کون ہے اور اصلی کون"۔

"ہم آپ لوگوں کو اندر نہیں جانے دیں گے.... ابھی ابھی تو آنکھوں سے اصلیوں کو اندر جاتے دیکھا ہے"۔

"اچھا تو پھر ہم بھی آج صدر صاحب سے ملاقات کریں گے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے اسے گردن سے پکڑ لیا.... ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا نے دوسرے محافظ کو دبوچ لیا۔

"خاموش! حلق سے آواز نکالی تو ہم سے برا کوئی نہ ہو گا"۔

اسی حالت میں وہ اندر داخل ہو گئے .... دونوں محافظ ساتھ تھے.... اور ان کی گردنیں کچھ اس طرح ان کے قابو میں تھی کہ وہ ان کے ساتھ چلتے یوں نظر آ رہے تھے جیسے اپنی خوشی سے چل رہے ہوں۔

"یہ آپ لوگ اچھا نہیں کر رہے"۔ ایک نگران نے کہا۔

"کوئی بات نہیں.... برا تو کر رہے ہیں.... ہمیں تو اب یہ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا اچھا ہے اور کیا برا.... اب تو ہم بس وہ

کریں گے جو ہماری سمجھ میں آئے گا.... اور فی الحال ہماری سمجھ میں بس یہی آیا ہے.... زیادہ آئیں بائیں شائیں کی تو ہم تمہاری گردنیں دبا دیں گے.... کیا سمجھے"۔

"لیکن اندر جو ملٹری پولیس والے موجود ہیں.... ان کا کیا کریں گے"۔ ایک محافظ نے غرا کر کہا۔

"آواز نہ بلند کرنا.... یہ ہماری نرمی ہے کہ تم بول رہے ہو.... ورنہ تو حلق سے آواز تک نہیں نکال سکتے.... لو تجربہ کر لو.... اب بول کر دکھاؤ تو جانیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے گردنوں پر دباؤ بہت بڑھا دیا.... ان کی آنکھیں باہر کو ابلنے لگیں.... اور نہ ہی کوئی لفظ وہ منہ سے نکال سکے.... آخر انہوں نے ہاتھوں کے اشاروں سے ان سے کہا کہ وہ ان کی بات سمجھ گئے ہیں اور انہیں مان گئے ہیں' دباؤ کم کر دیں نا۔

"ہم دباؤ کم کر رہے ہیں.... لیکن اگر تم نے ملٹری پولیس کو اشارہ دیا تو پھر ہم تمہاری گردنیں تو مکمل طور پر دبا ہی دیں گے"۔

وہ سہم گئے اور ملٹری پولیس کو کوئی آواز نہ دے سکے.... آخر وہ اس کمرے میں داخل ہوئے جس میں صدر صاحب کا دفتر تھا.... وہ اپنی کرسی پر بیٹھے کچھ لکھنے میں مصروف تھے۔

"السلام علیکم سر"۔

انہوں نے سر اوپر اٹھایا اور فوراً بولے۔

"ارے! تم لوگ واپس آ گئے"۔ پھر خود ہی جلدی سے بولے۔

"نن نہیں.... تم اصلی نہیں ہو سکتے.... ضرور نقلی والے ہو.... ابھی ابھی تو وہ مجھے بتا کر گئے ہیں کہ نقلی والے بھی ملاقات کی کوشش کریں گے.... ان لوگوں کو تم نے گرفتار کیوں نہیں کر دیا اور یہ کیا' تم ان کے ساتھ ساتھ کیوں آ گئے"۔

"ہم آئے نہیں.... یہ لوگ ہمیں زبردستی ساتھ لائے ہیں"۔

"ابھی ان کا انتظام کرتا ہوں"۔ یہ کہہ کر انہوں نے گھنٹی بجائی۔

"سر' ایک منٹ.... ہم کہیں بھاگے نہیں جا رہے.... آپ ہمیں ضرور گرفتار کرا دیں.... ہم خود اب آزاد نہیں رہنا چاہتے.... یہاں آزاد رہ کر کریں گے بھی کیا.... ہمارے اپنے ملک میں ہمیں نقلی کہا جا رہا ہے.... اور نقلیوں کو اصلی کہا جا رہا ہے.... اور اس سلسلے میں نیچے سے لے کر اوپر تک سب کا ایک ہی خیال ہے.... کوئی بھی تو ہمیں اصلی سمجھنے پر تیار نہیں ہے' یہی کچھ آپ کر

رہے ہیں.... اب رہ کیا گیا"۔

"جذباتی انداز اختیار کر کے تم مجھے غلط فہمی میں مبتلا نہیں کر سکتے.... مجھے پہلے ہی ساری حقیقت بتا دی گئی ہے.... میں نے تو تم لوگوں کی گرفتاری کے احکامات بھی جاری کر دیئے تھے.... لیکن ان لوگوں نے ہی ایسا کرنے سے منع کر دیا.... وہ چاہتے ہیں' تم لوگ گھومو پھرو اور اپنے آپ کو اصل ثابت کر کے دکھاؤ"۔

"سر! یہی تو ہم کرنا چاہتے ہیں.... آپ موقع بھی تو دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً کہا۔

"نہیں.... تم یہ کوشش مجھ سے شروع نہ کرو.... کہیں اور سے شروع کرو.... جب ثبوت مکمل کر لو تو پھر مجھ سے آ کر بات کرنا"۔

"جیسے آپ کی مرضی.... اگر آپ اس وقت ہمیں کوئی موقع نہیں دینا چاہتے تو ہم چلے جاتے ہیں"۔

اور وہ باہر نکل آئے۔

"ہمیں مکمل طور پر بے بس کر دیا گیا ہے"۔

"ہمارے پاس لے دے کر بس انکل خان رحمان کا گھر ہے.... اور بس"۔ وہ بھی اس لیے کہ انہوں نے ابھی تک نقلی خان رحمان نہیں بنایا۔

"لہٰذا ہم وہیں چل کر غور کرتے ہیں"۔

وہ خان رحمان کے گھر پہنچے۔

"پہلے ہم امی جان کا معاملہ کیوں نہ صاف کر لیں"۔

"بھئی ان کی بھی پروفیسر داؤد کی طرح برین واشنگ کی گئی ہے.... شکر کرو.... وہ اپنے ہی گھر میں نوکرانی بنی ہوئی ہیں.... ورنہ ہم انہیں سارے شہر میں تلاش کرتے پھرتے.... فی الحال انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو"۔

"تو ہم پروفیسر انکل اور امی جان کا علاج کیوں نہ شروع کر دیں.... آپ کے اتنے بڑے بڑے ڈاکٹر دوست ہیں"۔

"ہاں! میں ایسا ضرور کروں گا.... تم فکر نہ کرو.... بلکہ میں ابھی فون کرتا ہوں"۔

انہوں نے دماغ کے ماہر ایک ڈاکٹر کو فون کیا.... اپنا نام' پتا بتایا اور ریسیور رکھ دیا.... ایک گھنٹہ گزر گیا.... لیکن ڈاکٹر نہ پہنچے.... انہوں نے پھر فون کیا تو دوسری طرف سے ڈاکٹر نے کہا۔

"میں فوراً روانہ ہوا تھا.... لیکن خان رحمان کے گھر تک نہیں پہنچ سکا.... بہت دیر تک چکر کھاتا رہا.... لیکن گھر نہ مل سکا.... آخر تھک ہار کر واپس آ گیا"۔ اس نے بتایا۔

"لیکن آپ تو یہاں کئی بار آ چکے ہیں"۔

"ہاں! آ چکا ہوں.... لیکن اس بات پر حیرت مجھے بھی ہے"۔

"اچھی بات ہے.... ہم خود آپ کے پاس آ جاتے ہیں"۔

"یہ ٹھیک رہے گا.... میں آپ کا انتظار کروں گا"۔ اس نے کہا۔

"میں اکیلا پہلے صرف پروفیسر صاحب کو لے کر چلا جاتا ہوں.... یا انہیں بھی یہیں رہنے دیتے ہیں اور میں انہیں ساتھ لے آتا ہوں"۔

"ہاں! یہ زیادہ مناسب رہے گا.... پروفیسر صاحب کو ساتھ لے جانا مناسب نہیں ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

چنانچہ انسپکٹر جمشید گھر سے نکل گئے.... خان رحمان کی چھوٹی کار میں بیٹھ کر وہ ڈاکٹر کے گھر کی طرف روانہ ہوئے.... لیکن جلد ہی انہیں محسوس ہو گیا کہ وہ ان کے گھر تک نہیں پہنچ سکیں گے.... راستے پھر گڈ مڈ ہو رہے تھے.... یہ بات محسوس کرتے ہی انہوں نے واپس خان رحمان کے گھر کی راہ لی۔

خان رحمان کا گھر انہیں آسانی سے مل گیا.... گویا ان کے لیے اس گھر کا راستا گڈ مڈ نہیں تھا اور ڈاکٹر کے لیے اپنے گھر کا راستا گڈ مڈ نہیں تھا.... وہ ڈاکٹر کے پاس نہیں جا سکتے تھے.... ڈاکٹر ان کے پاس نہیں آ سکتے تھے۔

جب وہ گھر میں داخل ہوئے تو سب کے سب لوگ انہیں دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔

"آپ اس قدر جلد آ گئے ابا جان"۔ فرزانہ بولی۔

"ہاں! جس طرح ڈاکٹر صاحب یہاں نہیں پہنچ سکے.... بالکل اسی طرح میں ان کے گھر تک نہیں پہنچ سکا"۔

"کیا مطلب"۔ وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"اب مطلب کس بات کا بتاؤں"۔

"آپ نہ بتائیں.... اس بات کا مطلب.... گویا ابھی راستوں کے گڈ مڈ ہونے کی وبا اس شہر سے ختم نہیں ہوئی"۔

"میرے خیال میں یہ بات نہیں.... وہ جس آدمی کا راستا گڈ مڈ کرنا چاہتے ہیں کر دیتے ہیں"۔

"ہوں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے"۔

"مطلب یہ کہ اب ہم ڈاکٹر صاحب کی خدمات بھی حاصل نہیں کر سکتے.... اور...."

"ایک منٹ.... سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ انہیں ہماری ہر بات کی خبر کس طرح لگ جاتی ہے"۔

"ہاں واقعی.... پہلے اس بات کا سراغ لگانا پڑے گا.... آخر اس گھر میں ہونے والی گفتگو انہیں کس طرح معلوم ہو جاتی ہے"۔

"ہمیں انکل کے گھر کی اچھی طرح چھان بین کرنا ہو گی"۔

"تو پھر شروع ہو جائیں.... کاش اس وقت پروفیسر صاحب کا دماغ درست حالت میں ہوتا.... یہ نہایت آسانی کے ساتھ آلات کے ذریعے سراغ لگا سکتے تھے"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... ہم لوگ بھی کچھ نہ کچھ کر ہی گزریں گے"۔

وہ سوچ میں ڈوب گئے.... پھر فرحت زور سے اچھلی۔

"اجازت ہو تو کچھ عرض کروں"۔

"بھئی ہم تو اسی انتظار میں ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"اس گھر میں موجود افراد میں سے آنٹی کی دماغی حالت انہوں نے خراب کی تھی.... تبھی تو وہ یہاں نوکرانی بن کر رہ رہی ہیں"۔

"ہاں! یہ تو ہے.... تو پھر"۔

"پھر یہ کہ اس گھر میں جو کچھ بھی کیا گیا.... وہ ان کے ذریعے ہی کیا گیا ہو گا.... اگر انہوں نے کوئی آلہ یہاں لگایا ہو گا تو ان کے ذریعے لگایا ہو گا"۔

"یہ ضروری نہیں.... خان رحمان کی عدم موجودگی میں کسی بھی چیز کے مکینک کے ذریعے کوئی آلہ اس گھر میں نصب کیا جا سکتا تھا.... اور اب وہ اس آلے کے ذریعے ہی اس گھر میں ہونے

[illegible] ہر بات سن سکتے ہیں"۔

"ہو سکتا ہے.... یہی بات ہو.... لیکن سب سے پہلے کیوں نہ [illegible]نی کے دماغ کو چیک کیا جائے.... کیا خبر ان کے دماغ میں کوئی آلہ [illegible]ن کیا گیا ہو"۔ فرحت نے پرجوش انداز میں کہا۔

"اوہ نہیں!!" وہ چلائے۔

اور پھر وہ بیگم جمشید کی طرف دوڑ پڑے.... وہ اپنے کمرے [illegible]ں بستر پر پڑی تھیں اور ان کی نظریں چھت پر لگی تھیں.... انہیں [illegible]ندر داخل ہوتے دیکھ کر وہ گھبرا گئیں۔

"آپ.... آپ سب یہاں کیوں آئے ہیں"۔

"تمہارا علاج کرنے بیگم"۔

"م.... میرا علاج.... کیا مطلب.... اور یہ بیگم کسے کہا آپ [illegible].... میں کیوں ہوتی آپ کی بیگم"۔

"جب تک آپ کی دماغی حالت درست نہیں ہو جاتی.... [illegible]س وقت تک ان باتوں سے کوئی فائدہ نہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا [illegible]نے فوراً کہا۔

"لہٰذا ہم آپ کو ایک ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں"۔

"م.... مجھے.... ارے باپ رے"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"ارے ان میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں.... بس آپ ہمارے

ساتھ چلیں.... یہ دیکھیے.... بیگم صاحبہ بھی یہی چاہتی ہیں"۔

"ہاں شکیلہ بہن"۔

"تو پھر جیسے آپ کی مرضی"۔

اور پھر وہ انہیں لے کر گھر سے نکلے.... لیکن راستا ان
لیے بند تھا.... وہ گھوم پھر کر خان رحمان کے گھر آ جاتے....
تھک ہار کر وہ واپس گھر آ گئے.... اس وقت بیگم جمشید نے ان
کہا۔

"یہ کیا.... آپ نے تو مجھے کسی ڈاکٹر کو دکھایا ہی نہیں"۔

"بس کیا کریں.... قسمت ہی خراب ہے"۔ شوکی نے جھلا
کہا۔

اب وہ انہیں کیا بتاتے.... رات کا کھانا کھا کر وہ لی
گئے.... سب گہری سوچ میں گم تھے.... ان کے لیے عمل کا ہر
اور ہر دروازہ بند کر دیا گیا تھا.... وہ کچھ بھی کرنے کے قابل
رہے تھے.... آخر سب لوگ سو گئے.... لیکن ان میں سے
جاگ رہا تھا.... وہ نہیں سو رہا تھا.... اس کا ذہن بہت تیزی سے
کر رہا تھا.... آخر رات کے بارہ بجے گھپ اندھیرے میں آواز
کیے بغیر وہ اٹھا اور ایک کھڑکی کے ذریعے پائیں باغ میں اتر گیا
وہاں سے وہ رینگ کر پچھلی طرف باہر نکلا اور پیدل ہی

میں چلتا رہا.... پندرہ منٹ تک چلنے کے بعد اس نے ایک دروازے
پر دستک دی.... تین منٹ بعد دروازہ کھلا۔

"کون ہے.... رات کو اس وقت"۔

"افسوس! آپ مجھے نہیں جانتے.... لیکن میں آپ کو جانتا
ہوں"۔

"کیا مطلب!!" دروازہ کھولنے والے نے کہا۔

"میں ایک بار انسپکٹر جمشید صاحب کے ساتھ یہاں آیا تھا....
ایک چھوٹا سا کام تھا انہیں اس وقت آپ سے.... میرا نام شوکی
ہے"۔

"ہاں ہاں! میں انہیں جانتا ہوں"۔

"آج پھر انہیں آپ سے کام ہے"۔

"میں ان کے لیے ہر خدمت کے لیے تیار ہوں"۔

"آپ کو میرے ساتھ چلنا ہو گا.... وہ بھی پیدل"۔

"لیکن پیدل کی کیا ضرورت ہے.... اگر آپ کے پاس
سواری نہیں ہے تو کیا ہوا' میرے پاس موٹر سائیکل ہے"۔

"نہیں! ہم اس طرح خطرہ مول نہیں لیں گے"۔

"اور آپ منہ سے آواز بھی نہیں نکالیں گے.... ورنہ کام
خراب ہو سکتا ہے"۔

"آخر بات کیا ہے"۔

"بس، آپ بات نہ پوچھیں، چلنے کے لیے تیار ہو جائیں"۔

"اچھی بات ہے.... مجھے کیا چیزیں ساتھ لینا ہوں گی"۔

"جراحی کا سامان.... آپ یوں سمجھ لیں کہ آپ کو ایک آپریشن کرنا ہے"۔

"اوہ! نہیں"۔ اس نے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اس دن انسپکٹر جمشید آپ کے پاس ایک چھوٹا سا آپریشن ہی تو کرانے آئے تھے"۔

"لیکن وہ بہت معمولی سا تھا.... اور کسی مجبوری کی بنا پر وہ مجھ سے کرانے پر مجبور تھے"۔

"آج بھی کچھ ایسی ہی مجبوری ہے"۔

"ٹھیک ہے.... میں سامان ساتھ لے لوں"۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس راستے سے واپس جا رہے تھے.... یہاں تک کہ وہ اس کھڑکی کے ذریعے گھر کے اندر داخل ہو گئے.... اب شوکی نے انسپکٹر جمشید کو آہستہ سے ہلایا.... ان کی آنکھ کھل گئی.... شوکی نے فوراً ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا.... کمرے میں اس وقت اندھیرا تھا.... لیکن باغ میں چونکہ چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی اس لیے انہیں دھندلا دھندلا سا نظر آ

رہا تھا۔

انسپکٹر جمشید نے اشاروں میں پوچھا.... کیا معاملہ ہے.... شوکی نے اس آدمی کو ان کے سامنے کر دیا.... جسے وہ ساتھ لایا تھا.... اسے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں حیرت کے دیئے جل گئے.... انہوں نے اندھیرے میں شوکی کے ہاتھ پر انگلی سے لکھا۔

"لیکن شوکی.... یہ تو دیسی طریقہ علاج جانتے ہیں اور ایک معمولی سے جراح ہیں.... جب کہ دماغ کا آپریشن کرتے ہوئے تو بڑے بڑے ڈاکٹر گھبراتے ہیں"۔

"یہ آپریشن اتنا مشکل نہیں ہو گا انکل.... اس لیے کہ کھوپڑی کے بالکل نیچے ان لوگوں نے آلہ رکھا ہو گا.... ان حالات میں تمام بڑے ڈاکٹرز کی نگرانی کرائی جا رہی ہو گی.... ہم کسی کی مدد بھی حاصل کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں.... اگر ہوتے تو کیا ان تک پہنچ نہ جاتے"۔

"ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو.... اب حکیم صاحب کو یہ ساری بات کس طرح سمجھائیں"۔

"لکھ کر.... ایک ننھی سی ٹارچ کی روشنی میں پڑھ لیں گے"۔

"اور آپریشن.... کیا وہ بھی اندھیرے میں ہو گا"۔

"اوہ نہیں.... میری سمجھ میں بات آ گئی"۔

"اور وہ کیا"۔

"ہم آنٹی کو بالکل اسی طرح حکیم صاحب کے پاس لے چلتے ہیں.... پھر پروفیسر انکل کو لے چلیں گے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا شوکی.... تم نے میدان مار لیا.... جب امید کی کوئی کرن نظر نہیں آ رہی تھی.... تم چاند بن کر سامنے آ گئے.... تمہارا شکریہ شوکی"۔

انہوں نے ایسا ہی کیا.... حکیم صاحب کے ساتھ بیگم جمشید کو لے کر ان کے گھر پہنچے.... اب بھی آپس میں کوئی بات نہیں کی گئی.... کیونکہ اگر آلہ ان کے دماغ میں فٹ تھا تو پھر اس جگہ کی گفتگو بھی مجرموں کے ہیڈ کوارٹر میں سنی جا سکتی تھی۔

"اشاروں میں اور تحریر کے ذریعے انہوں نے حکیم صاحب کو ساری بات سمجھا دی.... وہ سن کر گھبرا گئے اور لکھ کر دیا کہ دماغ کا آپریشن ان کے بس کی بات ہرگز نہیں ہے' لیکن پھر انسپکٹر جمشید نے انہیں ساری بات سمجھائی کہ صرف کھوپڑی کا آپریشن کرنا ہو گا دماغ کا آپریشن تو بہت بڑے بڑے ڈاکٹر بھی کرنے سے گھبراتے ہیں.... ان کی کچھ وضاحت سن کر انہیں اطمینان ہوا اور پھر انہوں نے آپریشن کی تیاری شروع کر دی.... آخر ان کے سامنے ہی انہوں

نے آپریشن کیا.... کھوپڑی کے بالکل نیچے ایک آلہ چپکا ہوا نظر آیا.... اسے دماغ سے نکال لیا گیا.... اور کھوپڑی کو ٹانکے لگا دیئے گئے۔

انسپکٹر جمشید نے شوکی کی طرف دیکھا جیسے کہ رہے ہوں۔

"شوکی یار اس آلے کا اب کیا کریں"۔

"نہ رہے بانس نہ بجے گی بانسری"۔ شوکی نے اشارہ کیا کہ اس کو جلا دیا جائے۔

انہوں نے شوکی کی اس بات اتفاق کیا اور آلے کو اٹھا کر آگ میں ڈال دیا.... وہ فوراً ایک دھماکے سے پھٹ گیا اور پھر جل کر راکھ ہو گیا۔

"میرا خیال ہے.... ایک مصیبت سے تو ہمیں نجات ملی.... اب رہ گئے پروفیسر داؤد.... انہیں بھی یہیں لے آتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بالکل ٹھیک"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر پروفیسر داؤد کے ساتھ وہ باقی سب لوگوں کو بھی حکیم صاحب کے گھر میں لے آئے.... کیونکہ خان رحمان کے گھر میں تو کوئی اور چکر چلا لیتے.... لیکن حکیم صاحب کے ہاں ان کی آمد کا انہیں کوئی علم نہ ہوتا۔

پروفیسر داؤد کا بھی اسی طرح آپریشن کیا گیا.... آلہ نکال کر
دیا گیا.... اس وقت انسپکٹر جمشید نے منہ سے آواز نکالی۔

"خدا کا شکر ہے.... اب ہم آزاد ہیں"۔

"اور بول سکتے ہیں"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"اور یہ شوکی نے کام دکھایا ہے.... بہت خوب شوکی بھائی"
محمود بولا۔

"اب مجھے شرمندہ تو نہ کریں"۔

"تو تم شرمندہ ہوتے ہی کیوں ہو"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"جلے کٹے جا رہے ہو"۔ آفتاب ہنسا۔

"جلی کٹی جاتی ہے.... سوری جاتا ہے میرا جوتا.... جاتا
اس لیے کہ جاتی ہے تو فرزانہ کہتی ہے"۔ فاروق نے گویا وضاحت
کی۔

"اب ہمیں ان دونوں کے ہوش میں آنے کا انتظار کرنا
گا.... پھر دیکھتے ہیں، نتیجہ کیا نکلتا ہے"۔

"اللہ نے چاہا تو اچھا ہی نکلے گا"۔ خان رحمان بولے۔

"آمین"۔ وہ سب ایک ساتھ بولے۔

"اس کا مطلب ہے.... ابطال.... موٹال اور روگان کو
پہلا غچا دینے میں کامیاب ہو گئے ہیں"۔

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا.... پہلے یہ ہوش میں آ جائیں اور
پھر مجرموں کا اثر ان کے ذہنوں پر باقی نہ محسوس ہو تو بات ہے....
پھر یہ کہ مجرم ہمارا سراغ لگانے یہاں تک نہ پہنچے تو یہ ہم کہ سکیں
گے کہ ہم نے انہیں غچا دیا.... غچے کا باپ دینے میں کامیاب ہو گئے
ہیں"۔

"چلئے خیر کوئی بات نہیں.... یہ کہنے کے لیے ہم ابھی مزید
انتظار کر لیتے ہیں"۔

ایسے میں انہوں نے بیگم جمشید کی کراہ سنی... وہ سب ان کی
طرف متوجہ ہو گئے.... ان کے جسم میں حرکت کے آثار نظر آ
رہے تھے.... حکیم صاحب بھی ان کے ساتھ ہی کھڑے تھے.... اور
پریشان نظروں سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"یا اللہ اپنا رحم فرما"۔ انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

ان کے دل زور زور سے دھڑکنے لگے.... آخر اللہ اللہ کر
کے انہوں نے بیگم جمشید کو آنکھیں کھولتے دیکھا۔

ان کی آنکھیں باری باری انہیں گھورنے لگیں.... پھر ان
کے ہونٹ ہلے۔

○☆○

چیخ کی آواز

"مم.... میں کہاں ہوں.... آپ لوگ اس طرح میرے گرد کیوں موجود ہیں.... مجھے کیا ہوا ہے"۔

"کیا آپ ہمیں پہچان رہی ہیں"۔ محمود نے لرزتی آواز میں کہا۔

"ہاں کیوں.... کیا ہوا.... آپ لوگوں کو نہیں پہچانوں گی تو اور کن لوگوں کو پہچانوں گی.... اوہو.... یہاں تو اور بہت لوگ ہیں.... یہ چکر کیا ہے؟"

"بتا دیں گے.... ابھی تم آرام کرو"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آرام کروں.... لیکن، مجھے ہوا کیا ہے"۔

"سر پر چوٹ آگئی ہے.... ٹانکے لگائے گئے ہیں.... ذرا زخم کی حالت بہتر ہو جائے تو پھر تفصیل سنا دیں گے، اب تم آرام کرو.... آنکھیں بند کر لو اور سو جاؤ"۔

انہوں نے اس طرح آنکھیں بند کر لیں جیسے کسی نے ہپناٹائز

کر دیا ہو۔

"کمال ہے انکل"۔ مکھن کے منہ سے نکلا۔

"کہاں ہے کمال"۔ انہوں نے چونک کر کہا۔

"لیجیے.... اب آپ بھی بننے لگے"۔

"بنوں نہیں تو کیا بگڑوں"۔ انہوں نے آنکھیں نکالیں۔

اور جلدی سے پروفیسر داؤد کی طرف آ گئے.... وہ ابھی تک جوں کے توں پڑے تھے۔

"ہاں آصف! یہ شوکی تو بہت چھپا رستم نکلا.... ہینگ لگائی نہ پھٹکری.... اور رنگ چوکھا حاصل کر لیا"۔ محمود بولا۔

"ہاں یار! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں.... یہ حضرت بلاوجہ ہی ہمارے کان کاٹ گئے"۔ آصف ہنسا۔

"نن.... نہیں تو.... کیوں مذاق کرتے ہیں"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہو گا کیا"۔ ایسے میں فرحت کی آواز آئی۔

"کک.... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جب وہ ہماری آوازیں نہیں سنیں گے تو فوری طور پر بھاگیں گے انکل خان رحمان کے گھر کی طرف.... وہاں

انہیں ہم نظر آئیں گے نہیں.... وہاں صرف انکل خان رحمان کے
گھر والوں اور ظہور انکل اور ان کی بیگم ملیں گی.... کیا وہ ہما
سراغ لگانے کے لیے ان پر سختی نہیں کریں گے"۔

"ضرور کریں گے.... ان لوگوں کو بھی یہیں لے آ
چاہیے"۔

"ٹھیک ہے.... محمود اور آصف! یہ کام تم کرو.... اب پھر
سے آواز نکالے بغیر تم یہ کام کرو گے"۔

"جی بہت بہتر"۔ محمود نے فوراً کہا۔

اور وہ دونوں وہاں سے روانہ ہوئے.... پیدل چلتے ہو
خان رحمان کے گھر کے نزدیک پہنچ گئے.... اس وقت صبح ہونے م
تھوڑا ہی وقت تھا.... ابھی قدرے اندھیرا باقی تھا.... وہ احتیا
سے پائیں باغ میں داخل ہوئے اور پھر اس کھڑکی کے نیچے پہنچے۔
عین اسی وقت انہوں نے چیخ کی آواز سنی.... ان کے کان کھڑے
گئے۔

"مطلب یہ کہ دشمن کو آلات کے جلائے جانے کی خبر ہو
ہے.... اور وہ یہاں پہنچ چکا ہے.... ہم سے بڑی غلطی ہوئی....
لوگوں کو بھی ساتھ ہی لے جانا چاہیے تھا"۔ محمود نے اشارے میں
کہا۔

"اب تو ہو گئی غلطی.... سوال یہ ہے کہ اب کیا کریں"۔ آصف نے کہا۔

"میں اندر جاتا ہوں.... تم جا کر انکل میں سے کسی کو بلا لاؤ"۔

"اس طرح جا کر بلا لانے کی کیا ضرورت ہے.... کیا خبر تم اکیلے ہی اندر کی صورت پر قابو پا لو"۔

"بھئی مقابلہ ابظال سے ہے"۔

"پھر ایسا کرتے ہیں.... تم اندر چلے جاؤ.... اگر تم ان لوگوں کو لے کر آدھ گھنٹے تک نہ آئے تو پھر میں مدد لے کر یہاں پہنچ جاؤں گا"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

"تو پھر اللہ کا نام لو"۔

محمود نے اللہ اکبر دل میں کہا اور کھڑکی پر چڑھ گیا.... دوسرے ہی لمحے وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا.... اور آصف نے بھی اختیار کی۔

وہ جب حکیم صاحب کے گھر میں اکیلا داخل ہوا تو سب چونک اٹھے۔

"محمود کہاں ہے.... باقی لوگ کہاں ہیں"۔

"دشمن کے آدمی وہاں پہنچ چکے تھے"۔

"اوہ! تو پھر.... کیا تم محمود کو باہر نگرانی کے لیے چھوڑ کر ہمیں اطلاع دینے آئے ہو"۔

"جی نہیں.... مجرم ان لوگوں کے ساتھ سختی کر رہے تھے... لہٰذا محمود اندر کود گیا اور میں ادھر آ گیا"۔ اس نے بتایا۔

"تم نے اچھا کیا.... اب میں اور انسپکٹر کامران مرزا وہاں جاتے ہیں.... باقی لوگ یہاں رہیں"۔

"لیکن.... انکل.... میں محمود سے کہہ آیا ہوں کہ اگر وہ آدھ گھنٹے تک ادھر نہ پہنچا تو پھر ہم لوگ وہاں آنے کی کوشش کریں گے"۔

"لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ دیر کرنا درست نہیں.... صرف محمود سے وہاں معاملہ نہیں سنبھلے گا' اس لیے کہ مقابلہ ابطال سے ہے"۔

"اچھی بات ہے.... تو پھر ہم یہیں رک کر آپ لوگوں کا انتظار کرتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا اسی وقت خان رحمان کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

"میرا خیال ہے.... اب ہم بات چیت کر سکتے ہیں.... ان آلات کے چلے جانے کے بعد وہ ہماری بات چیت نہیں سن رہے.... اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ فوراً خان رحمان کے گھر کا رخ نہ کرتے.... اطمینان سے اپنے ہیڈکوارٹر میں بیٹھے ہماری باتیں سنتے رہتے"۔

"بالکل ٹھیک.... ہم بات چیت کر سکتے ہیں"۔

"تب پھر پہلے ہمیں ایک بات پر غور کر لینا چاہیے.... اس وقت ہم میں جتنے لوگ حکیم صاحب کے گھر میں ہیں.... ان کا سراغ مجرم پارٹی کھو چکی.... ان میں فی الحال ہم دو بھی شامل ہیں.... لیکن اگر ہم لوگ مجرم کے قابو میں آ گئے تو پھر باقی بھی قابو میں آ جائیں گے"۔

"اوہ ہاں! واقعی"۔ انسپکٹر کامران مرزا چونکے۔

"مجرم ہمارا سراغ نہ لگا سکیں.... اس کا بہترین حل یہ ہے کہ ہم حکیم صاحب کا مکان فوراً چھوڑ دیں.... اور اپنے کسی خفیہ اڈے پر پہنچ جائیں"۔

"لیکن محمود اور باقی لوگوں کا کیا ہو گا.... کیا ہم انہیں مجرموں کے قبضے میں آ جانے دیں"۔

"ہاں! اس کے سوا ہم اور کیا کر سکتے ہیں.... اس لیے کہ

ابھی تو صرف محمود کے پھنسنے کے امکانات ہیں.... اگر ہم دونوں بھی
پھنس گئے تو باقی لوگ اس طرف کا ہی رخ کریں گے"۔

"اور محمود اور خان رحمان کے گھر والوں کا کیا بنے گا؟"

انسپکٹر کامران مرزا نے الجھن کے انداز میں کہا۔

"وہ انہیں چارے کے طور پر استعمال کریں گے.... ہمیں
پکڑنے کے لیے.... لیکن ہم اس چارے پر منہ نہیں ماریں گے....
اپنی خفیہ فورس کے ذریعے انہیں چھڑانے کی کوشش کریں گے"۔

"بہت خوب! یہ پروگرام بھی بہت زوردار ہو گا"۔

"لہٰذا آجائیں.... واپس"۔

دونوں واپس پلٹے اور حکیم صاحب کے گھر میں داخل
ہوئے۔

"آپ لوگ اس قدر جلدی واپس آ گئے.... وہاں کیا رہا"۔

فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہم وہاں نہیں گئے.... ہمیں یہ مکان فوری طور پر چھوڑنا
ہے"۔

"اوہو.... معاملہ کیا ہے؟"

"تفصیل بتانے کا وقت نہیں.... ارے ہاں پروفیسر صاحب کا
کیا حال ہے؟"

ابھی تک انہیں ہوش نہیں آیا۔

عین اسی وقت انہوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی.... وہ کہہ
رہے تھے۔

"ہائیں.... یہ میں کہاں ہوں.... ارے بھائی آپ کو کیا
ہوا؟"

"جو آپ کو ہوا تھا.... وہی مجھے ہوا تھا"۔ وہ مسکرا اٹھیں۔

"ہم بتاتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے سامنے آتے ہوئے کہا۔

"آہا.... جمشید.... تمہیں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی.... ارے یہ
تمہارے ساتھ انسپکٹر کامران مرزا بھی ہیں.... یہ لوگ کب
آئے"۔

"انہیں آئے تو مدت گزر گئی ہے.... آپ دماغی طور پر
غیر حاضر ہو گئے تھے"۔

"کک.... کیا میں دماغی طور پر غیر حاضر ہو گیا تھا"۔

"ہاں! تفصیل بعد میں.... اس وقت ہمیں کہیں جانا ہے....
حکیم صاحب کیا انہیں کندھے پر اٹھا کر لے جانے میں کوئی حرج تو
نہیں"۔

"احتیاط کی ضرورت تو ہے"۔ وہ بولے۔

"خیر.... وہ ہم کر لیں گے"۔

انہوں نے حکیم صاحب کو بھی ساتھ لیا.... کیونکہ اگر کسی طرح وہ ان کے سراغ لگا لیتے اور یہاں تک پہنچ جاتے ہیں تو پھر ان کے لیے بہت مشکل ہوتی۔

انہوں نے فوراً نکلنے کی کی.... ایک خفیہ اڈے پر پہنچ کر انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

اب کم از کم پروفیسر ہمارے ساتھ ہیں.... اور ہمارا سراغ فی الحال مجرم نہیں لگا سکتے"۔

"اور اگر انہوں نے محمود اور باقی لوگوں پر سختی کی کوشش کی تو؟"

"دیکھا جائے گا.... اس صورت میں ہم پروفیسر صاحب کو تو ان کے ہاتھ لگنے نہیں دیں گے.... اس پورے کیس کے دوران یہ پہلی کامیابی ہے.... اور دشمن ہمارے اس کامیابی پر شدید طور پر بوکھلا گئے ہیں.... وہ ہمیں ہر حالت میں نظروں میں رکھنا چاہتے ہیں، اس وقت تک انہیں جتنی بھی کامیابیاں ہوئی ہیں.... وہ صرف اسی بنیاد پر ہوئی ہیں کہ ہم ان کی نظروں میں پوری طرح تھے اور وہ ہمیں نظر نہیں آ رہے تھے.... اب حساب برابر ہونے کے قریب ہے.... وہ ہماری نظروں میں نہیں.... ہم ان کی نظروں میں نہیں"۔

"لیکن ہمارے کچھ ساتھی تو ایسے ہیں جو اس وقت ان کے

قبضے میں ہیں"۔

"ہاں! اس میں شک نہیں.... لیکن جیت اس صورت میں بھی ہماری ہے.... کیونکہ اب کچھ بھی ہو، ہم پروفیسر داؤد صاحب کو ان کے ہاتھ نہیں لگنے دیں گے.... اس وقت تک ان کی کوششیں بھی پروفیسر صاحب کے سلسلے میں کی جاتی رہی ہیں.... ورنہ ہم سے تو شاید انہیں کوئی خطرہ نہیں تھا"۔

"نہیں خیر.... خطرہ تو ہم سے بھی تھا.... ہاں پروفیسر صاحب کے درست دماغ ہونے کی صورت میں یہ خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے.... اس لیے انہوں نے اس مرتبہ پہلے ان پر ہاتھ صاف کیا"۔

"تو کیا دشمن اس جگہ ہرگز نہیں پہنچ سکتا"۔ پروفیسر صاحب نے پوچھا۔

"نہیں! اس بات کا کوئی امکان نہیں.... اس لیے کہ یہ جگہ بہت زیادہ خفیہ ہے اور پچھلی مرتبہ اس جگہ میں نے تین عیسائیوں کو چھپایا تھا اور ابطال سرتوڑ کوشش کے باوجود انہیں تلاش نہیں کر سکا تھا"۔

"تب تو ٹھیک ہے.... لیکن پہلے تم مجھے ساری کہانی سناؤ گے"۔

"آپ فکر نہ کریں.... ہم آپ کو ہر بات تفصیل سے بتائیں

..... اور پھر آپ اپنا کام شروع کر دیں گے"۔

اور پھر انہیں ساری کہانی سنائی گئی.... وہ غور سے سنتے رہے.... آخر ان کے خاموش ہونے پر پروفیسر داؤد بولے۔

"ہم ان باتوں پر بعد میں غور کریں گے.... اس وقت سب سے اہم مسئلہ ہے محمود اور باقی لوگوں کو وہاں سے لانے کا.... کیونکہ اس صوت میں ہم زیادہ پرسکون ہو کر کام کر سکیں گے"۔

"ہاں! یہ تو خیر ہے.... بہرحال میں اور انسپکٹر کامران مرزا جاتے ہیں.... اور انہیں لے کر آتے ہیں"۔

"او کے"۔ وہ بولے۔

"لیکن پہلے آپ ہمیں ایک بات بتا دیں"۔ ایسے میں آصف نے کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"اگر آپ لوگ انہیں لے کر واپس نہ آ سکے تو ہم کیا کریں؟"

"تم.... جو تمہارے جی میں آئے.... لیکن بس پروفیسر داؤد کے ہاتھ نہ لگنے پائیں"۔

"آپ فکر نہ کریں.... ہم اپنی جانیں تو دے سکتے ہیں.... [illegible]"

"شکریہ"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اور پھر وہ وہاں سے خان رحمان کے گھر کی طرف روانہ ہوئے.... اچانک انسپکٹر کامران مرزا نے کار روک لی۔

"خیریت"۔ وہ بولے۔

"ایک خیال آیا ہے"۔

"اور وہ کیا؟"

"فرض کر لیتے ہیں.... انہوں نے محمود کو پکڑ لیا ہے.... اب وہ کیا کریں گے"۔

"ہمارا انتظار"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"لیکن کیا خان رحمان کے گھر میں رہ کر انتظار کریں گے"۔

"نہیں.... اس لیے کہ انہیں پتا ہے.... ہم اندر داخل ہو جائیں گے تو آسانی سے ان کے قابو میں نہیں آئیں گے، اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ ہو سکتا ہے.... وہ ہمارا سراغ لگانے کے لیے کوئی اور طریقہ اختیار کریں.... وہ اندازہ لگائیں گے کہ ہم اس طرف ضرور آئیں گے.... اور مکان خالی پا کر واپس اس جگہ لوٹ جائیں گے.... جس جگہ ہم نے اپنا نیا ٹھکانا بنایا ہے.... اس ٹھکانے کا سراغ لگنے کی دیر ہے.... پھر وہ پروفیسر صاحب کو ہمارے پاس نہ رہنے دیں گے"۔

"ہوں! بات بالکل ٹھیک ہے.... پھر ان حالات میں ہم کیا کریں"۔

"ہمیں یہیں رک کر پہلے غور کرنا ہو گا.... آخر محمود نے کیا کیا ہو گا.... یہ بھی تو اندازہ لگانا چاہیے"۔

"محمود کی عادت سے میں واقف ہوں.... وہ نہ آؤ دیکھتا ہے نہ تاؤ.... میدان میں کود پڑتا ہے.... ادھر ظاہر ہے.... وہ پہلے ہی ہماری طرف سے کسی کے آنے کی امید لیے بیٹھے ہوں گے.... ان حالات میں محمود سیدھا جا کر پھنس گیا ہو گا"۔

"تب پھر انہوں نے ہمارے لیے بھی مکمل طور پر جال بچھا دیا ہو گا.... لیکن ہم ان کے جال میں نہیں آئیں گے"۔

اور پھر وہ سڑک سے نیچے اتر کر جنگل میں داخل ہو گئے.... رات کے وقت درختوں کے درمیان کار چلانا آسان کام نہیں تھا.... وہ سڑک سے زیادہ سے زیادہ دور ہو جانا چاہتے تھے.... یہ اور بھی مشکل کام تھا.... لیکن وہ بھی کوئی آج کے زمانے کے انسان تو تھے نہیں.... ان میں بھی روحیں پرانے زمانے کے انسانوں کی تھیں.... وہ چلتے رہے اور پھر جنگل ہی جنگل میں آگے بڑھتے رہے.... یہاں تک کہ شہر کے نزدیک پہنچ گئے.... اب انہوں نے کار وہیں چھوڑی اور پیدل راستا طے کرنے لگے.... انہیں قریباً ایک گھنٹے تک چلنا پڑا.... یہاں تک کہ وہ خان رحمان کے گھر سے کچھ فاصلے پر پہنچ گئے۔

عین اسی وقت خان رحمان کے گھر سے ایک دلدوز چیخ کی آواز سنائی دی.... دونوں کانپ گئے۔

چیخ محمود کی تھی.... اور اس قدر تکلیف دہ تھی کہ انہیں اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے دکھائی دیے۔

○☆○

سرامک

آصف کے رخصت ہونے کے بعد محمود فوراً آگے بڑھا اور پائیں باغ میں داخل ہو گیا.... اس نے سوچا تھا کہ صدر دروازے سے اندر داخل ہونے میں شاید کوئی خطرہ لاحق ہو جائے.... کھڑکی پھلانگ کر جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا.... کمرا روشن ہو گیا.... اور کسی کے ہنسنے کی آواز سنائی دی.... اس نے چونک کر دیکھا.... ہنسی کافی زہریلی تھی۔

اپنے سامنے موجود دشمن کو دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

"اف مالک! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

آنکھوں میں خوف دوڑ گیا.... اس کے سامنے جو شخص موجود تھا.... وہ دبلا پتلا' بہت لمبا تھا.... اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں.... اور بہت چھوٹی چھوٹی تھیں' لیکن ان میں بہت تیز چمک تھی' بلا کی چمک.... دیکھنے میں اس کے ہاتھ پیر بہت نازک تھے....

لیکن جونہی محمود کے ذہن میں اس کا نام گونجا.... وہ جان گیا کہ یہ ہاتھ پیر نازک نہیں.... فولادی ہیں۔

"مسٹر سرامک"۔ اس کے منہ سے نکلا۔

"خوب پہچانا.... مان گئے بھئی تمہیں.... لیکن مجھے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ تم اکیلے آؤ گے"۔

"آپ.... آپ یہاں کیسے؟" محمود ہکلایا۔

"میں یہاں کیسے.... ارے بھئی.... اس کیس سے میرا بھی گہرا تعلق ہے.... کیا بھول گئے.... میں ہپناٹزم کا کتنا بڑا ماہر ہوں"۔

"یہ بات تو خیر میں اچھی طرح جانتا ہوں"۔ اس نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔

"بس تم پھر.... ہو جاؤ تیار"۔ وہ ہنسا۔

"جی کیا.... کیا مطلب"۔

"ادھر میری طرف دیکھو"۔

محمود نے زبردست کوشش کی کہ اس کی آنکھوں میں نہ دیکھے.... لیکن نہ جانے اس کی آواز میں کیا تھا.... یا شاید وہ آواز کے ذریعے بھی ہپناٹزم کر لیتا تھا.... وہ اس کی آنکھوں میں دیکھنے پر مجبور ہو گیا.... اور پھر اس کے پورے بدن کو ایک زبردست جھٹکا لگا.... جسم سن ہوتا محسوس ہوا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نہ بات.... اب تم پوری طرح میرے قابو میں ہو.... ہو نا"۔

"جی ہاں"۔

"میں جو پوچھوں گا.... تم بتاؤ گے نا"۔

"ضرور بتاؤں گا"۔

"تم لوگ یہاں سے کہاں گئے تھے.... بتاؤ"۔

"ایک حکیم کے ہاں"۔

"اس کا پتہ بتاؤ"۔ اس کی سرسراتی آواز محمود کو اپنے دماغ میں گھستی محسوس ہو رہی تھی.... وہ خود کو پوری طرح ہوش میں محسوس کر رہا تھا اور چاہتا تھا.... اس کی کسی بات کا جواب نہ دے.... یا جھوٹ بول دے.... لیکن اس وقت ایسا کرنا اس کے لیے ممکن نہیں تھا.... وہ اس کی ہر بات کا جواب نہ چاہتے بھی دینے پر مجبور تھا۔

"پتا مجھے معلوم نہیں"۔

"کیوں"۔

"رات کی تاریکی میں وہاں گئے تھے.... مکان کا نمبر اور گلی کا نام مجھے معلوم نہیں.... ہاں آپ کو ساتھ لے کر وہاں جا سکتا ہوں"۔

"چلو یہی کافی ہے.... یہ بتاؤ.... وہاں تم لوگ چلے کس طرح گئے.... یہاں کوئی بات چیت کیے بغیر؟"

"یہ خیال ہم میں سے شوکی کو آیا تھا.... شوکی رات کی تاریکی میں اٹھا اور آواز پیدا کیے بغیر گھر سے نکل گیا اور اس حکیم کے ہاں جا پہنچا.... وہ حکیم کو بلا کر ادھر لے آیا.... لیکن پھر مشورہ ہوا کہ امی کو وہیں لے جا کر دماغ کا آپریشن کر دیا جائے"۔

"حکیم لوگ بھی کہیں دماغ کا آپریشن کر سکتے ہیں؟" سرامک نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ جراحی کا ماہر ہے"۔

"اچھا خیر.... پھر کیا ہوا؟"

"اس نے میری امی کے سر کا آپریشن کر دیا اور اس میں سے ایک آلہ نکال لیا.... پھر پروفیسر صاحب کے دماغ کا بھی اسی طرح آپریشن کیا گیا.... ان کے سر میں سے بھی آلہ نکال لیا گیا"۔

"تو کیا اس دوران تم لوگوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کی"۔

"ہم نے صرف اشاروں میں بات کی یا پھر لکھ کر"۔

"لیکن نہیں.... اگر تم لکھ کر بات کرتے.... تو بھی ہمیں پتا چل جاتا"۔

"جی کیا مطلب.... وہ کیسے؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ بات جاننے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں.... یہ ہمارا کام ہے.... تم آگے بتاؤ.... تم نے بات چیت لکھ کر کیسے کی تھی؟"

"بانہوں پر انگلیوں سے لکھ کر"۔

"اوہ.... اوہ"۔ سرامک نے مارے حیرت کے کہا اور پھر وہ بولا۔

"اچھا خیر.... آگے بتاؤ.... تم نے ان آلات کا کیا کیا"۔

"دونوں کو آگ لگا دی گئی.... وہ دھماکے سے پھٹ گئے"۔

"ہوں! تم لوگ واقعی چالاک ہو.... لیکن ہم نے بھی تم لوگوں کا پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے.... اب تم مجھے اس مکان تک لے چلو گے"۔

"میں پیدل چل کر اس مکان تک جا سکتا ہوں.... کیونکہ آگے چل کر گلیوں میں جانا جانا پڑا تھا.... اور وہ گلیاں اس قدر تنگ تھیں کہ کار ان میں سے نہیں گزر سکتی تھی"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... ہم پیدل ہی چلے چلتے ہیں.... اس کا مطلب ہے.... باقی سب لوگ وہیں ہیں"۔ سرامک بولا۔

"جی ہاں"۔

"اور کیا تمہی اکیلے کو بھیجا گیا تھا"۔

"جی نہیں"۔ محمود بولا۔

"جی نہیں.... کیا مطلب؟"

"میرے ساتھ آصف بھی آیا تھا"۔

"ارے! تو وہ کہاں رہ گیا"۔

"وہ.... جب ہم نے یہاں آ کر یہ محسوس کیا کہ خان رحمان کے گھر والے مشکل میں پھنس چکے ہیں اور دشمن میں سے کوئی یہاں پہنچ چکا ہے تو میں نے اسے فوراً واپس بھیج دیا"۔

"کیا!!!" سرامک چلا اٹھا۔

"ہاں! تاکہ آصف ان لوگوں کو اس نئے خطرے سے خبردار کر دے"۔

"تم لوگ ہماری امیدوں سے زیادہ چالاک ہو.... میں مان گیا"۔

"شکریہ"۔ محمود ایسے حالات میں بھی مسکرا دیا۔

"ہائیں! تم اس حالت میں بھی مسکرا سکتے ہو"۔

"شاید ہم ہر حالت میں مسکرا سکتے ہیں.... یہاں تک کہ موت کے منہ میں بھی"۔

"اب تمہارا مقابلہ سرامک سے ہے.... جو تمہیں تگنی کا ناچ نچا دے گا"۔

محمود خاموش رہا۔

"اب جلدی کرو.... تمہیں میرے ساتھ بہت تیز چلنا ہو گا"۔

"آپ جیسا حکم دیں گے.... میں کروں گا"۔

"ایک منٹ.... پہلے میں باقی لوگوں کو ایک کمرے میں بند کر دوں"۔

یہ کہ کر وہ دوسرے حصے میں چلا گیا.... محمود وہیں پتھر کے بت کی طرح کھڑا رہا.... اس کا جی چاہا.... وہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہو اور سرامک کے ہاتھ نہ آئے اور حکیم صاحب کے مکان تک پہنچ جائے.... لیکن وہ اپنی خواہش کے مطابق وہاں سے ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکا.... سرامک نے واپس آنے میں قریباً دس منٹ لگائے۔

"اب چلو.... میں ان کا انتظام کر آیا ہوں.... ہمارے واپس آنے تک وہ ہل بھی نہیں سکیں گے"۔

"چلیے"۔

محمود اس کے ساتھ گھر سے باہر نکل آیا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔

"اور تیز چلو.... کہیں ہمارے وہاں پہنچنے سے پہلے وہ اس گھر کو نہ چھوڑ دیں.... اگر ایسا ہوا تو معاملہ گڑبڑ ہو جائے گا"۔

"میں تیز ہی چل رہا ہوں جناب"۔ محمود نے کہا۔

"اور تیز چلو"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"جی بہتر"۔ اس نے کہا اور بہت تیز تیز چلنے لگا.... لیکن وہ کتنا بھی تیز چلتا گھر اس قدر نزدیک بھی نہیں تھا.... اور آصف کو وہ پہلے ہی اس طرف روانہ کر چکا تھا.... ظاہر ہے.... آصف ان سے پہلے وہاں پہنچتا۔

وہ چلتے رہے.... چلتے رہے.... یہاں تک کہ محمود اس گلی میں داخل ہو گیا جس میں حکیم صاحب کا مکان تھا۔

"ایک منٹ.... ٹھہرو"۔ سرامک نے کہا۔

وہ رک گیا۔

"اگر مکان نزدیک آ گیا ہے تو دور سے ہی بتا دو.... کون سا ہے"۔

"وہ رہا.... سامنے"۔ اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے.... اب تم یہیں ٹھہرو، میں اندر کا جائزہ لے کر آتا ہوں۔

"جی بہتر"۔ محمود نے کہا اور جہاں کھڑا تھا.... وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا.... سرامک آگے بڑھ گیا.... اس نے چاہا.... قدم اٹھائے اور ادھر ادھر ہو جائے، لیکن وہ ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکا۔

دوسری طرف سرائک، حکیم صاحب کے مکان تک پہنچ گیا.... دروازہ بند تھا.... اس نے دستک دی، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا.... دروازے کو دھکیلا تو وہ کھل گیا.... اب وہ اندر داخل ہوا .... اس نے جلدی جلدی پورے مکان کا جائزہ لے لیا.... اندر کوئی نہیں تھا.... وہ فوراً باہر نکل اور محمود کے پاس آیا۔

"ان میں سے کوئی بھی اندر نہیں ہے.... تم لوگ بہت چالاک ہو.... آصف کے یہاں آنے کے فوراً بعد انہوں نے خطرے کا اندازہ کر لیا تھا.... لہٰذا وہ یہاں سے نکل گئے.... لیکن ابھی تم میرے قبضے میں ہو اور کچھ دوسرے لوگ بھی.... لہٰذا تم لوگوں کو چھڑانے کے لیے تو انہیں آنا ہی پڑے گا.... اور اس وقت وہ میرے ہتھے چڑھ جائیں گے"۔

محمود کوئی جواب نہ دے سکا.... اس وقت تو وہ صرف اس بات کا جواب دے سکتا تھا جو اس سے پوچھی جاتی۔

"آؤ اب واپس چلیں.... ہمیں تمہارے ساتھیوں کا انتظار کرنا ہو گا"۔

دونوں واپس خان رحمان کے گھر پہنچے.... سرائک نے محمود کو ایک طرف بیٹھ جانے کا حکم دیا.... اور خود اپنے انتظامات میں لگ گیا.... کچھ دیر بعد وہ محمود کے پاس آیا۔

"تمہارے خیال میں اب تمہارے ساتھی تم لوگوں کے لیے کیا کریں گے"۔

"وہ ہمیں چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے.... لیکن سب کے سب یہاں نہیں آئیں گے.... کیونکہ سب سے زیادہ توجہ وہ پروفیسر داؤد کو چھپانے پر دیں گے.... تاکہ وہ تمہارے قبضے میں نہ آجائیں"۔

"ہوں اچھا.... جب کہ میں چاہتا ہوں کہ پروفیسر داؤد فوراً ہمارے قبضے میں آجائیں"۔

"تمہارے خیال میں کہاں چھپے ہوئے ہوں گے"۔

"میرے والد صاحب کے پاس کچھ خفیہ ٹھکانے ہیں.... ان میں سے کسی ایک میں"۔

"کیا تم ان سب ٹھکانوں سے واقف ہو"۔

"نہیں.... میں صرف چند ایک سے واقف ہوں.... اور ظاہر ہے.... میں چونکہ اس طرف پھنس گیا ہوں، اس لیے وہ ایسے کسی ٹھکانے پر نہیں جائیں گے.... جن سے میں واقف ہوں"۔

"پھر بھی.... اگر وہ اس طرف نہ آئے تو میں تمہیں ان ٹھکانوں پر لے چلوں گا"۔

"ضرور چلوں گا"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"ارے ہاں! میرے ذہن میں ایک زوردار ترکیب آئی ہے"۔

"جی.... کیا مطلب؟"

"تم خاموش رہو.... جس بات کے بارے میں پوچھوں، صرف اس کا جواب دو"۔ اس نے جل کر کہا۔

"جی بہت بہتر"۔

سرالک کسی سوچ میں گم ہو گیا.... پھر اس نے پرجوش انداز میں کہا۔

"وہ مارا.... ایسی ترکیب ذہن میں آئی ہے کہ وہ سب کے سب میرے جال میں ضرور پھنسیں گے.... اور ترکیب بھی ایسی کہ سانپ بھی مارا جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"۔

محمود خاموش رہا.... ادھر سرالک نہ جانے کن تیاریوں میں لگا رہا.... پھر وہ اس کے پاس آیا اور بولا۔

"محمود اپنے حلق سے دلدوز چیخ کی آواز نکالو.... خوب بلند"۔

"جی اچھا"۔ اس نے کہا اور حلق سے آواز نکالی۔

"بہت خوب! تم تو بہت اچھی طرح چیخ لیتے ہو.... تمہاری یہ چیخ و پکار تو ہو گی ہے.... اب جب تمہارے ساتھیوں میں سے کوئی

اس طرف کا رخ کرے گا.... تو جانتے ہو.... وہ کیا چال چلے گا"۔ وہ ہنسا۔

"کیا چال چلے گا"۔

"وہ گھر کے آس پاس کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے تاکہ میری نظروں میں نہ آئیں.... لیکن یہ چیخ اسے میری نظروں میں لے آئے گی.... کیونکہ چیخ سن کر وہ رک نہیں سکے گا.... بے دھڑک اندر آ جائے گا اور اس وقت میں اس پر نہایت آسانی سے ہاتھ ڈال دوں گا"۔

"خیر دیکھتے ہیں.... تم اپنی چال میں کہاں تک کامیاب رہتے ہو"۔ محمود مسکرایا۔

"کیوں! کیا میں کامیاب نہیں ہوں گا.... کیا وہ تم لوگوں کو چھڑانے کے لیے نہیں آئیں گے"۔

"وہ ضرور آئیں گے.... لیکن وہ بھی تو آخر عقل رکھتے ہیں"۔

"ان کے پاس مجھ سے زیادہ عقل نہیں ہو سکتی.... اور پھر یہ کہ میں ہپناٹزم کا ماہر ہوں.... وہ ہپناٹزم کے ماہر بھی نہیں ہیں.... کیا خیال ہے؟"

"تم نے جس طرح مجھے بے بس کر دیا ہے.... میرے والد کو

نہیں کر سکو گے.... ان پر ہپناٹزم کرنا تمہارے لیے حد درجے مشکل
کام ہو گا"۔

"خیر.... خیر دیکھیں گے بھئی.... اب ہمیں انتظار تو کر
ہے.... لیکن یہاں نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"ہم ساتھ والے گھر میں جائیں گے.... باقی سب لوگوں ک
بھی میں وہیں لے جا رہا ہوں.... تمہارے ساتھی آئیں گے.... لیکن
سامنے نہیں آنا چاہیں گے.... وہ چاہیں گے کہ نظروں میں آنے
سے بچ جائیں.... لیکن تمہاری ریکارڈ شدہ چیخ کی آواز سن کر وہ دو
پڑیں گے.... اس طرح وہ میری نظروں میں آ جائیں گے.... اور ہم
ان کی نظروں میں نہیں آ سکیں گے.... مایوس ہو کر جب وہ یہاں
سے واپس لوٹیں گے.... تو میں ان کا تعاقب کروں گا اور اس جگہ
پہنچ جاؤں گا.... جس جگہ پروفیسر داؤد ہوں گے.... کیوں.... کیسا
منصوبہ ہے؟"

"نن نہیں۔ محمود نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

○☆○

کون کتنے پانی میں

"اس میں شک نہیں کہ یہ چیخ محمود کی ہے"۔ انسپکٹر جمشید
بولے۔

"ہاں! لیکن یہ چیخ دراصل ہمارے لیے ایک جال ہے"۔

"بالکل ٹھیک! ہم آگے نہیں جائیں گے.... اور جائیں گے تو
اس طرح کہ ہمارا دشمن ہمیں دیکھ نہ سکے"۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے.... جیسے یہاں یا تو اقبال خود موجود
ہے.... یا پھر اس نے اس مہم کے لیے موٹال یا روگان کو بھیجا
ہے"۔

اسی وقت پھر چیخ کی آواز ابھری.... دونوں نے چونک کر ایک
دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اوہ! یہ تو ریکارڈ شدہ چیخ ہے.... اس لیے کہ بالکل اتنی ہی
لمبی ہے"۔

"ہاں! گویا یہ جال ہے.... اب سوال یہ ہے کہ وہ کس گھر

میں چھپے ہوئے ہیں.... دائیں یا بائیں کسی گھر میں ہو سکتے ہیں....
پھر سامنے والے کسی گھر میں میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی
ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے سرگوشی کی۔

"بہت خوب.... آنی بھی چاہیے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

انہوں نے اپنی ترکیب بتائی.... اور پھر وہ اس پر عمل کرنے
کے لیے تیار ہو گئے.... تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جمشید' خان رحمان کے
گھر میں داخل ہو رہے تھے.... اور جیسا کہ انہیں امید تھی.... وہاں
کوئی نہیں تھا.... وہ مسکرا دیئے اور باہر نکل کر ایک سمت میں چل
پڑے.... جلد ہی انہیں احساس ہو گیا کہ ان کا تعاقب کیا جا رہا
ہے.... ساتھ ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ تعاقب کرنے والا
صرف ایک ہے' اس کے ساتھ کوئی نہیں ہے.... وہ اطمینان سے
چلتے رہے.... چلتے رہے.... یہاں تک کہ ایک عمارت میں داخل ہو
گئے.... انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور پھر اس عمارت
سے باتوں کی آواز سنائی دینے لگی۔

"کیا رہا ابا جان"۔

"افسوس! میں انہیں ساتھ نہیں لا سکا"۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بھئی.... وہ لوگ خان رحمان کے گھر میں نہیں تھے....

غالباً" انہیں کہیں اور لے جایا گیا ہے"۔

"اوہ! یہ تو بہت برا ہوا"۔

"اب ہم کر بھی کیا سکتے ہیں.... ہاں تلاش ضرور جاری
رکھیں گے"۔

"یہ تو خیر کرنا ہو گا.... اب کچھ آرام کر لیں"۔

"آرام ان حالات میں کہاں"۔

"محمود کے لیے شدید بے چینی محسوس کر رہے ہیں انکل"۔
آصف کی آواز ابھری۔

عین اسی وقت دھم کی آواز سنائی دی۔

"ارے! یہ کون کودا"۔ آفتاب کی آواز سنائی دی۔

"کودا ہو گا کوئی چوہا.... ہمیں کیا.... باتیں کرو باتیں"۔
فاروق کی ہنسی سنائی دی۔

"باتیں ہی تو کر رہے ہیں.... چھلانگیں تو نہیں لگا رہے
ہیں"۔ مکھن کی آواز سنائی دی۔

عین اسی وقت کمرے میں کوئی جھٹکے سے داخل ہوا اور پھر
ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"ارے! یہ کیا؟"

"ہائیں.... مسٹر سرالک! یہ آپ ہیں.... آپ سے ملاقات

کے بارے میں تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا"۔

"مگر یہ سب کیا ہے.... یہاں تو آپ کے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے.... اور میں نے بہت سے لوگوں کی باتیں کرنے کی آواز بھی سنی تھی"۔

"آپ کے ضرور کان پک گئے ہیں.... مگر نہیں.... کان تو پکتے ہیں باتیں سنتے سنتے"۔

"ہاں! تو باتیں ہی تو سن رہا تھا"۔ سرالک نے اب حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"وہ تو خیر میں آپ کو اب بھی سنا سکتا ہوں.... لیجئے"۔ یہ کہ کر انہوں نے منہ سے آصف کی آواز نکالی۔

"یہ آخر یہاں ہو کیا رہا ہے"۔

"عقل استعمال کرو عقل.... بے عقل کہیں کے"۔ محمود کی آواز ان کے منہ سے نکلی۔

"بے عقل بھی کہہ رہے ہو اور عقل استعمال کرنے کو بھی کہہ رہے ہو.... تم سے بڑا بے عقل کون ہو گا"۔ آصف کی بھنائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"مان گیا میں آپ کو.... تو یہ سب آپ ڈراما کر رہے تھے"۔

"ہاں! دراصل میں آپ کا انتظار کر رہا تھا.... تعاقب کا

احساس تو مجھے ہو ہی گیا تھا"۔

"اس کا مطلب ہے.... محمود کی چیخ والی بات آپ سمجھ گئے تھے"۔

"وہ تو میں وہیں سمجھ گیا تھا"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... میری چال ابھی کامیاب ہو گی"۔

"وہ کیسے جناب سرالک صاحب"۔

"آپ کے سب ساتھی.... اب تک وہیں قید ہیں.... اور انہیں چھڑانے کے لیے آپ کے ساتھیوں کو وہاں آنا ہی ہو گا"۔

"لیکن آپ تو یہاں ہیں میرے پاس"۔

"یہاں سے نکل جانا.... بلکہ آپ کو ابھی بے بس کر کے اپنے ساتھ لے جانا میرے لیے کیا مشکل ہے"۔

"آپ کا مطلب ہے.... لڑائی لڑ کر"۔

"لڑائی لڑنے کی بھی کیا ضرورت ہے.... جب اس کے بغیر ہی کام چل جائے گا"۔

"آپ کا مطلب ہے ہپناٹزم کی طاقت سے"۔

"ہاں! کیا آپ کو اپنی قوت ارادی پر ناز ہے"۔

"مجھے ناز تو نہیں ہے.... اپنے اللہ پر بھروسہ ضرور ہے کہ میں اس قوت ارادی سے کام لے کے آپ کو ناکام بنا سکتا ہوں"۔

"بہت خوب! تب تو ہو جائے زور آزمائی.... ذرا میری طرف
دیکھیں"۔

"ضرور.... کیوں نہیں"۔

انہوں نے بسم اللہ کہہ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا.... ادھر
سرامک اپنی پوری طاقت شاید آنکھوں میں سمیٹ لایا تھا.... ان
میں بے پناہ کشش محسوس ہو رہی تھی اور اگر انسپکٹر جمشید کی جگہ
کوئی اور ہوتا تو فوراً اس کے زیر اثر آ جاتا۔

"آپ میری آنکھوں میں دیکھ رہے ہیں"۔ سرامک نے
سرسراتی آواز میں کہا۔

"ہاں! دیکھ رہا ہوں"۔

"آپ کو نیند آ رہی ہے"۔

"نہیں! ابھی میرا سونے کا وقت نہیں ہوا"۔ انسپکٹر جمشید
بولے۔

"آپ جھوٹ بول رہے ہیں.... آپ کو نیند آ رہی ہے....
آپ سو رہے ہیں.... آپ کا ذہن سوتا چلا جا رہا ہے.... ذہن ضرور
سوتا چلا جا رہا ہے.... لیکن آپ میرے سوالات کے جوابات دیتے
رہیں گے اور جو میں کہوں گا آپ وہ کریں گے"۔

"نہیں.... نہ تو مجھے نیند آ رہی ہے.... نہ میرا ذہن سو رہا اور

نہ ہی تمہارے سوالات کا جواب دینے پر خود کو مجبور پا رہا ہوں"۔

"دھت تیرے کی.... آپ اس طرح میرے قابو میں نہیں
آئے.... خیر کوئی بات نہیں.... میرے ہاتھوں میں بہت طاقت
ہے.... اور اس طاقت کا اندازہ آپ کو پہلے ہی ہے چنانچہ...."

"اور میرے ہاتھوں میں جو طاقت ہے.... کیا اس کا اندازہ
نہیں ہے آپ کو"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یاد نہیں.... اب پتا چل جاتا ہے.... کون کتنے پانی میں
ہے"۔

"ہاں جیسے ابھی پتا چلا ہے"۔

سرامک نے یک دم ان پر وار کر دیا.... انسپکٹر جمشید کو جیسے
بجلی کا ایک جھٹکا لگا اور وہ دور جا کر گرے۔

"بس! ہو گئی ساری اکڑفوں ختم.... ایک ہی جھٹکے میں"۔

انسپکٹر جمشید نے کوئی جواب نہیں دیا.... بلکہ گرنے کے بعد
جو اٹھے تو ان کے دونوں جوتے ان کے دونوں ہاتھوں میں تھے۔

"جسم سے بجلی بھر کر لائے ہو پچھلی بار کی طرح.... اور میرا
خیال ہے.... گولی بھی جسم پر اثر نہیں کرتی ہو گی.... انہی وجوہات کی
بنا پر بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہے ہو.... لیکن ایک بات بھول گئے....
یہ کہ ہم بھی وہ ہیں.... جنہوں نے ان تمام خصوصیات کے باوجود

مقابلہ کیا تھا اور دن میں تارے دکھا دیئے تھے"۔

"اب بھی تارے دکھا دیں.... میں تیار ہوں"۔

یہ کہ کر وہ پھر ان کی طرف آیا.... لیکن انسپکٹر جمشید پوری طرح ہوشیار تھے.... جونہی اس نے اچھل کر لات ان کے منہ پر مارنا چاہی.... ان کا جوتے والا دایاں ہاتھ آگے بڑھا اور اس کے پیر سے ٹکرایا.... وہ دھڑام سے گرا.... لیکن دوسرے ہی لمحے فوراً کھڑا ہو گیا۔

"ان باتوں سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑے گا.... میں فولاد ہوں"۔

"مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ سنا تو ہم نے یہ تھا کہ اس بار ابطال، موٹال اور روگان کو لے میدان میں آیا ہے.... لیکن ہمارے مقابلے پر مسٹر سرالک آئے ہیں"۔

"ہم نے ڈیوٹیاں تقسیم کر رکھی ہیں.... وہ بھی اپنے اپنے مقام پر اس کیس میں موجود ہیں اور میں اپنے مقام پر"۔ اس نے کہا۔

"خیر.... ہمیں اس سے کیا.... میں تو ایک بات جانتا ہوں اور وہ یہ کہ ہمیں آپ لوگوں کا منصوبہ ناکام بنانا ہے"۔

"جس منصوبے کی ہوا تک تم لوگوں کو نہیں لگ سکی اب

تک.... تم اس کو کیا ناکام بناؤ گے.... اس بار ہماری بہترین منصوبہ بندی کی انتہا یہی ہے کہ آپ لوگ یہ جان ہی نہ پائیں کہ منصوبہ کیا ہے"۔

"ہم معلوم کر لیں گے"۔

"نہیں! ایسا نہیں ہو گا.... اب ہمیں دو دو ہاتھ کر لینے چاہیں"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا.... انسپکٹر جمشید یہ بات محسوس کر چکے تھے کہ اس پر وار کر کے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے.... لہٰذا اب انہوں نے دوسرے انداز میں مقابلہ شروع کیا تھا.... جونہی سرالک نے مکا ان کے چہرے کی طرف بڑھایا.... وہ جھکائی دے گئے.... لیکن ساتھ ہی اس کی لات ان کی کمر کی طرف آئی.... وہ دھم سے فرش پر گرے اور لڑھک گئے.... سرالک کو شاید یہ پہلے ہی اندازہ تھا کہ وہ یہی کریں گے.... لہٰذا اس نے اپنے جسم کو اس جگہ گرا دیا جس جگہ وہ گرے تھے.... لیکن وہ وہاں سے پہلے ہی سرک چکے تھے.... نتیجہ یہ کہ وہ فرش پر گر گیا.... لیکن اس گرنے سے اسے ذرا بھی چوٹ نہ آئی اور وہ اٹھا اور پھرتا کھڑا تھا۔

"آخر کب تک انسپکٹر جمشید.... کب تک"۔ اس نے طنزیہ

لہجے میں کہا۔

"جب تک سانس کی آمد و رفت باقی ہے.... اس وقت تک"۔ وہ مسکرائے۔

عین اسی لمحے سرامک نے فرش پر گر کر قلابازی کھائی اور اس کے دونوں پیر ان کے سینے پر لگے.... یہ حملہ اس قدر اچانک اور شدید تھا کہ وہ سنبھل نہ سکے.... اور دیوار سے جا ٹکرائے.... وہ بھی اس زور سے کہ انہیں زمین آسمان گھومتے محسوس ہوئے.... ان کا جسم ساکت ہو گیا۔

"بس انسپکٹر جمشید.... بات ختم"۔ سرامک نے بلند آواز میں کہا۔

اس کے الفاظ انہیں بہت دور سے آتے محسوس ہوئے.... انہوں نے سر کو ایک جھٹکا دیا اور پھر سیدھے کھڑے ہو گئے۔

"ارے ہائیں.... کمال ہے.... ابھی دم خم باقی ہے"۔

"ہاں! لیکن ایک بات سن لیں.... اور وہ یہ کہ ہم آپ کو پہلی شکست دے چکے ہیں.... اور وہ پہلی یہ ہے کہ پروفیسر داؤد کو آپ لوگوں سے دور لے گئے ہیں"۔

"ہیں تو پروفیسر اسی دنیا میں.... کسی دوسری دنیا میں تو چھپا نہیں.... دیکھا جائے گا"۔

"اس دنیا میں کیا.... اسی شہر میں"۔

"بس تو پھر انہیں تلاش کر لینا ہمارے بائیں ہاتھ کا کام ہے"۔

"یہ تو وقت بتائے گا.... کہ بائیں ہاتھ کا کام ہے یا دائیں کا.... اب اپنی دوسری شکست کی تفصیل سن لو"۔

"دوسری شکست.... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ خان رحمان کے گھر کی طرف صرف میں نہیں.... میرے ساتھ انسپکٹر کامران مرزا بھی تھے.... اور آپ ہماری چال میں آ گئے... آپ نے ہمارے لیے محمود کی چیخ والا جال بچھایا تھا.... میں نے جوابی جال بچھایا.... اور آپ اس جال میں پوری طرح آ گئے"۔

"کیا مطلب؟" سرامک زور سے اچھلا۔

"انسپکٹر کامران مرزا اس وقت تک باقی ساتھیوں کے پاس پہنچ چکے ہوں گے.... اور انہیں وہاں سے نکال کر اس اڈے کی طرف جا رہے ہوں گے جہاں پر پروفیسر داؤد موجود ہیں.... کیوں کیسی رہی"۔ وہ ہنسے۔

"نہیں"۔ سرامک چلایا۔

اور پھر ایک دم اس نے دوڑ لگا دی۔

"ارے ارے.... کہاں بھاگے جا رہے ہو"۔

"آپ سے تو میں بعد میں نبٹ لوں گا.... پروفیسر داؤد والا ٹھکانا پتا چلانے کے لیے یہ بہترین موقع ہاتھ آیا ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ بے تحاشہ دوڑ بھی رہا تھا.... اور پھر وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

انسپکٹر جمشید کے چہرے پر ایک مسکراہٹ پھیل گئی.... سرالک کو یہ بات بتا کر انہوں نے ایک اور وار کیا تھا.... انسپکٹر کامران مرزا تو بہت پہلے محمود وغیرہ کو وہاں سے نکال کر اس خفیہ ٹھکانے کی طرف جا چکے تھے.... اب تو وہ کتنا بھی دوڑ لیتا.... ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا.... انہیں تو فکر یہ تھی کہ اگر اس لڑائی میں انہیں شکست ہو گئی تو کہیں ان کے ساتھی ان کی تلاش میں اس اڈے کی طرف نہ آ جائیں اور اس طرح مسٹر سرالک بازی جیت جاتا.... یہی وجہ تھی کہ جس نے سرالک کو دوڑ لگانے پر مجبور کر دیا۔

دوسرے ہی لمحے وہ اس جگہ سے نکلے اور اپنے خفیہ اڈے کی طرف روانہ ہو گئے.... اچانک انہیں ایک جھٹکا لگا.... انہیں ایک خوفناک سا خیال آیا تھا.... انہوں نے فوراً کار روک لی.... اور سوچ میں ڈوب گئے۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ سرالک بھی تنہا نہ آیا ہو اور اب اس کا ساتھی میرا تعاقب کر رہا ہو"۔

اس خیال کا آنا تھا.... کہ انہوں نے اس خفیہ ٹھکانے پر جانے کا ارادہ ترک کر دیا.... اور ایک تیسرے ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گئے.... تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان کے تعاقب میں کوئی ہے یا نہیں۔

جونہی وہ تیسرے ٹھکانے پر پہنچے.... ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

ان کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا تھا۔

○☆○

ننھی منی ترکیب

انسپکٹر کامران مرزا' محمود اور باقی لوگوں کو لے کر خفیہ ٹھکانے پر پہنچے تو سب نے انہیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"جمشید کہاں رہ گئے"۔ خان رحمان بولے۔

"بتاتا ہوں بھئی.... پہلے تو ان لوگوں کو وصول کر لیں"۔ وہ مسکرائے۔

انہوں نے ان سب کو گلے لگایا۔

"محمود! تم ٹھیک تو ہو"۔

"ہاں! اللہ کا شکر ہے.... اف مالک.... وہ سرالک تھا.... اس نے مجھ پر ہپناٹزم کر دیا تھا.... اگر آپ لوگ حکیم صاحب کے مکان سے فوراً نکل نہ آئے ہوتے تو ہم ایک بار پھر ان کی نظروں میں آ چکے تھے"۔

پھر اس نے ساری تفصیل سنائی.... اس کی کہانی سننے کے بعد ان کی نظریں انسپکٹر کامران مرزا کی طرف اٹھ گئیں' اب انہوں

نے تفصیل سنائی۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے.... اباجان اور سرالک اس وقت کہیں نہ کہیں آمنے سامنے ہوں گے"۔

"ہاں! ان کی کوشش ہو گی کہ سرالک اس خفیہ ٹھکانے تک نہ پہنچ سکے.... جب کہ سرالک وغیرہ کی کوشش اس جگہ کا سراغ لگانے کی ہو گی"۔

"ہاں! اگر وہ آدھ گھنٹے تک آ گئے تو اس کا مطلب ہے.... وہ ان سے ہمیں چھڑانے میں کامیاب ہو گئے اور اگر نہیں تو پھر اس کا مطلب ہو گا' وہ الجھ گئے ہیں"۔

"اور اس صورت میں کیا کرنا ہو گا"۔

"کرنا کرانا کیا ہو گا.... ہم ان کی مدد کے لیے نکلیں گے.... البتہ پروفیسر انکل کو یہیں چھوڑ جائیں گے"۔ محمود بولا۔

"نہیں! ہم یہ بے وقوفی نہیں کریں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"جی کیا مطلب.... آپ اس بات کو بے وقوفی کہہ رہے ہیں"۔ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! اس لیے کہ اس طرح ہم جب ایک بار ہی ان کی ان میں آ جائیں گے.... ذرا سوچو.... ان کی نظروں سے بچ نکلنے

کے لیے ہمیں کیا کچھ نہیں کرنا پڑا.... اور اب تک ہم بھول بھلیا
کا شکار رہے ہیں تو یہ صرف اس وجہ سے تھا کہ وہ اپنے ہیڈکوا
میں ہوتے ہوئے ہماری تمام باتیں سن رہے تھے اور ہمیں دیکھ
رہے تھے.... ان حالات میں یہ شوکی کا کارنامہ تھا.... جو ہمیں ا
کی نظروں سے نکال لایا.... لیکن.... مسئلہ رہ گیا تھا خان رحمان ک
گھر کے افراد کا.... اور انہیں نکالنے کے چکر میں محمود پھنس گیا
ہم محمود اور دوسرے لوگوں کو چھڑانے گئے تو اب انسپکٹر جمشید انہ
نظر آئے ہیں.... اگرچہ یہ بھی کچھ کم بات نہیں کہ ہم اپنے
ساتھیوں کو نکال ہی لائے ہیں"۔

"مطلب یہ کہ ہمیں اب آدھ گھنٹے تک انتظار کرنا پڑے
گا.... تب کہیں جا کر یہ اندازہ ہو گا کہ ہم کن حالات کا ش
ہیں"۔ پروفیسر بولے۔

"بالکل ٹھیک"۔ سب نے کہا۔

اور پھر آدھ گھنٹہ گزر گیا.... انسپکٹر جمشید ان تک نہ پہنچے۔
انہوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"اب کیا خیال ہے انکل"۔

"میں ان کی تلاش میں نکلتا ہوں"۔

"لیکن اگر آپ بھی نہ آئے تو ہم کیا کریں گے.... ہم تو

جائیں گے پریشان"۔

"نہیں.... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں.... تم لوگ اپنا
کام جاری رکھنا"۔

"کام.... کون سا کام"۔

"یہ معلوم کرنے کا کام.... کہ دشمن کا منصوبہ کیا ہے.... وہ
اسلامی ملکوں کے خلاف کیا پلان بنا کر اس پر عمل کر چکا ہے"۔

"کرنے کو تو ہم کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے.... لیکن آپ
کے بغیر بھلا کیا مزا.... لہٰذا آپ تو کم از کم نہ جائیں.... میں
اور فاروق چلے جاتے ہیں"۔

"ایک منٹ.... میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے.... انسپکٹر
جمشید کا تعاقب ایک آدمی نے نہیں کیا تھا.... ایک سے تو انہوں
نے نمٹ لیا ہو گا.... اور دوسرے کے چکر میں وہ آ گئے ہوں گے....
چکر میں نہیں آئے ہوں گے تو اس کا احساس انہیں ہو گیا ہو گا
اب وہ اس سے پیچھا چھڑانے کے چکر میں ہوں گے"۔

"بہت خوب! تب وہ تیسرے خفیہ ٹھکانے کی طرف گئے
ہوں گے"۔ محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"تو کیا تمہیں تیسرے خفیہ ٹھکانے کا علم ہے"۔

"ہاں! اچھی طرح"۔

"آؤ میرے ساتھ"۔ انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ نہ جائیں انسپکٹر کامران مرزا.... مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔ پروفیسر بولے۔

"تو پھر میں محمود کے ساتھ چلا جاتا ہوں"۔ خان رحمان بولے۔

"بلکہ میں چلتا ہوں"۔ منور علی خان بولے۔

"نہیں.... آپ لوگ نہیں.... محمود، تم آصف کو ساتھ لے جاؤ.... اور اگر تم دونوں ان کو ساتھ لے کر یہاں نہیں پہنچے.... تو ایک بات ذہن میں رہے.... ہم آپ لوگوں کی تلاش میں نہیں آئیں گے.... اس لیے کہ اس طرح سارا مشن کھٹائی میں پڑ جائے گا.... ہم بھول جائیں گے کہ ہمارے تین ساتھی دشمن کی قید میں ہیں"۔

"ٹھیک ہے انکل.... آپ ضرور بھول جائیے گا.... ہمیں خوشی ہو گی کہ آپ نے ہمیں بھلا دیا"۔

"لل.... لیکن"۔ پروفیسر داؤد نے ہکلا کر کہا۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"یوں بات کس طرح بنے گی.... ہم میں سے تین اگر دشمن کی قید میں ہوں گے.... تو مزا کیا آئے گا"۔

"بات مزے کی نہیں ہے پروفیسر صاحب.... کام کی ہے.... ہمارے مقابلے میں اس وقت ابقال جیسا مجرم ہے.... وہ کیا نہیں کر گزرے گا.... کوئی اندازہ لگا سکتا ہے.... اور پھر سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ اس بار انہوں نے منصوبے کی ہوا تک نہیں لگنے دی"۔

"لیکن ان سب باتوں کے باوجود میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگ جمشید کو ڈھونڈ لائیں"۔

"ہم اسی لیے تو جا رہے ہیں انکل"۔ محمود مسکرایا۔

"پروفیسر صاحب کی بات نے سوچنے پر مجبور کر دیا ہے.... ہمیں انسپکٹر جمشید کو لانا ہی ہو گا.... ورنہ واقعی مزا نہیں آئے گا.... لہذا میں جاؤں گا.... تم دونوں نہیں جاؤ گے"۔

"لیجیے.... اس طرح تو اور ہمیں خطرہ ہو گا.... اگر آپ بھی واپس نہ آئے تو ہم کیا کریں گے"۔

"وہی.... جو میں کر رہا ہوں"۔ انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نہ آیا تو تم لوگ بھی ہماری تلاش میں چلے آنا"۔

"اس طرح تو ہم سب پھنس سکتے ہیں"۔ شوکی گھبرا گیا۔

"تو کیا ہوا.... پھنس کر ہم نکل بھی آتے ہیں.... کیا پہلے

نہیں نکل آئے“۔

”لیکن کتنی مشکل ہے.... اور اگر ہم یہی کرتے رہے تو پھر اصل منصوبے تک کوئی نہیں پہنچ سکے گا“۔

”اور شاید یہی دشمن چاہتا ہے“۔ منور علی خان نے جلدی سے کہا۔

”ٹھہرو، ہم ایک بار اور غور کر لیں“۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

سب سوچ میں ڈوب گئے.... آخر رفعت بولی۔

”اس وقت عقل یہی کہتی ہے کہ انکل جمشید کی تلاش میں نہ نکلیں.... ہم کسی طرح ان کی مدد کر سکیں گے یا نہیں.... لیکن خود ضرور پھنس جائیں گے.... زیادہ امکان پھنسنے کا ہے.... اس کا امکان بہت کم ہے کہ ہم انہیں چھڑا لائیں گے.... اس وقت ہماری اصل جیت یہ ہے کہ دشمن کو ہمارے بارے میں کوئی علم نہیں ہے.... دوسری صورت میں وہ ہمارے بارے میں مکمل طور پر جان لیں گے.... اور ایک بار پھر وہ چکر چل جائے گا یعنی خود کو ان کی نظروں سے اوجھل کرنے کا“۔

”فیصلہ یہ ہے کہ ہم انسپکٹر جمشید کی تلاش میں نہیں جائیں گے“۔ منور علی خان بولے۔

”ہاں! بالکل“۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ان کی تائید کی۔

”تب پھر ہم آپ کا فیصلہ قبول کرتے ہیں.... اب سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں؟“

”اس بات پر غور کہ ہم یہ بات کس طرح معلوم کر سکتے ہیں کہ دشمن کا منصوبہ اس بار کیا ہے“۔

”بھئی ہمارے پاس فرزانہ ہے، فرحت.... رفعت ہے.... آخر یہ کس دن دماغ لڑائیں گی“۔

”دماغ لڑانے کی بھی ایک ہی رہی.... بھئی ابھی لڑا لیتی ہیں“۔ فرزانہ مسکرائی۔

”شکریہ! دو بار“۔ آفتاب نے کہا۔

اور پھر وہ سب مسلسل سوچ میں ڈوب گئے.... آخر رفعت نے سر اٹھایا۔

”میرے ذہن میں ایک ننھی منی سی ترکیب سر ابھار رہی ہے“۔

”تو پہلے اسے کچھ بڑا ہونے دو“۔ فاروق نے ہنس کر کہا۔

”او کے! میں کوشش کرتی ہوں“۔ اس نے کہا اور پھر سوچ میں ڈوب گئی۔

”تم بھی عجیب ہو“۔ خان رحمان کی جھلائی ہوئی آواز سنائی

دی۔

"یہ کس سے کہا آپ نے.... رفعت سے یا مجھ سے"۔ فاروق نے پوچھا۔

"تم سے.... اس کی ننھی منی تو سن لیتے.... بعد میں بڑی ہوتی رہتی"۔

"اور اگر بعد میں وہ اور چھوٹی ہو جاتی انکل"۔ فاروق نے کہا۔

انسپکٹر کامران مرزا مسکرا پڑے۔

"میرا خیال ہے.... پہلے مجھے ایک بار پھر ساری تفصیل سنا دی جائے.... میرے ذہن میں ساری باتیں صاف نہیں ہیں.... اور میں اسی وقت کوئی کام دکھا سکتا ہوں.... جب ایک ایک بات مجھے معلوم ہو"۔

"یہ کام میں کرتا ہوں.... باقی لوگ سوچ بچار جاری رکھیں"۔

انہوں نے ہر بات کی وضاحت کر ڈالی.... اس دوران باقی لوگ سوچ میں ڈوب گئے.... آخر جب پروفیسر داؤد نے کہ دیا کہ ان کے ذہن میں اب ہر بات صاف ہو گئی ہے تو انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"ہاں رفعت.... وہ تمہاری ننھی منی سی ترکیب کا کیا بنا.... وہ اب تک کچھ بڑی ہوئی ہے یا نہیں"۔

"ابھی تو نہیں.... آپ فرمائیں تو اسی قدر سنا دوں.... جس قدر میرے ذہن میں آئی ہے"۔

"ٹھیک ہے.... تم سناؤ.... بڑی ہم خود کر لیں گے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ترکیب یہ ہے کہ ہم انشارجہ کے صدر کو اغوا کر لیں یا پھر بنگال کے صدر کو یا پھر انڈس کے صدر کو.... آخر ان تینوں کو تو منصوبے کا علم ہو گا ہی"۔

"ترکیب بری نہیں.... لیکن ذرا سوچو.... کیا ان ملکوں کے صدروں کو اغوا کرنا آسان کام ہو گا"۔ خان رحمان بولے۔

"یہ سوچنا آپ لوگوں کا کام ہے"۔

"خیر.... یہ تو ہے آخری ترکیب.... یعنی جب کوئی راستا بھی نہیں سجھائی دے گا.... تو ہم یہی کریں گے.... لیکن اگر اس کے بغیر ہمیں منصوبے کی سن گن لگ جاتی ہے تو یہ اور بہتر ہو گا"۔

"بالکل ٹھیک.... اور میں اس سلسلے میں ایک بات کہنے کی اجازت چاہتی ہوں"۔ فرحت نے پرجوش انداز میں کہا۔

"کھلی اجازت ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"تو کیا کوئی اجازت بند بھی ہوتی ہے انکل"۔ محمن کے لہجے میں حیرت تھی۔

"پپ پتا نہیں"۔ وہ ہکلائے۔

"کک.... کیا چیز بند بھی ہوتی ہے"۔ پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی.... وہ .... اجازت"۔ فاروق مسکرایا۔

"اوہ اچھا.... اجازت.... ہائیں کیا مطلب.... میں سمجھا نہیں"۔ وہ بوکھلا کر بولے۔

"بات صرف اتنی سی ہے انکل کہ انکل کامران مرزا نے فرحت کو ترکیب بتانے کی کھلی اجازت دے دی ہے"۔

"اچھا کیا کامران مرزا.... میں بھی تم سے یہی کہنے والا تھا.... کہ ان لوگوں کو کھلی اجازت دے دیا کریں.... یہ اسی صورت میں ہمارے لیے زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں"۔

"جی ہاں! آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں.... لیکن بات ہو رہی تھی.... کھلی اجازت کی.... آپ اس سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے.... یعنی کھلی اجازت کو کھلی چیز بنا دیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"نن.... نہیں تو.... میں تو یہیں بیٹھا ہوں.... جہاں پہلے بیٹھا

تھا.... یار جمشید.... اوہ سوری.... یار کامران مرزا.... اب تم بھی ان کی طرح بے پر کی اڑانے لگے"۔

"مم.... میں.... میں نے کون سی بے پر کی اڑائی ہے"۔

"یہی.... دو ہاتھ آگے نکلنے والی بات"۔ پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"اوہ.... وہ.... مم.... معافی چاہتا ہوں"۔

"خیر.... اس پر معافی چاہنے کی بھی کوئی بات نہیں.... کیوں بھئی"۔ پروفیسر داؤد نے باقی لوگوں کی طرف دیکھا۔

"جی بالکل نہیں"۔ سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"وہ ترکیب والا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا"۔ خان رحمان جلدی سے بولے۔

"پتا نہیں.... ان معاملات کو کیا ہے.... جب دیکھو کھٹائی میں جا پڑتے ہیں.... کم از کم مٹھائی میں ہی پڑ جایا کریں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"کیوں.... کیا آپ کو بھوک لگ گئی ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"بھوک کا کیا ہے.... وہ تو کسی وقت بھی لگ سکتی ہے.... لیکن اس وقت بھوک لگی ہے مٹھائی کی اور مجھے یاد پڑتا ہے....

مٹھائی کھائے ایک مدت گزر گئی ہے.... لٰہذا کامران مرزا کہیں سے تھوڑی بہت مٹھائی کا بندوبست ہو سکتا ہے"۔

"اس کے لیے شہر جانا ہو گا.... اور ہم انسپکٹر جمشید کو چھڑانے کے لیے شہر نہیں جا رہے کہ کہیں دشمن کی نظریں ہمیں نہ پالیں.... مٹھائی کے لیے کیسے جا سکتے ہیں"۔

"خیر.... خیر.... کوئی بات نہیں.... مٹھائی تم لوگوں پر ادھار رہی"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

"لیکن آپ کی بھوک کا کیا ہو گا"۔

"دیکھا جائے گا.... میں ان کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر کام چلا لوں گا"۔

"لیکن انکل.... ہماری میٹھی باتوں میں تو کڑوی اور کسیلی باتیں بھی شامل ہو جاتی ہیں"۔

"میں ان کو الگ کر دوں گا.... ویسے تو ان کی کڑوی کسیلی باتیں بھی مٹھائی سے کم نہیں ہوتیں"۔

"بس تو پھر.... آپ کو مٹھائی کی کیا ضرورت ہے"۔ شوکی مسکرایا۔

"ہم ایک بار پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں.... رفعت کی ترکیب آخری ترکیب ہو سکتی ہے.... اس سے پہلے ہمیں کسی

اور ذریعے سے یہ معلوم کرنا ہے کہ دشمن کا منصوبہ کیا ہے.... جس پر وہ کام بھی کر چکا ہے.... اور اس کے باوجود ابھی تک اس کی کسی کو ہوا تک نہیں لگ سکی"۔

"ہاں! ٹھیک ہے"۔ خان رحمان بولے۔

"لٰہذا ہم ایک بار پھر فرزانہ' فرحت اور رفعت کو دعوت دیتے ہیں.... ارے ہاں.... وہ فرحت کوئی ترکیب بتانے تو جا رہی تھی"۔

"ہاں! جا رہی تھی.... لیکن آپ لوگوں نے جانے کب دیا"۔

"تو اب اجازت ہے.... جہاں جانا ہے.... چلی جاؤ"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"میں دراصل یہ کہنا چاہتی تھی کہ ابطال اور اس کے تینوں ساتھی تو صرف ہمیں الجھائے رکھنے کا کام کر رہے ہیں.... اصل منصوبے کا علم انہیں بھی نہیں ہے.... تو پھر کن لوگوں کو علم ہے.... وہ کہاں ہیں.... یا انہوں نے اس بار اپنا ہیڈ کوارٹر کہاں بنایا ہے.... یہ باتیں جاننے کے لیے ہمیں انشارجہ جانا ہو گا.... اس کے بغیر ہم کامیاب نہیں ہو سکتے.... یہ منصوبہ آخر صرف صدروں تک تو ہو نہیں سکتا.... عمل تو اور لوگوں کو ہی کرنا ہو گا.... بس ہمیں کسی ایسے آدمی کا سراغ لگانا ہو گا.... جو اس منصوبے پر عمل کرنے

والے میں سے ایک ہو گا"۔

"اس میں شک نہیں کہ طریقہ یہی ہے.... لیکن یہ بھی تو واضح ترکیب نہیں ہے"۔ محمود نے اعتراض کیا۔

"اور کیا ہم انسپکٹر جمشید کے بغیر انشارجہ چلے جائیں"۔ منور علی خان بولے۔

"اگر وہ ایک آدھ دن تک ہم سے نہیں آ ملتے تو میں تو یہی کہو گا کہ ہمیں اپنا کام شروع کر دینا چاہیے.... جب ہمارے دشمن دیکھیں گے کہ انہیں چھڑانے کے لیے کوئی نہیں آیا تو وہ صاف محسوس کر لیں گے کہ ہم لوگ مہم پر روانہ ہو چکے ہیں' اس بات کی پرواہ کیے بغیر کہ انسپکٹر جمشید ان کی قید میں ہیں.... لہٰذا ان کی توجہ ان پر کم ہو جائے گی اور وہ ہماری فکر کریں گے اور انشارجہ کا رخ کریں گے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے جلدی جلدی کہا۔

"بات یہ بھی ٹھیک ہے.... اور ہمیں فی الحال کرنا بھی یہی ہو گا.... اس کے سوا ہمارے پاس کوئی راستا نہیں ہے"۔ خان رحمان نے کہا۔

"لیکن انکل.... ابھی تک فرزانہ نے رائے نہیں دی"۔ رفعت مسکرائی۔

"یہ بھی ہے.... فرزانہ کیا تم اپنی ترکیبیں محفوظ رکھنا چاہتی

ہو"۔

"جی نہیں.... میں محفوظ تو اس وقت رکھوں گی نا جب کوئی ترکیب میرے ذہن میں ہو گی"۔

"گویا تمہارے ذہن میں کوئی ترکیب نہیں ہے"۔

"رفعت اور فرحت والی ترکیبیں میرے ذہن میں آئی تھیں.... لیکن میرے خیال میں یہ بہت دور کی ترکیبیں ہیں.... جب کہ میں بہت نزدیک کی ترکیب سوچنے کی عادی ہوں.... اس میں شک نہیں کہ ہمیں انشارجہ جانا پڑے گا.... لیکن انشارجہ جانے سے پہلے ہمیں کچھ کام کرنا پڑے گا.... تاکہ انشارجہ میں ہمیں آسانی ہو"۔ اس نے پراسرار انداز میں کہا۔

"کک.... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ.... ہمارے ملک.... بلکہ ہمارے شہر میں بھی تو آخر کوئی ایسا ہے.... جو انشارجہ کا ایجنٹ ہے.... اور انشارجہ کے صدر نے اسے موجودہ منصوبہ کی ہدایات دی ہوں گی کہ اس کے خاص آدمی ابطال وغیرہ اس طرف آ رہے ہیں.... ان کے لیے جہاں تک ہو سکے.... آسانی پیدا کرنا"۔

"اوہ ہاں.... واقعی"۔ انسپکٹر کامران مرزا چونک اٹھے۔

"بس تو پھر.... ضرورت ہے اس بات کی کہ پہلے ہم اس سے

دو دو باتیں کر لیں"۔

"اور تمہارے خیال میں وہ کون ہے"۔

"اس کے لیے ہمیں انشارجہ کے سفارت خانے کی نگرانی کرنا ہوگی.... اس ایجنٹ کی وہاں آمد و رفت لازمی ہے"۔

فرزانہ بولی.... اور وہ سب جوش میں بھر گئے۔

○☆○

حیرت ہے.... کمال ہے

جونہی وہ اس خفیہ ٹھکانے میں داخل ہوئے تھے.... دروازے پر دستک ہوئی تھی.... یہی وجہ تھی کہ ان کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا.... کیونکہ اس جگہ دستک دینے والے بھلا کون آ سکتا تھا.... سوائے ان کے جو ان کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آئے ہوں۔

انہوں نے واپس مڑ کر دروازہ کھول دیا.... وہاں دو غیر ملکی کھڑے نظر آئے۔

"کیا آپ موٹال اور روگان ہیں؟" وہ بولے۔

"اندازہ بالکل درست ہے"۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

"حیرت ہے.... کمال ہے"۔

"آپ موٹال ہیں نا"۔ انسپکٹر جمشید نے دبلے' پتلے' درمیانے قد کے کمزور سے انسان کی طرف دیکھ کر کہا.... اس کی آنکھیں بھی چھوٹی تھیں.... لیکن ان میں خطرناک چمک تھی' ایسی

چمک انسپکٹر جمشید نے عام طور پر سانپ کی آنکھوں میں دیکھی
تھی.... ناک طوطے جیسی تھی.... ٹھوڑی میں ایک گڑھا تھا.... اور
چہرہ کسی الو کی طرح گول' سر سے گنجا۔

"ہاں! میں موٹال ہوں اور یہ روگان"۔

اب انہوں نے روگان کا جائزہ لیا.... وہ لمبا چوڑا تھا.... بہت
مضبوط ہاتھ پیر کا مالک.... اس کی آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں....
یوں لگتا تھا جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے دشمن کو کھا جائے
گا.... چہرہ لمبوترا.... ناک چھوٹی سی پھیلی ہوئی.... سر پر گھنے بال....
گردن بہت موٹی۔

"آپ دونوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی.... مسٹر سرالک تو
اس کا مطلب ہے.... کہیں پیچھے رہ گئے"۔

"ہمارے پاس ایک آلہ موجود ہے.... اس کا دوسرا حصہ
سرالک کے پاس ہے.... لہٰذا وہ بھی بہت جلد یہاں آ جائیں گے"۔

"ان کے آنے سے میری خوشی میں اور اضافہ ہو جائے
گا"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا واقعی"۔ موٹال نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں اور کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں"۔

"ہمارا خیال تھا.... ہم دونوں کو دیکھ کر آپ کے ہاتھوں کے

طوطے اڑ جائیں گے"۔

"ابھی میں نے طوطے پالنے کا شوق نہیں پالا"۔ وہ
مسکرائے۔

"اوہو اچھا.... تو پال لیں نا بھئی.... آخر ہم بے چارے کہاں
جائیں اپنا شوق پورا کرنے.... ہمیں تو بس ایک ہی کام آتا ہے....
ہاتھوں کے طوطے اڑانا"۔

"تو آپ اپنے ہاتھوں کے طوطے کیوں نہیں اڑایا کرتے"۔

"اوہ ہاں! خیر اس پر بھی غور کر لیں گے.... اس وقت کیا
پروگرام ہے"۔

"تعاقب آپ نے کیا ہے.... پروگرام میں بتاؤں"۔ انہوں
نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ کے ساتھیوں میں سے اس ٹھکانے سے کون کون واقف
ہے"۔

"اس سوال کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔ انسپکٹر جمشید بولے
گرچہ وہ سمجھ گئے تھے کہ سوال کیوں پوچھا گیا ہے"۔

"پہلے سوال کا جواب تو دے دیں"۔ موٹال نے ہنس کر کہا۔

"نہیں! پہلے وجہ"۔

"ہم جاننا چاہتے ہیں.... آپ کی تلاش میں کوئی اس طرف

آئے گا یا نہیں"۔

"ہو سکتا ہے.... کوئی آ جائے.... لیکن ان کے ساتھ انسپکٹر کامران مرزا ہیں"۔ وہ مسکرائے۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ انسپکٹر کامران مرزا جب یہ محسوس کریں گے کہ میں الجھ گیا ہوں اور آپ لوگ میرے ذریعے ان لوگوں کا سراغ لگانے کے چکر میں ہیں تو وہ میرے بچوں کو اس طرف نہیں آنے دیں گے.... اس لیے کہ ہمارے نزدیک اہمیت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے دین اور ملک کے دشمنوں کے مقابلے میں کامیابی حاصل کر لیں.... اس بات کی نہیں کہ ہمارا کوئی ساتھی بھی دشمن کی قید میں چلا جاتا ہے تو پہلے ہر حال میں اسے چھڑائیں.... جی نہیں.... اسے چھڑانا اگر مشن کے لیے خطرناک ہو سکتا ہے.... تو چھڑانے کا کام بعد میں کر لیں گے.... مشن پہلے مکمل کریں گے۔ لہٰذا انہیں اس بات کی پرواہ نہیں ہو گی.... کہ میں قید میں ہوں.... اول تو ابھی میں قید میں بھی نہیں ہوں"۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" موٹال نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"کک.... کیوں.... کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا"۔ انسپکٹر جمشید

بولے۔

"ہاں اور کیا.... ہم دونوں کی یہاں موجودگی کا مطلب یہی ہے کہ اب آپ اپنے ساتھیوں کے پاس نہیں جا سکتے.... آپ کے ساتھیوں کو آپ کے پاس آنا ہو گا"۔

"نہیں.... وہ نہیں آئیں گے"۔

"تو ہم آپ کو یہاں سے نکلنے نہیں دیں گے.... آپ ہم سے تیز نہیں بھاگ سکتے.... اپ چاہیں تو اس طرح بھی مقابلہ کر کے دیکھ لیں.... لیجیے ہم نے راستا چھوڑ دیا.... آپ بھاگ سکتے ہیں تو بھاگ کر دکھا دیں"۔

یہ کہہ کر روگان خاموش ہو گیا.... انسپکٹر جمشید نے نظر بھر کر دونوں کو دیکھا' پھر مسکرائے اور پروقار انداز میں بولے۔

"کیا میں واقعی آپ دونوں کو بھاگ کر دکھاؤں"۔

"ہاں! آپ فوراً پکڑے جائیں گے"۔

"لیکن!" انسپکٹر جمشید بولے اور آگے کچھ نہ کہا۔

"لیکن کیا؟" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

"لیکن یہ کہ آپ مجھے نہیں پکڑیں گے"۔

"کیا مطلب.... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو نہیں پکڑ سکیں گے"۔ موٹال چونکا۔

"نہیں! بلکہ میں نے یہ کہا ہے کہ آپ مجھے نہیں پکڑیں گے"۔ وہ بولے۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی"۔ روگان الجھن کے انداز میں بولا۔

"آ جائے گی.... آپ مجھے اس لیے نہیں پکڑیں گے تاکہ میں دوڑتا ہوا اپنے ساتھیوں تک پہنچ جاؤں"۔

"اوہ نہیں"۔ موٹاال کی آنکھوں میں حیرت کوند گئی۔

"آپ بہت چالاک ہیں.... اس میں کوئی شک نہیں.... خیر کوئی بات نہیں.... اب آپ کیا کریں گے"۔

"اپنے ساتھیوں تک جانے کے لیے میرے پاس تو ایک راستا ہے.... لیکن آپ دونوں کے پاس میرے ساتھیوں تک جانے کے لیے ایک راستا بھی نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے نئی بات کی۔

"یہ آپ نے ایک اور کہہ دی.... اب اس کی بھی وضاحت کر دیں"۔

"ہاں! کیوں نہیں.... میرا کام ہی وضاحتیں کرنا ہے.... میں آپ دونوں سے جنگ کیے لیتا ہوں.... اگر میں نے آپ دونوں کو شکست دے دی تو پھر میں آپ دونوں کو بے بس کر دوں گا.... اور یہاں سے اپنے ساتھیوں کے پاس جا سکوں گا.... لیکن اگر آپ

دونوں نے مجھے بے بس کر دیا تو پھر آپ مجھ سے اپنے ساتھیوں کا ٹھکانہ نہیں معلوم کر سکیں گے.... اس طرح ناکامی آپ دونوں کا مقدر ہوگی"۔

"ابھی آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ ہم آپ سے اس ٹھکانے کے بارے میں دریافت نہیں کر سکیں گے"۔

"اس لیے کہ میں اپنے آپ کو جانتا ہوں.... آپ مجھ سے اگلوا نہیں سکیں گے.... اور پھر ایک اور بات بھی آپ کو بتا سکتا ہوں"۔

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ انسپکٹر جمشید اتنے بچے نہیں"۔

"کیا مطلب؟"

"اگر کسی طرح آپ لوگ فرض کیا خفیہ ٹھکانے کا پتا مجھ سے معلوم کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں تو پھر بھی آپ وہاں ان لوگوں کو نہیں پائیں گے.... کیونکہ احتیاط انہیں اسی میں نظر آئے گی کہ وہ اس جگہ کو بھی چھوڑ دیں"۔

"لیکن پھر آپ ان تک، نئی جگہ کیسے پہنچیں گے"۔

"یہ بعد کی بات ہے.... کہ وہ مجھ سے کس طرح رابطہ کرتے ہیں.... یا میں کس طرح ان سے رابطہ کرتا ہوں"۔

"باتیں بہت ہو چکیں.... اب ذرا عملی طور پر کچھ کر لینا چاہیے"۔

"عملی طور پر.... ہاں ضرور کیوں نہیں"۔

انسپکٹر جمشید اچھل کر پیچھے ہٹ گئے.... کیونکہ عملی طور پر کا مطلب تھا.... اب ذرا دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں۔

دونوں نے دونوں طرف سے ایک ساتھ ان پر چھلانگ لگائی.... ان کا ارادہ تھا.... دونوں طرف سے انہیں پیس کر رکھ دیں.... لیکن انسپکٹر جمشید پہلے ہی ہوشیار تھے.... ان کے درمیان سے اس طرح نکل گئے.... جیسے وہ وہاں کھڑے ہی نہیں تھے۔

دونوں کے جسم پوری قوت سے ٹکرائے.... اور پھر ان کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"یہ بے وقت کی ہنسی تھی، آپ دونوں کو تو رونا چاہیے اس موقع پر"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہنس اس بات پر رہے ہیں کہ ہمارا وار خالی گیا.... لیکن اس سے ہمارا بگڑا کچھ نہیں.... یہ آپ بھی دیکھ رہے ہوں گے.... ہم لوگ فولاد کے بنے ہوئے ہیں.... آپس میں ٹکرانے سے ہمارا کیا بگڑے گا.... ہاں اگر آپ درمیان میں آ گئے ہوتے نا تو آپ کے جسم میں چھید پڑ جاتے"۔

"ہائیں.... آپ اردو میں پنجابی بھی بول لیتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ہم ہر زبان بول لیتے ہیں"۔

"بہت خوب! یہ جان کر خوشی ہوئی.... دوسری چھلانگ لگانے کا ارادہ کب تک ہے"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

جواب میں انہوں نے کوئی جملہ نہ کہا.... بلکہ دونوں نے ایک ساتھ ان پر چھلانگ لگا دی.... اس بار کی چھلانگ اور انداز کی تھی.... دنوں نے کندھے سے کندھے ملایا ہوا تھا.... اور وہ گویا ہوا میں اڑتے ہوئے ان کی طرف آئے تھے.... دیکھنے والا اگر وہاں اس وقت کوئی ہوتا تو یہی محسوس کرتا کہ دونوں انسپکٹر جمشید کے سر سے ٹکرا گئے.... لیکن دراصل وہ ان سے نہیں.... ان کے دونوں ہاتھوں سے ٹکرائے تھے.... انہوں نے اس بار جھکائی نہیں دی تھی.... پرسکون انداز میں اپنی جگہ کھڑے رہے تھے.... اور انہوں نے صرف اتنا کیا تھا کہ اپنے دونوں مکے آگے کر دیئے تھے.... ان کے مکے ان کی ٹھوڑیوں پر لگے اور وہ فرش پر گر پڑے۔

لیکن فوراً ہی وہ اٹھ چکے تھے۔

"ہمیں کوئی فرق نہیں پڑے گا"۔ موٹال ہنسا۔

"تب پھر یہ بہتر رہے گا کہ ہم باہر نکل کر ذرا کھل کر

لڑیں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... ہم آپ کا اس حد تک ضرور احترام کریں گے کہ آپ کو کوئی حسرت نہ رہ جائے"۔

"تو پھر آیئے"۔

تینوں عمارت سے باہر نکل آئے.... یہ عمارت شہر سے باہر درختوں کے درمیان اور صاف ستھرے قطعے پر بنی ہوئی تھی.... گویا بھاگنے اور دوڑنے کے لیے بہت جگہ تھی۔

"اب یہاں دکھائیں.... اپنے کرتب"۔

"واقعی! یہاں ہم بہت آسانی کے ساتھ اپنا کمال دکھا سکیں گے"۔

"اور میں کوشش کروں گا.... آپ کے کام کو زوال لانے کی"۔

دونوں مسکرائے.... پھر آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے۔

"کیا علیک سلیک کا ارادہ ہے؟"

"نہیں.... گلے لگائیں گے"۔

اور ان دونوں نے ہاتھ واقعی اس طرح پھیلا دیئے جیسے گلے لگانے کا ارادہ ہو.... شاید وہ چاہتے .... انسپکٹر جمشید جھکائی دے

کر دائیں بائیں نہ نکل جائیں.... انسپکٹر جمشید بھی ان کی چال بھانپ گئے.... لہٰذا جونہی وہ ان کے نزدیک آئے.... انہوں نے ایک اونچی چھلانگ لگائی اور ان کی کمر کی طرف آکر گرے.... ساتھ ہی انہوں نے لات گھما دی.... لات ان میں سے ایک کو لگی.... اور وہ گرا.... ادھر دوسرے نے مرغے کی طرح جھک کر ان کے پیٹ میں ٹکر مار دے ماری۔

انسپکٹر جمشید کے لیے یہ بار بہت شدید تھا.... انہیں واقعی یوں لگا.... جیسے پہاڑ پیٹ پر آ کر گیا ہو.... وہ کمر کے بل گر گئے.... ساتھ ہی موٹال نے ان پر چھلانگ لگائی.... لیکن وہ لڑھکنی کھا گئے.... دوسری طرف روگان موجود تھا.... اس نے ایک پیر اٹھایا اور ان کے پیٹ پر دے مارا.... ایک بار پھر ان کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔

ساتھ ہی انہوں نے دونوں کے ہنسنے کی آواز سنی.... اور ان کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا.... انہیں ہوش آیا تو رسیوں سے بندھے ہوئے تھے.... وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھے ان کی طرف اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ ان کے کوئی رشتہ دار ہوں اور بیمار پرسی کے لیے آئے ہوں۔

"تو میں تم دونوں سے شکست کھا گیا"۔

"وہ تو پہلے ہی ظاہر تھا.... جب ہمیں چوٹ ہی نہیں لگتی.... ایک اکیلے انسپکٹر جمشید کے ہاتھوں ہم مار کس طرح کھا سکتے تھے"۔

"خیر.... پھر کبھی سہی"۔

"ضرور.... اگر آپ زندہ بچ گئے تو.... کیونکہ فی الحال تو ہم آپ سے آپ کے خفیہ ٹھکانے کا پتا معلوم کرنا چاہتے ہیں.... اگر آپ نے سیدھی طرح بتا دیا تو ٹھیک.... ورنہ ہم الٹی طرح تو آپ سے پوچھ ہی لیں گے"۔

"کوشش کر کے دیکھ لیں.... ویسے فائدہ اس کا پھر بھی نہیں ہو گا.... اگر میں آپ کو بتا دوں' تو بھی آپ ان تک نہیں پہنچ سکیں گے.... کیونکہ انسپکٹر کامران مرزا وہاں ہرگز نہیں ٹھہریں گے"۔

"اگر یہ بات ہے.... تو پھر آپ ہمیں بتا دیں۔

"میں ان کا اور آپ کا درمیانی فاصلہ کیوں کم کروں.... میں تو درمیانی فاصلہ بڑھاؤں گا.... اور دوسری صورت میں ممکن ہے کہ آپ کو کچھ نہ بتاؤں اور آپ کا وقت ضائع کروں"۔

"اچھا یہ بات ہے.... آپ ہمارا وقت ضائع کریں.... ہم آپ کا خون ضائع کرتے ہیں"۔

"وقت زیادہ قیمتی ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"وقت وقت کی بات ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی موٹال نے جیب سے ایک چاقو نکالا.... کمرے میں اس کے کھلنے کی آواز گونج اٹھی.... گویا کمانی دار چاقو تھا۔

"میں اس کا پھل نصف تک آپ کے جسم میں اتار رہا ہوں.... یہ اس وقت تک آپ کی ران میں رہے گا.... جب تک کہ آپ بتا نہیں دیتے"۔

"افسوس"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"افسوس کی بات ہے"۔

"بین الاقوامی مجرموں سے ایسی امید نہیں تھی"۔

"ہمارے نزدیک بھی اس وقت اپنا مشن ہے.... یہ نہیں کہ ہم کون ہیں.... کیا ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... کریں پھر اپنا کام"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اگر آپ نے نصف' تک نہ بتایا تو پورا چاقو آپ کے جسم میں اتار دیا جائے گا"۔

"اور پھر؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور پھر دوسری ران کی باری"۔ روگان بولا۔

"اور پھر"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اور پھر... اور پھر یہ"۔ روگان نے غصے میں آ کر کہا اور انہیں چاقو ران میں اترتا محسوس ہوا۔

○☆○

دھک دھک

"اس میں کوئی شک نہیں.... فرزانہ کی تجویز لاجواب ہے.... لیکن، سوال یہ ہے کہ ہم اباجان کا کیا کریں"۔ محمود بولا۔

"انسپکٹر جمشید موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں.... اول تو وہ ان کے قابو میں نہیں آئیں گے.... دوسری بات یہ کہ اگر آ گئے تو بھی اس جگہ کا پتا نہیں بتائیں گے"۔

"ہو سکتا ہے.... وہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کر لیں کہ انکل بتانے پر مجبور ہو جائیں"۔ آصف نے جلدی جلدی کہا۔

"مجھے اس کی ایک فیصد بھی امید نہیں ہے.... لیکن پھر بھی احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں.... تاکہ دشمن کی جیت کا کوئی پہلو بھی باقی نہ رہنے دیں"۔

"ہوں! ٹھیک ہے.... لیکن اگر اباجان انہیں شکست دے کر یہاں آ گئے تو"۔

"وہ ہم تک پہنچ جائیں گے.... فکر نہ کرو.... ہم یہاں خفیہ

نشان چھوڑ جائیں گے"۔

"بہت خوب"۔

انہوں نے اسی وقت چلنے کی تیاری شروع کر دی.... تھوڑی دیر بعد وہ اس عمارت سے رخصت ہو رہے تھے.... اور اس کے ایک گھنٹے بعد وہ ایک سرائے میں لیٹے ہوئے تھے.... کسی ہوٹل میں ان کا سراغ لگانا دشمن کے لیے آسان کام تھا.... لیکن سرائے کی طرف ان کا دھیان بھی نہ جاتا.... اور چلا بھی جاتا تو بھی شہر میں ان گنت سرائیں تھیں.... وہ کہاں کہاں ڈھونڈتے۔

"اب ہم انسپکٹر جمشید کے انتظار میں وقت ضائع نہیں کریں گے.... انشارجہ کے سفارت خانے کون جانے کے لیے تیار ہے"۔

"جی میں"۔ ان سب نے کہا۔

"حد ہو گئی.... آپ تو سب تیار ہیں.... اچھا خیر.... محمود اور آصف اور شوکی چلے جائیں.... لیکن صرف نگرانی کریں گے.... اور یہ دیکھیں کہ ہمارے ملک کا وہ کون سا اہم آدمی ہے.... جس کے انشارجہ کے سفیر سے گہرے تعلقات ہیں"۔

"بالکل ٹھیک.... آپ فکر نہ کریں"۔ تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

"تو پھر جاؤ"۔

"اور واپسی ہماری یہیں ہو گی"۔

"ہاں بالکل! اول تو ہم یہیں ملیں گے.... نہ ملے تو پیغام مل جائے گا.... اور میں اب جاتا ہوں اس عمارت کی طرف.... جس تک پہنچنے کا ہمارے دشمنوں کا پروگرام ہے.... لیکن وہ نہیں پہنچ سکیں گے.... ہاں انسپکٹر جمشید وہاں پہنچ کر رہیں گے.... لہٰذا ان کے لیے کوئی نشانی تو وہاں چھوڑنا ہو گی"۔

"تو جب ہم وہاں سے آ رہے تھے.... آپ نے یہ کام اسی وقت کیوں نہ کر ڈالا"۔

"اس لیے کہ نشان کو خفیہ رکھنا ضروری تھی.... یعنی میں چاہتا تھا کہ آپ میں سے کسی کو یہ بات معلوم نہ ہو کہ میں نے وہاں کیا نشان چھوڑا ہے"۔

"کیوں انکل! اس میں بھلا کیا خطرہ تھا"۔

"ان حالات میں کسی بات سے بھی خطرہ لاحق ہو سکتا ہے"۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں.... خیر ہم جاتے ہیں' سفارت خانے کی طرف.... آپ جائیں اس خفیہ ٹھکانے کی طرف اور باقی لوگ یہیں رک کر ہمارا انتظار کریں"۔

"اور اگر یہاں پر کوئی خطرہ لاحق ہو گیا"۔ محمود نے پوچھا۔

"اس صورت میں تم جو مناسب سمجھو کرنا.... اور پھر یہاں

تمہارے ساتھ انکل منور علی خان اور خان رحمان جو ہیں"۔

"بھئی میں جاسوسی کے داؤ پیچ نہیں جانتا.... مجھ سے تو لڑائی بھڑائی کا کام لے سکتے ہو"۔ منور علی خان بولے۔

"محمود جیسا کہے گا.... کر لیجئے گا"۔

"وہ تو خیر میں کروں گا"۔ منور علی خان بولے۔

اور پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گئے.... انسپکٹر کامران مرزا اس عمارت تک پہنچے.... وہاں اب بھی ہو کا عالم طاری تھا.... دور دور تک کوئی نہیں تھا.... یہ خفیہ ٹھکانے بنائے ہی کچھ اس طرح اور ایسی جگہوں پر گئے تھے کہ ان کے آس پاس سے گزرنے والے بھی ان کو دیکھ نہیں سکتے تھے.... یوں یہ عام گزرگاہوں سے ہٹ کر تھے.... بظاہر یہ نظر بھی نہیں آتے تھے.... کسی کی بہت نزدیک آنے پر نظر پڑ جاتی تو وہ کھنڈر سے نظر آتے تھے.... یا آسیب زدہ عمارت نظر آتے تھے.... ان کے اندر داخل ہونے کا طریقہ اور راستا بھی پراسرار بنایا گیا تھا۔

انسپکٹر کامران مرزا اندر داخل ہوئے.... اور سوچنے لگے کہ انسپکٹر جمشید کو کس طرح اشارہ دیں کہ وہ انہیں کہاں ملیں گے.... اور اگر وہاں نہ مل سکے تو پھر ملاقات انشارجہ میں ہو گی.... کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے فرش پر ایک میخ کی مدد سے چند لکیریں

بنائیں.... پھر ایک پھول بنایا.... اور اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد باہر نکل آئے۔

عین اس وقت انہوں نے محسوس کیا.... کوئی انہیں گھور رہا ہے.... ان کا دل دھک دھک کرنے لگا.... حیرت انہیں اس پر ہوئی تھی کہ اس طرف دشمنوں میں سے کوئی کس طرح آ سکتا ہے.... لیکن یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا.... وہ فوراً واپس اندر آ گئے اور دروازہ بند کر لیا.... پھر جادو کی آنکھ سے باہر کا جائزہ لیا.... لیکن انہیں کوئی بھی نظر نہ آیا.... لیکن ان کی چھٹی حس پکار پکار کر کہ رہی تھی کہ باہر کہیں کوئی موجود ضرور ہے.... اور وہ اس وقت حرکت میں آئے گا جب وہ باہر نکلیں گے.... تاکہ تعاقب کرتا ہوا اس جگہ پہنچ جائے.... جہاں وہ چھپے ہوئے ہیں.... وہ ایک طرف بیٹھ گئے.... اور دل میں ٹھان لی کہ چاہے کچھ ہو جائے.... وہ اس جگہ کا رخ نہیں کریں گے.... پھر انہوں نے سوچا.... اس طرح وہ کب تک بیٹھے رہیں گے.... کہیں ان کے ساتھیوں میں سے کوئی ان کی تلاش میں اس طرف آنے کی غلطی نہ کر بیٹھے.... لہٰذا یہ سوچ کر وہ اٹھے اور عام سے انداز میں چلتے باہر آ گئے.... جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

انہوں نے اس بات کی بھی پروا نہ کی کہ کوئی ان کا تعاقب

کرتا ہے یا نہیں.... بس چلتے رہے.... چلتے رہے.... انہیں ایک خیال آیا تھا اور اب وہ اس خیال کے تحت چل رہے تھے.... اس بات پر انہیں اب تک حیرت تھی کہ کوئی اس عمارت تک کس طرح پہنچ گیا تھا اور اگر اس عمارت تک کوئی دشمن پہنچ سکتا ہے تو پھر اس سرائے تک بھی پہنچ سکتا تھا.... اس خیال نے انہیں پریشان کر دیا.... کیونکہ انہیں جلد از جلد سرائے تک پہنچ جانا چاہیے تھا.... اور اس چھپے ہوئے شخص کی وجہ سے وہ اس طرف کا رخ نہیں کر سکتے تھے۔

ان حالات میں وہ ایک تیسری سمت جانے پر مجبور تھے.... وہ جانتے تھے.... اس طرح جس طرف اب وہ جا رہے ہیں.... اس طرف بھی انسپکٹر جمشید کا ایک خفیہ ٹھکانہ موجود ہے.... پندرہ منٹ تک کار ڈرائیو کرنے کے باوجود بھی انہیں تعاقب کرنے والے کی جھلک تک نہ دکھائی دی.... اگرچہ ان کا دل اب تک ان سے کہہ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی ان کا تعاقب کر رہا ہے۔

اور پھر وہ اس عمارت تک پہنچ گئے.... وہاں انہوں نے ایک اور دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔

انسپکٹر جمشید رسیوں سے بندھے ہوئے تھے.... اور عجیب و غریب غیر ملکی ان کے پاس کرسیوں پر بیٹھے تھے اور ان میں سے

ایک نے چاقو ان کی ران میں اتارا ہوا تھا.... ان کی ران سے خون بہہ رہا تھا۔

"یہ تم کیا کر رہے ہو ظالمو"۔ انسپکٹر کامران مرزا ان الفاظ کے ساتھ ہی چاقو والے پر ٹوٹ پڑے.... موٹال اور روگان شاید ان کی اچانک آمد کے لیے ہرگز تیار نہیں تھے.... ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی اس طرح اچانک آ جائے گا.... لہٰذا بے خبری میں موٹال مار کھا گیا.... وہ دیوار سے جا ٹکرایا.... اس کا چاقو والا ہاتھ کچھ اس طرح دیوار سے جا لگا کہ پھل اس کے جسم کی طرف ہو گیا.... ادھر اس کے جسم کو جو دھکا لگا تھا اس کی وجہ سے جسم چاقو والے ہاتھ کے بعد دیوار سے ٹکرایا.... لہٰذا چاقو کی نوک اس کے جسم میں اترتی چلی گئی.... اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی.... اس وقت تک انسپکٹر کامران مرزا روگان کو گردن سے پکڑ چکے تھے.... اور برابر اس کی گردن پر دباؤ ڈال رہے تھے.... فوراً ہی انہیں احساس ہوا جیسے وہ ربڑ کی بنی کسی چیز پر دباؤ ڈال رہے ہوں.... اور پھر وہ کسی چکنی مچھلی کی طرح ان کے ہاتھوں سے پھسل گیا.... انہوں نے پوری کوشش کی کہ اس کی گردن ان کے ہاتھ سے نہ نکلنے پائے.... لیکن وہ اس پر گرفت جما کر نہ رکھ سکے.... پھسلتے ہی وہ چند فٹ دور کھڑا نظر آیا اور لگا ہنسنے۔

"میں تمہیں مزا چکھا دوں گا"۔

"پہلے اور بات تھی..... ہم بے خبری میں مار کھا گئے..... اب مزا ہم چکھائیں گے"۔ روگان نے کہا۔

"تم انسان ہو یا مچھلی"۔

"لوگ مجھے وناس کی مچھلی بھی کہتے ہیں"۔ وہ بولا۔

"اوہو اچھا..... کیا واقعی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے..... ایسے میں انہوں نے موٹال پر نظر ڈالی..... وہ اٹھ چکا تھا..... اس کے سینے سے خون بہ رہا تھا اور انسپکٹر جمشید بے ہوش تھے اور ان کی ران سے خون بہ رہا تھا..... موٹال اپنے سینے سے چاقو نکال چکا تھا اور اب وہ اس کے خون آلود ہاتھ میں تھا..... اس کا چہرہ حد درجے بھیانک نظر آ رہا تھا۔

"ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

"تو پہلے کون سا انسپکٹر جمشید کو زندہ چھوڑنے کا پروگرام تھا تم لوگوں کا"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اب پہلے تمہیں ٹھکانے لگائیں گے..... اور اس کے بعد انسپکٹر جمشید کو"۔

"اچھا ہی کرو گے..... اس طرح تم ہمارے ساتھیوں کا سراغ کھو دو گے"۔

"تم دونوں کے بغیر وہ کیا ہیں..... کچھ بھی نہیں"۔

"خیر..... ایسی بات بھی نہیں..... اصل کام تو وہی کرتے ہیں..... ہم تو بس ان کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں"۔

"ہمیں اس سے بحث نہیں..... اب لڑائی اس موڑ پر آ گئی ہے..... جہاں تم لوگوں سے کوئی رعایت نہیں کی جا سکتی..... کیونکہ مسٹر موٹال زخمی ہو گئے ہیں"۔

"اور ادھر تم نے انسپکٹر جمشید کو زخمی کر دیا ہے"۔

"اب تم بھی اس کے ساتھ بیٹھے نظر آؤ گے"۔

یہ کہہ کر موٹال زخمی ہوتے ہوئے بھی تیر کی طرح ان کی طرف آیا..... ایسے میں انہوں نے ایک عجیب حرکت کی..... ایک چھلانگ لگائی اور روگان کے پاس جا کر گرے..... دوسرے ہی لمحے انہوں نے اسے موٹال کی طرف دھکا دے دیا..... وہ خنجر والا ہاتھ سیدھا کیے دوڑا چلا آ رہا تھا..... چنانچہ خنجر روگان کے پیٹ میں لگا..... اس کے منہ سے دل دوز چیخ نکل گئی۔

"بہت خوب انسپکٹر کامران مرزا"۔ انہوں نے انسپکٹر جمشید کی آواز سنی۔

"اوہ! آپ کو ہوش آگیا ہے"۔ وہ چونکے۔

پھر آندھی اور طوفان کی طرح ان دونوں پر ٹوٹ پڑے.....

ان کے تابڑ توڑ حملوں نے چند لمحوں کے لیے انہیں ساکت کر دیا.... انہوں نے چاقو موٹال کے ہاتھ سے لیا اور انسپکٹر جمشید کی طرف جھپٹے.... آن کی آن میں انہوں نے رسیاں کاٹ دیں.... اب خنجر انسپکٹر کامران مرزا کے ہاتھ میں تھا.... اس حالت میں وہ پھر ان کی طرف بڑھے.... انسپکٹر جمشید بھی لنگڑاتے ہوئے ان کی طرف آئے.... یہ دیکھ کر انہوں نے کہا۔

"آپ یہیں ٹھہریں.... میں ان سے نبٹ لوں گا"۔

"فکر نہ کریں.... میں ٹھیک ہوں"۔

"اگر آپ ٹھیک ہیں تو پھر دیر نہ کریں.... اور وہاں پہنچ جائیں"۔

"وہاں کہاں"۔ وہ بولے۔

"انہوں نے کان میں سرائے کا نام بتا دیا۔

"لیکن میں آپ کے ساتھ کیوں نہ جاؤں"۔

"کہیں ہم الجھ نہ جائیں.... بہتر یہی ہے آپ دوڑ لگا دیں.... آپ یوں بھی زخمی ہیں.... ایک تو آپ کو مرہم پٹی کا موقع مل جائے گا' دوسرے آپ ان کے پاس پہنچ جائیں گے.... میں نے اگر ان دونوں پر قابو پالیا.... تو آپ سے آ ملوں گا"۔

"ہمارے پاس موقع ہے.... ہم دونوں دوڑ لگا سکتے ہیں"۔

انسپکٹر جمشید بولے۔

"ایک منٹ"۔

یہ کہ کر انہوں نے موٹال اور روگان کی طرف دیکھا.... وہ بے ہوش نظر آ رہے تھے.... اور انہیں ہوش میں آنے کے لیے چند منٹ ضرور لگ جاتے۔

"تو پھر ایک ایک خنجر اور ہو جائے"۔ وہ بولے۔

"اس کی بھی ضرورت نہیں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"نہیں.... اس کی ضرورت ہے"۔

یہ کہ کر وہ ان دونوں کی طرف بڑھے.... اور پھر انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا.... وہ بے ہوش نہیں ہوئے تھے.... ہوش میں تھے.... لیکن انہیں دھوکا دینا کے لیے بے ہوش بن گئے تھے.... جوں ہی وہ ان کے نزدیک پہنچے.... دونوں نے اچانک ان پر حملہ کر دیا.... وہ اس کے لیے بالکل تیار نہیں تھے.... بلکہ دیکھ بھی انسپکٹر جمشید کی طرف رہے تھے۔

"ان کے ہاتھ سے چاقو نکل گیا.... اور وہ روگان کے ہاتھ لگ گیا.... روگان نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... چاقو ان کے دل میں اتار دینا چاہا.... لیکن وہ فوراً پہلو بدل گئے اور خنجر ان کے پیٹ میں لگا۔

"میں نے کہا تھا نا"۔ انسپکٹر جمشید بے تاب ہو کر بولے اور

ان کی طرف جھپٹے۔

"آپ نہ آئیں.... فوراً دوڑ لگا دیں.... مشن کی خاطر"۔ انسپکٹر کامران مرزا چلائے۔

"لیکن.... میں آپ کو اس حالت میں چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں"۔

"مشن کے لیے.... جانا ہی ہو گا.... اگر ہم دونوں یہاں پھنس گئے تو باقی لوگوں کے لیے بہت مشکل ہو گی"۔

انسپکٹر جمشید نے ایک لمحے کے لیے سوچا.... بات یہی درست تھی.... وہ وہاں سے نکل جاتے.... اور پھر نہ چاہتے ہوئے بھی انہوں نے دوڑ لگا دی.... یہ دیکھ کر روگان نے ان کے پیچھے دوڑنا چاہا.... لیکن انسپکٹر کامران مرزا نے فوراً ٹانگ اڑا دی.... وہ منہ کے بل گرا اور اس کے اوپر ہی وہ گر گئے۔

موٹال میں دوڑنے کی سکت نہیں تھی.... ویسے وہ ہاتھ پیر چلا سکتا تھا.... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... انسپکٹر کامران مرزا کو پکڑا اور لگا روگان کے اوپر سے ہٹانے.... انہوں نے بھی اسے پوری مضبوطی سے پکڑ لیا.... اس طرح ان میں زور آزمائی ہونے لگی.... اس وقت انہوں نے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی.... انسپکٹر جمشید اس گاڑی کو لیے جا رہے تھے.... جس میں وہ آئے تھے....

اس کے سوا وہ کر بھی کیا سکتے تھے۔

"بہت خوب انسپکٹر جمشید"۔ وہ چلائے۔

لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ ان کی آواز نہ سن سکے.... اور گاڑی نکال لے گئے.... ادھر موٹال نے جب دیکھا کہ انسپکٹر جمشید تو اب نکل گئے.... تو اس نے غصے میں آ کر ایک ہاتھ انسپکٹر کامران مرزا کی گردن پر دے مارا۔

ان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی.... زمین آسمان انہیں گھومتے محسوس ہوئے اور وقتی طور پر وہ بے ہوش ہو گئے.... لیکن چند سیکنڈ میں وہ ہوش میں آ گئے.... انہوں نے دیکھا۔

موٹال انہیں باندھنے کی تیاری کر رہا تھا.... وہ مسکرا دیئے.... جونہی وہ ان کے نزدیک آیا.... وہ اس پر ٹوٹ پڑے اور رسی کے بل اس کی گردن میں ڈال کر کسنے لگے.... اس صورت حال نے موٹال کو بوکھلاہٹ میں مبتلا کر دیا.... ادھر روگان اس کی مدد کے لیے بڑھا.... اگرچہ وہ بری طرح زخمی تھا.... انسپکٹر کامران مرزا نے ایک زبردست لات اندازے سے اس کی طرف گھما دی۔

لات اس کے ناک پر لگی.... اور وہ الٹ گیا.... انہوں نے دیکھا.... وہ ساکت ہو چکا تھا.... ادھر موٹال کا دل گھٹ رہا تھا.... اچانک اس کی گردن ڈھلک گئی۔

وہ اسے چھوڑ کر روگان کی طرف آئے.... وہ بالکل ساکت تھا.... اب انہوں نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا.... اور چاقو کی تلاش میں نظریں دوڑائیں.... چاقو انہیں نظر نہ آسکا.... اب انہوں نے ایک ایک پتھر اٹھایا اور ان کے سروں پر دے مارا.... اس کے بعد انہوں نے یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کی.... کہ وہ مر گئے تھے یا زندہ تھے.... بس دوڑ لگا دی۔

گاڑی انسپکٹر جمشید لے جا چکے تھے.... اب انہیں دوڑنا پڑا.... سڑک پر آکر انہیں ایک کار میں لفٹ مل گئی.... اس طرح وہ شہر تک پہنچ سکے.... اب وہ اس کار سے بھی اتر گئے اور ایک ٹیکسی پکڑ کر اس سرائے کا رخ کیا.... وہ سوچ رہے تھے.... ان کی مہم کا پہلا مرحلہ کامیاب ہو گیا تھا.... وہ ایک بار پھر سب جمع ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اقبال پارٹی کو ایک ہلکی سی شکست دینے میں وہ پوری طرح کامیاب رہے تھے.... ان خیالات سے خوش ہوتے ہوئے وہ سرائے کے پاس پہنچ گئے.... لیکن ٹیکسی کو سرائے تک لے جانا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا.... لہٰذا وہ کچھ دور ہی اتر گئے اور پیدل چلنے لگے.... سرائے کے نزدیک پہنچ کر انہوں نے دائیں بائیں دیکھا.... کہیں کوئی خطرہ نظر نہ آیا.... ان کی گاڑی بھی باہر کھڑی نظر آئی.... جس کا مطلب تھا.... انسپکٹر جمشید وہاں پہنچ

چکے تھے.... لیکن اب گاڑی کی نمبر پلیٹ بدل چکی تھی.... سرائے کے اندر گاڑی کھڑی کرنے کا انتظام نہیں تھا.... اس لیے انسپکٹر جمشید کو ایسا کرنا پڑا ہو گا۔

وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہو گئے اور اپنے کمروں کی طرف بڑھے.... اچانک انہیں ایک بار پھر ایسا احساس ہوا.... جیسے کوئی اور بھی وہاں موجود تھا.... اور انہیں گھور رہا تھا.... ان کے مساموں سے پسینہ پھوٹ نکلا۔

انہوں نے بغور اس جگہ کا جائزہ لیا.... لیکن وہاں کوئی نہیں تھا.... وہ ایک گوشے میں کھڑے جائزہ لیتے رہے.... جب ان کا اطمینان ہو گیا کہ آس پاس کوئی نہیں ہے اور یہ صرف ان کا وہم ہے تو انہوں نے قدم اٹھایا۔

عین اس وقت ان کو اس کمرے کا دروازہ آہستہ آہستہ اندر دھکیلا جاتا نظر آیا.... جس کمرے میں اس وقت سب کے موجود ہونے کا امکان تھا.... کیونکہ وہ ایک بڑا کمرہ تھا.... وہ دھک سے رہ گئے.... کہ دروازہ خود بخود کیسے کھل رہا ہے۔

ان کی آنکھوں میں خوف سمٹ آیا.... ان کے قدم وہیں جمے رہ گئے۔

O☆O

بنا ہوا پٹھان

سفارت خانے کے نزدیک پہنچ کر انہوں نے آس پاس کا جائزہ لیا۔

"ہمیں کسی ایسی عمارت کا انتظام کرنا ہو گا.... جس میں بیٹھ کر ہم بے فکری سے سفارت خانے کی نگرانی کرتے رہیں"۔ محمود نے کہا۔

"لیکن ایسی عمارت ہم کہاں سے لائیں"۔ آصف نے اسے گھورا۔

"لانے کی ضرورت نہیں.... یہیں کہیں سے انتظام کر لیتے ہیں"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"کاش! یہاں چاروں طرف ہمارے رشتے دار ہوتے.... پھر ہم کسی بھی عمارت میں بیٹھ جاتے"۔ محمود نے سرد آہ بھری۔

"لیکن کسی کو رشتے دار بنایا تو جا سکتا ہے"۔ آصف مسکرایا۔

"اوہ ہاں.... ضرور.... یہ کیا مشکل ہے"۔

اچھی طرح جائزہ لے کر وہ ایک بڑی سی عمارت کی طرف بڑھے.... اس عمارت سے سفارت خانے کا صدر دروازہ اور دائیں بائیں کا بہت سارا حصہ صاف نظر آتا تھا.... اور انہیں دوربین کی بھی ضرورت نہ پڑتی.... اس لیے کہ وہ تھی بھی بالکل نزدیک۔

"کیا خیال ہے دے ڈالوں دستک"۔ محمود بولا۔

"ہاں اور کیا' اس میں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے"۔ آصف مسکرایا۔

"آپ کو غلط فہمی ہے.... میں گھبرا نہیں رہا"۔

"باتوں میں وقت ضائع کر رہے ہیں ہم لوگ"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

اور پھر محمود نے دستک دے ڈالی.... جلد ہی ایک بڑی بڑی مونچھوں والے پٹھان نے باہر آ کر کہا۔

"خوچہ.... کیا بات ہے"۔

"خان صاحب.... ہمیں اس کوٹھی کے مالک سے ملنا ہے"۔

"وہ انتقال کر گیا ہے"۔ اس نے کہا۔

"انتقال کر گیا ہے.... کہاں انتقال کر گیا ہے"۔

"اوہ خوچہ.... تم انتقال کرنے کا مطلب بھی نہیں سمجھتے....

او بابا.... وہ وفات پا گیا ہے"۔

"ارے باپ رے.... اب کیا ہو گا"۔ محمود گھبرا گیا۔

"کیوں خیر تو ہے"۔

"اچھا خان صاحب آپ ان کے بیٹے کو اطلاع دیں کہ ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں"۔

"ان کے تو کوئی بیٹا ہوا ہی نہیں تھا.... اطلاع کس طرح دوں"۔

"اچھا تو ان کی بیٹی کو خبر کر دیں"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"ان کے کوئی بیٹی بھی نہیں ہوا تھا.... اپسوس"۔

"ہاں اپسوس تو ہمیں بھی ہے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"میرا مذاق اڑاتے ہو"۔ وہ غرایا۔

"نہیں تو.... یہ آپ نے کس بات سے اندازہ لگایا"۔

"اس بات سے کہ تم نے اپسوس بولا ہے"۔

"یہ تو ہم نے آپ کو خوش کرنے کے لیے کیا تھا.... اچھا معاف کر دیں اور بیگم صاحبہ کو تو خبر کر سکتے ہیں"۔

"ہاں.... کیوں نہیں.... لیکن کام کیا ہے.... چندہ وغیرہ مانگنا ہے کیا.... اگر یہ بات ہے تو امارا حصہ نکالنا ہو گا.... ورنہ ام اندر نہیں جانے دے گا"۔

"منظور ہے.... جتنا ام کو ملا.... اس میں سے سب آپ کا"۔

"پھر اڑایا میرا مذاق"۔

"نہیں تو.... یہ تو صرف آپ کا خیال ہے"۔

"خیر خیر.... میں جاتا ہوں.... تم لوگ یہیں ٹھہرو"۔

وہ اندر چلا گیا' جلد ہی واپس آیا اور پھر انہیں اندر لے گیا.... کوٹھی اندر سے بھی بہت شان دار تھی' لیکن اداس لگ رہی تھی.... ایک بہت بڑے کمرے میں شاہی مسہری پر ایک سنہری بالوں والی جوان عورت لیٹی تھی.... اس نے ان کی طرف دیکھا.... پھر تپائی کی دراز میں سے چیک بک نکال کر ان سے بولی۔

"کتنا چندہ درکار ہے؟"

"ہم چندہ لینے نہیں آئے"۔

"تو پھر.... اس نے تو یہی بتایا تھا"۔ اس نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔

خان صاحب نے بھی انہیں گھورا۔

"خان صاحب کو بھیج دیں.... ہمیں آپ سے چند باتیں کرنا ہیں"۔ محمود نے کہا۔

"اوہ اچھا.... خان صاحب! تم جاؤ"۔

"جی بہت بہتر بیگم صاحب"۔ اس نے ناخوشگوار انداز میں کہا.... اور کمرے سے نکل گیا۔

"بیٹھو اور بتاؤ.... کیا بات ہے؟"

"آنٹی.... بات یہ ہے کہ.... مم.... مگر نہیں.... پہلے تو ہم اس بے تکلفی کی معافی مانگتے ہیں کہ آپ کو آنٹی کہہ دیا"۔

"کوئی بات نہیں.... میں نے برا نہیں مانا"۔ وہ پہلی بار مسکرائی۔

"اور اب ہم آپ کو ایک بات بتاتے ہیں.... آپ کے ملازم نے آپ کا حکم نہیں مانا"۔ آصف نے دبی آواز میں کہا۔

"کیا مطلب؟" عورت کی آواز گونجی۔

محمود اپنا منہ اس کے کان کے قریب لایا۔

"آپ کا ملازم ہمیں اس شرط پر اندر لایا ہے کہ ہمیں آپ سے جو ملے گا.... اس کا نصف ہم اسے دیں گے"۔

"نن نہیں"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگر ہم اس کی شرط نہ مانتے تو وہ ہمیں اندر نہ آنے دیتا"۔

"اوہ"۔ وہ بولی۔

"اور اب دوسری بات.... آپ نے اسے حکم دیا ہے ناکہ چلا جائے"۔

"ہاں! ابھی تمہارے سامنے ہی تو یہ بات اس سے کہی ہے"۔

"تب پھر اسے چلے جانا چاہئے تھا نا"۔ محمود نے کہا۔

"تو وہ چلا گیا ہے"۔

"نہیں گیا.... دروازے سے لگا اندر کی باتیں سن رہا ہے"۔

"اوہ نہیں"۔

"ہم ابھی آپ کو تجربہ کرا دیتے ہیں"۔

یہ کہہ کر محمود دبے پاؤں دروازے تک آیا اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا.... ملازم اپنی جھونک میں کئی قدم اندر کی طرف لڑکھڑاتا آیا۔

"ارے! یہ کیا"۔

"وہی جو میں نے کہا تھا"۔

"تم دروازے سے لگے کیا کر رہے تھے"۔ عورت نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کہیں آپ کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچانا چاہتے"۔

"جھوٹ! تم نے ان سے نصف رقم لینے کی شرط طے کی تھی"۔

"نن نہیں تو بیگم صاحبہ"۔

"کیا کہا... بیگم صاحب... یہ اتنا صاف بیگم صاحبہ تم نے کیسے کہہ دیا تم تو اب تک بالکل پٹھانوں کے انداز میں بات کرتے رہے ہو"۔

"میں صاف اردو بھی کبھی کبھی بول لیتا ہوں"۔

"بیگم صاحبہ... یہ دراصل پٹھان نہیں ہے... بنا ہوا پٹھان ہے"۔ آصف مسکرایا۔

"کیا کہا... بنا ہوا پٹھان"۔ عورت نے حیران ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ نقلی پٹھان... آپ کہیں تو ہم اس کی اصل شکل آپ کو دکھا دیں"۔

"کیا بکواس ہے... بیگم صاحبہ! حکم کریں... میں انہیں دھکے مار کر باہر نکال دوں"۔

"نہیں... پہلے انہیں اپنی بات ثابت کرنے کا موقع دیا جائے"۔

"یہ ایسے ہی اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہیں"۔

"تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے"۔ وہ عورت مسکرائی۔

"ہم ابھی ثابت کر دیتے ہیں"۔ یہ کہہ کر آصف آگے بڑھا۔ ملازم بھڑک کر بھاگا... لیکن فوراً ہی شوکی نے اپنی ٹانگ

آگے کر دی... وہ منہ کے بل گرا... محمود نے فوراً اس کا بازو پکڑ کر مروڑ دیا... اب وہ لگا ہائے ہائے کرنے۔

"آصف! اس کی مونچھیں اکھیڑ لو"۔

"ارے ارے... ایسا نہ کرو"۔ عورت نے گھبرا کر کہا۔

لیکن اتنی دیر میں آصف مونچھیں اکھاڑ چکا تھا... ساتھ ہی اس کے سر پر سے پگڑی بھی اتار دی گئی... اب اس کا چہرہ بالکل مختلف نظر آیا۔

"اف! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں"۔

"کیا آپ نے اخبار میں کسی پٹھان چوکیدار کا اشتہار دیا تھا"۔

"ہاں! یہی بات ہے... پٹھان بہت ایمان دار اور وفادار ہوتے ہیں"۔

"بس آپ کا اشتہار پڑھ کر یہ میک اپ کر کے یہاں آ گیا... اور اس نے نہایت کم تنخواہ پر کام کرنا منظور کر لیا ہو گا"۔

"ہاں! یہی بات ہے"۔

"اس لیے کہ یہ آپ کی دولت پر ہاتھ صاف کرنے کے ارادے سے آیا تھا... تنخواہ سے اسے کوئی غرض نہیں تھی... اس وقت تک نہ جانے آپ کو کتنا نقصان پہنچا چکا ہو گا"۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے"۔

"فی الحال آپ ہمارے ساتھ اس کے کوارٹر میں چلیں.... شاید ہم وہاں سے بہت کچھ برآمد کر سکیں"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

وہ اسے ساتھ لے کر اس کے کمرے میں آئی.... تلاشی لینے پر زیورات اور نہ جانے کیا کچھ وہاں سے مل گیا۔

"اف مالک! ان چیزوں کو میں نے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا.... تو یہ سب اس کا کام تھا"۔

"جی ہاں! اور ابھی تو نہ جانے یہ کیا کیا کام دکھاتا"۔

"حد ہو گئی.... یعنی کہ.... میں اسے کس قدر ایمان دار خیال کرتی رہی"۔

"اب فون کر کے پولیس کو بلا لیں"۔

"نن.... نہیں.... مجھے معاف کر دیں"۔ اس نے ہاتھ جوڑ دیئے اور رونے لگا۔

"کیا خیال ہے.... معاف کر دیں اسے"۔

"جی نہیں.... اگر اسے معاف کر دیا گیا تو یہ کسی اور گھر میں چکر چلائے گا.... اسے کچھ دن حوالات کی ہوا کھانے دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

عورت نے پولیس کو فون کیا.... پولیس آئی اور کہانی سننے کے بعد نقلی پٹھان کو لے گئی۔

"اب آپ کہیں.... آپ کس سلسلے میں آئے تھے.... ایسے میں آپ لوگوں کا یہ احسان میں زندگی بھر نہیں بھولوں گی"۔

"ہمارا بھی ایک مسئلہ ہے.... پہلے تو یہ بتائیں.... آپ کا نام کیا ہے؟"

"مجھے بیگم خان کہتے ہیں"۔

"ہم آپ کو آنٹی کہیں گے"۔ شوکی بولا۔

"مجھے خوشی ہو گی"۔

"میں محمود ہوں.... یہ آصف اور یہ شوکی ہیں"۔

"اچھا تو پھر"۔

"ہم آپ کے ہاں چند روز رہ کر کچھ کام کرنا چاہتے ہیں.... اب آپ سے کیا چھپانا.... میں پرائیویٹ سراغرساں ہوں.... اور ہماری اطلاعات کے مطابق.... آپ کے سامنے واقع انشارجہ کے سفارت خانے میں کچھ ملک دشمن کارروائیاں ہو رہی ہیں.... ہم ان لوگوں کی ٹوہ میں رہنا چاہتے ہیں اور بس.... تاکہ کوئی ثبوت حاصل کر سکیں"۔

"اس میں میں تو نہیں پھنسوں گی"۔

"ہرگز نہیں"۔

"بس تو پھر اجازت ہے.... بلکہ میں تو اس عمارت میں آنے والوں کے حلیے بھی بتا سکتی ہوں.... کیونکہ میں دیکھتی رہتی ہوں"۔

"ٹھیک ہے.... آپ ضرور ہمیں حلیے بتائیں.... لیکن صرف غیر ملکیوں کے حلیے نہیں.... ملکی لوگوں کے حلیے بھی بتائیں.... بلکہ بہتر یہ رہے گا کہ حلیے آپ ہمیں لکھ کر دے دیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ حلیے لکھنے بیٹھ گئی.... اور انہوں نے عمارت کا اندر سے جائزہ لیا.... اب اس عمارت میں وہ آزادانہ گھوم پھر سکتے تھے.... انہیں ٹوکنے والا یا روکنے والا کوئی نہیں تھا.... انہیں اپنے مطلب کی تین کھڑکیاں نظر آئیں.... تینوں ایک ہی کمرے میں تھیں اور عمارت کے صدر دروازے کو ان سے بالکل صاف دیکھا جا سکتا تھا.... بلکہ جالی دار کپڑا ڈال کر وہ خود کو دوسروں کی نظروں سے بچا بھی سکتے تھے.... چنانچہ انہوں نے اس کی تیاری شروع کر دی۔

"وہ.... جو انسپکٹر آیا تھا.... چور کو گرفتار کرنے"۔ شوکی نے کہنا چاہا۔

"ہاں! کیا ہو گیا ہے اسے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"اس پر مجھے شک ہے"۔

"پھر کل تھانے جا کر چیک کر لیں گے"۔ آصف نے کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا.... لیکن اس کے باوجود میں اس کی طرف سے فکرمند ہوں"۔ شوکی نے کہا۔

"اوہو.... بھئی.... چھوڑو.... وہ ہے کیا چیز.... اپنے کام کی طرف توجہ دو"۔

انہوں نے جلد ہی جالی دار کپڑے تان دیئے.... اور ان سے چپک کر وہ بیٹھ گئے.... یہ کام اکتا دینے والا تھا.... لیکن وہ مجبور تھے۔

"کیا ہم کسی طرح اس سفارت خانے کی چھت تک نہیں جا سکتے"۔ محمود بڑبڑایا۔

"اس سے کام خراب ہو سکتا ہے"۔

"لیکن ہم بور ہونے سے بچ جائیں گے"۔ محمود بولا۔

"جیسے تمہاری مرضی.... میں تو اس کی رائے نہیں دوں گا"۔

"تب پھر ایک کام کرتے ہیں.... میں اور محمود سفارت خانے کی چھت پر جاتے ہیں.... تم یہاں ٹھہرو.... اور نظر رکھو"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔

"تو ہم تیاری کرتے ہیں"۔

دونوں نے جلدی جلدی تیاری کی اور پھر جب رات کافی

بیٹ گئی تو صدر دروازے سے باہر نکل گئے.... شوکی نے دروازہ بند کرلیا اور کھڑکی کی طرف آگیا.... ایسے میں اس نے پائیں باغ میں ایک سایہ دیکھا۔

اسے اپنے مساموں سے پسینہ بہتا محسوس ہوا۔

○☆○

مکار دشمن

سفارت خانے کے عقب میں پہنچ کر انہوں نے پائپ کا جائزہ لیا.... عمارت بہت زیادہ اونچی تھی.... اور اس حساب سے اس کا پائپ بھی اونچا تھا۔

"یہ پائپ تو فاروق کے لیے ہے"۔ محمود بڑبڑایا۔

"لیکن اس وقت ہم فاروق کو کہاں سے لائیں.... تھوڑی دیر کے لیے تم ہی فاروق بن جاؤ"۔

"اپنی جان بچا رہے ہو"۔ محمود مسکرایا۔

"نہیں.... تمہارے پیچھے میں بھی آ رہا ہوں"۔

"اوہ اچھا.... لیکن میں اندر جا کر کوئی دروازہ یا کھڑکی کیوں نہ کھول دوں"۔

"اور اگر تمہیں ایسا موقع نہ مل سکا"۔

"تو تم پائپ کے راستے آ جانا"۔

"او کے"۔ اس نے کہا۔

محمود پائپ پر چڑھنے لگا.... یوں تو وہ بھی کم ماہر نہیں تھا... لیکن اس کام میں فاروق کا تو جواب نہیں تھا.... بہرحال آصف اس پر نظریں جمائے رہا.... اور وہ چھت تک پہنچ گیا.... لیکن ساتھ ہی اسے محمود کی ایک چیخ سنائی دی۔

آصف کانپ گیا.... اس کا مطلب تھا.... محمود پھنس گیا تھا.... چھت پر سفارت خانے کا کوئی نگران موجود تھا.... جس نے فوراً ہی محمود پر حملہ کر دیا تھا.... وہ بری طرح بے چین ہو گیا.... اس نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ.... خود بھی جلدی جلدی پائپ پر چڑھنے لگا.... ابھی چھت سے کچھ نیچے تھا کہ اسے آواز سنائی دی۔

"آؤ.... آؤ.... تم بھی آؤ.... میں تمہارے استقبال کے لیے تیار ہوں.... چور کہیں کے"۔

آصف نے اوپر دیکھا.... رات کی تاریکی میں ایک سیاہ سا وجود اسے نظر آیا' شاید اس نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔

"میں آ رہا ہوں.... مکار دشمن"۔ آصف نے نفرت زدہ آواز میں کہا۔

"اس میں مکاری کی کیا بات ہے.... کیا اپنے گھر کی حفاظت کرنا اور اپنے گھر میں چوری سے داخل ہونے والے پر وار کرنا مکاری ہے"۔

"چھپ کر وار تو کیا ہے نا.... بس میرے نزدیک یہی مکاری ہے"۔

"اب تو چھپ کر وار نہیں ہو گا.... آؤ.... اور اعلانیہ وار سہ لو"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"کیا تم اسی ملک کے رہنے والے ہو"۔ آصف چونکا۔

"یہ کیسے اندازہ لگایا"۔

"مقامی لوگوں کے انداز میں اردو بول رہے ہو نا"۔

"آ جاؤ.... میں مقامی نہیں ہوں.... اردو کا ماہر ضرور ہوں"۔

"بہت خوب! میرے ساتھی کا کیا حال ہے"۔

اس نے پائپ کو ایک ہاتھ سے سنبھال کر کہا.... ادھر حملہ آور نے محمود کی طرف دیکھا۔

"سر پر چوٹ ماری تھی میں نے.... بے ہوش پڑا ہے.... لیکن حالت نازک نہیں"۔

"شکریہ"۔ اس نے مسکرا کر کہا اور اوپر چڑھنا جاری رکھا.... منڈیر سے کچھ نیچے پہنچ کر وہ رک گیا اور اس نے حملہ آور کے منہ کی طرف کوئی چیز ایک دم پھینک دی۔

"ارے.... یہ کیا"۔ اس کے منہ سے گھٹی گھٹی سی ایک چیخ

نکل گئی اور وہ دوسری طرف لڑھک گیا۔

آصف جلدی سے اوپر چڑھا اور محمود کے پاس آگیا.... اس کے سر کا زخم دیکھا.... زیادہ گہرا نہیں تھا.... اس پر جلدی سے رومال باندھا اور اسے ہلانے لگا.... پھر حملہ آور کی طرف گیا اور اس کے سر پر ہاتھ کی ہڈی دے ماری.... اب اس کے جلد ہی ہوش میں آنے کے امکانات نہیں رہے تھے۔

"محمود.... یار آنکھیں کھولو.... دیکھو میں نے اس سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے"۔

"ہائیں.... کیا کہا تم نے.... اوہو میں ہوں کہاں"۔

"سفارت خانے کی چھت پر"۔

"ارے باپ رے.... وہ کون تھا جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا"۔

"یہ.... اس طرف پڑا ہے"۔

اب انہوں نے ستاروں کی روشنی میں اس شخص کو دیکھا.... اس نے سیاہ لباس نہیں پہن رکھا تھا بلکہ اس کا رنگ بالکل سیاہ تھا۔

"اس کا مطلب ہے.... ان لوگوں نے چھت پر بھی آدمی مقرر کیا ہوا ہے.... تاکہ کوئی اس طرف سے نہ آجائے.... اس قدر

احتیاط کا مطلب ہے.... یہاں ضرور ہمارے ملک کے خلاف سازشیں ہوتی ہیں"۔

"آؤ.... اب آگئے ہیں تو دیکھ ہی لیں گے۔

وہ زینے کی طرف بڑھے.... زینہ دوسری طرف سے بند نہیں تھا.... ظاہر ہے، نگران جو چھت پر موجود تھا.... دونوں دبے پاؤں سیڑھیاں اترتے چلے گئے.... نیچے ہر طرف زیرو کے بلب روشن نظر آئے.... کسی بھی کمرے میں زندگی کے آثار نہیں تھے.... لیکن آگے چل کر ایک کمرے کے اندر روشنی کی جھلک نظر آئی.... دونوں نے دروازے سے کان لگا دیئے.... اندر بات چیت ہو رہی تھی.... انہوں نے اس کمرے کے دائیں بائیں کا جائزہ لیا.... دونوں طرف کھڑکیاں تھیں.... ان میں شیشے لگے تھے.... انہوں نے اندر جھانکا، لیکن کچھ نظر نہ آیا.... شیشے شاید اوندھے تھے۔

"اب کیا کیا جائے"۔ محمود نے اشاروں میں کہا۔

"اس کمرے کے پچھلی طرف ایک اور کمرہ ہے.... کیوں نہ اس میں جا کر دیکھ لیں، شاید اس طرف سے کوئی کام بن سکے"۔

"ہاں ٹھیک ہے"۔

اب وہ اس کمرے کے دوسری طرف والے کمرے تک پہنچے۔ اس کا دروازہ اندر سے بند نہیں تھا اور اس طرف سے

بھی صرف چٹخنی لگی ہوئی تھی.... دونوں نے آواز پیدا کیے بغیر چٹخنی
گرادی اور اندر داخل ہو گئے' دروازہ بند کر دیا۔

اس کمرے میں انہیں ایک روشن دان نظر آیا.... جو شاید
اس کمرے میں کھلتا تھا.... جس میں سے وہ آوازیں سننا چاہتے
تھے.... لیکن وہ روشندان بہت اونچا تھا.... ویسے اس کمرے میں
سے آوازیں قدرے بلند سنائی دے رہی تھیں.... لیکن الفاظ اب
بھی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔

کمرے میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی جس کے ذریعے وہ
روشن دان تک پہنچ سکتے.... وہ بھی آہٹ پیدا کیے بغیر.... سوائے
ایک مسہری کے.... اب اگر وہ مسہری کو کھڑا کرتے اور ان میں سے
ایک اس پر کھڑا ہو کر روشندان تک ہاتھ پہنچاتا تو شاید وہ دوسری
طرف دیکھ سکتا تھا.... لیکن اس میں آواز پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔

"اب اس خطرے کو دعوت دیئے بغیر کام نہیں چلے گا"۔ محمود
نے اشارہ کیا۔

"تو پھر بسم اللہ کرتے ہیں"۔ آصف مسکرایا۔

"شوکی اگر ہمارے ساتھ ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرنے دیتا"۔

"اچھا ہی ہے.... ہم اسے ساتھ نہیں لائے"۔

اب دونوں نے پوری احتیاط کے ساتھ مسہری کو کھڑا کیا

پہلے طول کے رخ.... پھر چوڑائی کے رخ اور اٹھا کر روشن دان کے
نیچے دیوار سے لگا دیا.... محمود نے مسہری کو نیچے سے پکڑا.... اور
آصف اس پر چڑھتا چلا گیا' یہاں تک کہ وہ مسہری کے اوپر پہنچ
گیا.... اب وہ اس پر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ اٹھا کر روشندان تک لے
جانا چاہا.... لیکن روشن دان اب بھی اونچا تھا.... اس نے ہاتھ گرا
دیئے اور محمود سے بولا۔

"اب کیا کریں"۔

"ٹھہرو میں آ رہا ہوں"۔ اس نے اشارہ کیا۔

"لیکن اس طرح مسہری گر سکتی ہے"۔

"جب اوکھلی میں سر دیا تو موسلوں کا کیا ڈر.... تم دیوار سے
ہاتھ لگائے رکھو"۔

یہ کہ کر وہ بھی مسہری پر چڑھنے لگا اور آخر آصف کے پاس
پہنچ گیا.... انہیں ڈر تھا تو یہ کہ کہیں مسہری نیچے سے پھسل نہ جائے
ابھی ایک اور مرحلہ بھی باقی تھا.... یعنی محمود کا آصف کو اپنے
کندھے پر کھڑا کرنے کا.... جب کہ نیچے مسہری تھی.... لیکن اس
کے سوا ان کے پاس چارہ بھی کوئی نہیں تھا' وہ بیٹھ گیا اور آصف کو
اشارہ کیا کہ اس کے کندھے پر بیٹھ جائے.... آصف نے ایک ہاتھ
دیوار پر جمایا اور اس کے کندھے پر بیٹھ گیا.... اب محمود آہستہ

آہستہ اوپر اٹھا.... جب وہ سیدھا کھڑا ہو گیا تو آصف اٹھا۔

اب اس کا چہرہ روشندان تک پہنچ گیا.... اس نے دوسری طرف جھانک کر دیکھا اور ساکت رہ گیا۔

عین اسی لمحے نیچے ایک حیرت زدہ آواز ابھری۔

"یہ.... یہ کیا ہو رہا ہے"۔

○☆○

شوکی نے فوراً وہ کھڑکی بند کر دی اور پھر باقی کھڑکیوں کی طرف لپکا.... ایک کے بعد دوسری کھڑکی بند کرتا چلا گیا.... یہاں تک کہ کوئی کھڑکی بھی کھلی نہ رہی.... اب وہ بیگم خان کی طرف آیا۔

"آنٹی! آپ کی کسی سے دشمنی تو نہیں ہے"۔

"نہیں تو کیوں؟"

"آپ کو کوئی خطرہ ہو سکتا ہے.... آپ خود کو کسی کمرے میں بند کر لیں' میرا مطلب ہے.... دروازہ اندر سے بند کر لیں"۔

"لیکن میں ایسا کیوں کروں"۔

"میں نے پائیں باغ میں ایک سایہ دیکھا ہے"۔

"ارے باپ رے.... یہ تم لوگوں کے آنے کے فوراً بعد یہاں کیا ہونے لگا ہے.... پہلے وہ پٹھان والا واقعہ پیش آیا.... اور

اب پھر کوئی آ گیا ہے"۔

"میرے دونوں ساتھی سفارت خانے کی طرف چلے گئے ہیں.... اور اب یہاں آپ کے ساتھ میں ہوں.... ورنہ میں آپ کو کمرے میں بند ہونے کے لیے نہ کہتا"۔

"ہاں! واقعی.... تم اکیلے ہو.... خیر میں کمرے میں بند ہو جاتی ہوں.... لیکن تم.... تم تو اس کی زد میں آ جاؤ گے"۔

"آپ میری فکر نہ کریں"۔

"اچھی بات ہے.... میں ذرا ڈرپوک ہوں.... ورنہ کہیں بند ہو کر ہرگز نہ بیٹھتی"۔ اس نے شرما کر کہا۔

"کوئی بات نہیں"۔ شوکی مسکرایا۔

اور بیگم خان نے ایک کمرے میں جا کر دروازہ اندر سے بند کر لیا.... عین اسی وقت دھم کی آواز چھت پر سنائی دی.... گویا وہ جو کوئی بھی تھا.... چھت پر پہنچ گیا تھا.... شوکی زینہ پہلے ہی بند کر چکا تھا.... لہٰذا اسے اطمینان تھا کہ وہ اس طرف سے نیچے تو آ نہیں سکے گا.... گویا وہ کوئی رسی لٹکا کر نیچے آئے گا۔

جلد ہی اس نے چھت سے صحن کی طرف رسی لٹکتے دیکھی.... وہ اوٹ میں ہو گیا.... سایہ رسی کے ذریعے صحن میں اتر گیا.... اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر بیگم خان کے کمرے کی طرف

بڑھا.... اس نے منہ چھپایا ہوا تھا.... صرف آنکھوں کی جگہ کپڑے میں دو سوراخ نظر آ رہے تھے۔

کمرے کا دروازہ دھکیلا تو وہ اسے خالی نظر آیا.... اب وہ پلٹا اور آخر اس کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا.... جس میں بیگم خان تھیں.... اس پر دستک دے کر اس نے سرد آواز میں کہا۔

"دروازہ کھولو.... ورنہ دروازہ میں توڑ بھی سکتا ہوں.... میرے پاس اس قسم کے آلات ہیں کہ دروازہ توڑا جا سکتا ہے.... میں جانتا ہوں.... تم تینوں بیگم خان کے ساتھ اندر ہو.... اور مصیبت یہ ہے کہ تجوری بھی اسی کمرے میں ہے.... ورنہ میں تم لوگوں کو بندر بنا دیتا اور اپنا کام کر کے چلتا بنتا.... بس اب تم اچھے لوگوں کی طرح دروازہ کھول دو"۔

شوکی دھک سے رہ گیا.... یہ تو اسی نقلی پٹھان چوکیدار کی آواز تھی.... جسے دن کے وقت انہوں نے گرفتار کرایا تھا.... شوکی دبے پاؤں اس کی طرف بڑھا.... اسے خطرہ تھا کہ کہیں وہ مڑ کر دیکھ نہ لے.... اس کے ہاتھ میں لوہے کا ایک پائپ تھا.... جسے وہ اس کے سر پر مارنے کا ارادہ رکھتا تھا.... لیکن شاید چور کی چھٹی حس بہت تیز تھی.... ابھی اس نے ڈنڈا بلند کیا ہی تھا کہ اس نے مڑ کر دیکھ لیا۔

"ارے! یہ کیا.... تم تو میرے پیچھے ہو.... اور میں خیال کر رہا تھا کہ تم اس کمرے میں بند ہو"۔

"خوش فہمی تھی یہ آپ کی"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"کیا تھی"۔ وہ حیران ہو کر بولا۔

"اب میں تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

"لیکن بھئی.... تم حوالات سے باہر کس طرح آ گئے"۔

"میں حوالات میں گیا ہی کب تھا؟"

"کیا مطلب.... کیا سب انسپکٹر تمہیں تھانے نہیں لے گیا تھا"۔

"نہیں.... راستے میں ہی معاملہ طے ہو گیا.... میں نے اسے ایک بھاری رقم کی پیش کش کی.... یہ رقم میں نے ایک خفیہ جگہ رکھی ہوئی تھی.... اس نے وعدہ کر لیا کہ اگر میں رقم اس کے حوالے کر دوں.... تو وہ مجھے حوالات میں بند نہیں کرے گا اور چھوڑ دے گا' لہٰذا میں نے ایسا ہی کیا.... رقم اس کے حوالے کر دی.... اور اس طرح مجھے آزادی مل گئی.... اب میں نے سوچا.... تم سے انتقام بھی لے لیا جائے اور اس عورت کی تجوری کو ایک ہی بار صاف بھی کر دیا جائے"۔

"اس میں شک نہیں کہ تم نے پروگرام زبردست بنایا

ہے.... لیکن مشکل یہ ہے کہ ہم تمہارے راستے میں آ گئے ہیں۔ اب تمہارے حق میں یہی بہتر ہے کہ ہاتھ اوپر اٹھا دو"۔

"لیکن میں پوری تیاری کے ساتھ آیا ہوں"۔

"ک.... کیا مطلب"۔ شوکی دھک سے رہ گیا۔

"یہ دیکھو"۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور باہر نکال کر اس کے سامنے کر دیا.... اس میں ایک چھوٹا سا پستول تھا۔

"مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

"ج.... جانے دو یار.... کیوں مذاق کرتے ہو"۔ شوکی نے کانپ کر کہا۔

"مزے کی بات یہ ہے کہ یہ بے آواز ہے"۔

"یہ ایک اور سنا دی.... ارے بھائی.... اب اتنا زیادہ تو نہ ڈراؤ.... فائر کرنا ہے تو کر دو.... ڈراؤ تو نہیں"۔

اس نے جھلا کر ٹریگر دبا دیا"۔

○☆○

شکاری خنجر

"لو ساتھیو.... انکل کامران مرزا بھی آ گئے اور وہ تینوں بھی.... اب رہ گئے ہم بے چارے"۔ فاروق نے کمر دیوار سے لگاتے ہوئے کہا.... وہ سب اس وقت انھیں ملنے والے ایک بڑے کمرے کے فرش پر بیٹھے تھے۔

"لیکن ہم بے چارے کیوں.... با چارے کیوں نہیں"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"کیا کہا باچارے"۔ فاروق اچھل پڑا۔

"بس بس رہنے دو.... یہ کسی ناول کا نام ہرگز نہیں ہو سکتا"۔ آفتاب نے جل کر کہا۔

"میں بھی یہی کہنے والا تھا"۔ فاروق مسکرایا۔

"اب اگر یہ دونوں حضرت واپس نہ آتے.... تو ہم تو گئے تھے کام سے"۔ مکھن فکرمندانہ انداز میں بولا۔

"بھئی کام سے جانے کی کیا ضرورت ہے.... کام سے آ

جائیں گے"۔ فاروق بولا۔

"سو بھائیو! میں ان حالات سے تنگ آ گیا ہوں"۔ منور علی خان نے جھلا کر کہا۔

"شکریہ انکل"۔ فاروق خوش ہو گیا۔

"ہائیں! یہ کیا بات ہوئی.... شکریہ انکل.... بھئی انکل نے تو کہا ہے کہ میں ان حالات سے تنگ آ گیا ہوں اور تم جواب میں کہ رہے ہو' شکریہ انکل'۔

"ہاں یہ شکر کا ہی موقع ہے"۔ فاروق نے کہا۔

"آخر کیسے؟

"میرا مطلب ہے.... یہاں کوئی تنگ تو آیا.... میں خود حیران تھا کہ کتنا وقت گزر گیا اور ہم میں سے ایک آدمی بھی تنگ نہیں آیا"۔

"حد ہو گئی.... جب بھی بات کرو گے فضول کرو گے"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"آپ کا کیا خیال ہے انکل انور علی خان"۔ فاروق فوراً بولا۔

"لیجیے.... آپ کا نام انکل انور علی خان ہو گیا.... ہے کوئی تنگ"۔ فرحت مسکرائی۔

"تنگ تو اس پورے واقع میں کہیں بھی نظر نہیں آئی"۔ ...روق نے کہا۔

"بے چاری بہت مصروف ہے شاید"۔ رفعت نے منہ بنایا۔

"تنگ.... کون بہت مصروف ہے"۔ پروفیسر داؤد جلدی سے ...لے۔

"جی.... وہ.... تنگ"۔

"تنگ.... کیا مطلب.... تنگ کیا"۔ انہوں نے گھبرا کر کہا۔

"آپ تنگ کو نہیں جانتے"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت ...

"نن نہیں تو.... کون صاحب ہیں یہ"۔

"بس آپ تو رہنے ہی دیں"۔ خان رحمان نے ہنس کر کہا۔

"چلو ٹھیک ہے.... رہنے دیتا ہوں' میرا کیا جاتا ہے"۔ پروفیسر ...ؤد بولے۔

"کم از کم ابا جان کو تو اب تنگ آ جانا چاہیے تھا.... انہیں تو صرف یہ تھا کہ اس خفیہ ٹھکانے پر جا کر انکل جمشید کے لیے نشان چھوڑ آتے"۔ آفتاب نے جلدی جلدی کہا۔

"ہو سکتا ہے.... درمیان میں کوئی اور نام نکل آیا ہو"۔ ...ان نے کہا۔

"ان حالات میں کیا کوئی کام نکل سکتا ہے.... جتنا کام
ہی نکلا ہوا ہے.... کیا وہ کم ہے"۔ اخلاق نے منہ بنایا۔

"ہوں.... خیر.... چھوڑی.... آ جائیں گے انکل.... سوال
ہے کہ وہ تین کیا تیر ماریں گے"۔ فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"وہ.... سفارت خانے میں داخل ہو جائیں گے.... لیکن
طرح پھنس سکتے ہیں"۔

"وہ کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں.... یہ وہ جانیں.... ہمیں
اوقات سچویشن کے مطابق کام کرنا پڑتے ہیں.... مجھے تو فکر
ابا جان کی.... آخر وہ کہاں پھنس گئے"۔ فاروق نے جلدی جلد
کہا۔

"میں محسوس کرنے لگا ہوں.... ہمیں ایک دائرے کے جا
میں پھانس لیا گیا ہے.... اور اب ہم اس دائرے میں ہی گردش
رہے ہیں"۔

"ہاں! واقعی.... ہمیں اس دائرے سے نکلنا ہوگا.... پہلے
سمندر میں الجھے رہے.... اس وادی میں الجھے رہے.... وادی
فتنے میں الجھے رہے.... اب یہاں الجھے ہوئے ہیں.... کیا اس کیس
میں ہم سوائے الجھے رہنے کے اور کوئی کام نہیں کر سکیں گے"۔

"پپ.... پتا نہیں"۔ خان رحمان بولے۔

"وقت گزرتا جا رہا ہے اور میرا دل دھڑک رہا ہے.... بلکہ
ہر لمحے دھڑکن میں اضافہ ہو رہا ہے.... کیونکہ ابا جان تو گئے ہی
تھے.... انکل نے بھی واپس آنے کا نام نہیں لیا"۔ فرزانہ بولی۔

"کیا ہم لوگوں کو کچھ کرنا بھی پڑے گا"۔

"ابھی نہیں.... ہم کچھ اور انتظار کریں گے.... کہیں کام
خراب نہ ہو جائے"۔

کچھ وقت اور گزر گیا.... پھر اچانک دروازے پر زوردار
دستک ہوئی.... وہ سب اچھل پڑے.... پھر جونہی دروازہ کھولا گیا....
انسپکٹر جمشید لڑکھڑاتے اندر آئے اور دھڑام سے فرش پر گر پڑے۔

"ارے باپ رے.... یہ آپ کو کیا ہوا؟"

"ران میں خنجر گھونپا گیا ہے.... مرہم پٹی کا فوراً انتظام
کرو.... بہت خون نکل گیا ہے"۔ انہوں نے کمزور سی آواز میں
کہا۔

وہ سب حرکت میں آ گئے.... سرائے کے مالک کے ذریعے
ڈاکٹر فاضل کو بھی بلا لیا گیا اور پھر خان رحمان اور منور علی خان کا
خون بھی انہیں دیا گیا۔

"خدا کا شکر ہے.... اب میری حالت بہتر ہے"۔ تھوڑی دیر
بعد وہ بولے۔

"ایک اور الجھن ہے اباجان.... انکل کامران مرزا آپ کے لیے کوئی نشان بنا گئے تھے' اب تک لوٹ کر نہیں آئے"۔

"وہ اگر مجھ تک نہ پہنچ جاتے تو اس وقت میرا نہ جانے کیا حال ہوتا"۔

"کیا آپ انہیں الجھا ہوا چھوڑ آئے ہیں"۔ آفتاب نے بے چین ہو کر کہا۔

"ہاں! وہ خطرناک ترین اور خوفناک ترین مجرموں کے درمیان.... یعنی موٹال اور روگان کے مقابلے پر"۔

"اوہ" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"تو کیا آپ بھی انہی کے ہاتھوں زخمی ہوئے ہیں"۔ فرزانہ نے پوچھا۔

"ہاں! بالکل"۔

"تب آپ ہمیں بتا دیں.... ہم ابھی اور اسی وقت ان کی مدد کے لیے جائیں گے"۔

"بے وقوف نہ بنو.... وہ خود یہاں آ جائیں گے"۔

"موٹال اور روگان بھلا انہیں کیوں آنے دیں گے"۔

"فکر نہ کرو.... اگر وہ پندرہ منٹ تک نہیں آ گئے تو میں خود ان کی تلاش میں جاؤں گا.... ارے محمود' آصف اور شوکی نظر نہیں

آ رہے"۔ انہوں نے پوچھا۔

"سفارت خانے کی خبر لینے گئے ہیں"۔

"اوہ.... کیا انشارجہ کا سفارت خانہ"۔

"ہاں اور کہاں.... ہم سب کا خیال ہے کہ وہ اس منصوبے کا مرکز ہے.... اور ہمیں وہاں سے کوئی نہ کوئی سراغ مل جائے گا"۔

"خیال برا نہیں ہے.... لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ اس سازش کا وہاں سے کوئی سراغ مل ہی جائے.... بہرحال کوشش کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے.... ارے.... یہ.... یہ.... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں"۔ ان کے منہ سے خوف زدہ انداز میں نکلا۔

"آپ.... کیا دیکھ رہے ہیں"۔

"وہ.... دروازہ"۔ وہ ہکلائے۔

سب نے مڑ کر دروازے کی طرف دیکھا.... وہ اگرچہ اندر سے بند نہیں تھا.... لیکن برابر تھا' دروازے میں تو کچھ بھی نہیں ہے اباجان"۔ فاروق نے کہا۔

"م.... میں نے اسے خود ہی کھلتے اور بند ہوتے دیکھا ہے"۔

"کیا.... نہیں"۔ وہ چلائے۔

"تت.... تو کیا.... یہ دروازہ جادو کا ہے"۔ مکھن بولا۔

"نہیں.... ایک اور خاص بات"۔ انسپکٹر جمشید سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"اور وہ کیا انکل.... آخر آپ اس حد تک سنجیدہ کیوں نظر آ رہے ہیں"۔

"میرا خیال ہے.... اس وقت کمرے میں ہمارے ساتھ مسٹر ابطال بھی موجود ہیں"۔

"کیا.... نہیں!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

انہوں نے جلدی جلدی ایک دوسرے کی طرف دیکھا' پھر کمرے میں ادھر ادھر دیکھا جیسے ابطال انہیں نظر ہی تو آ جائے گا۔

"کیا دیکھ رہے ہو.... ابطال کیوں نظر آنے لگا"۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ہے.... لیکن ہم ان کی آواز تو سن سکتے ہیں.... مسٹر ابطال کیا آپ ہمارے اس عارضی غریب خانے پر تشریف فرما ہیں.... اگر ایسا ہے تو فرمائیے.... کیا پینا پسند کریں گے"۔ فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"حد ہو گئی.... سنجیدہ ترین موقع پر بھی یہ حضرت اپنی شوخی سے باز نہیں آتے"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"کیا کیا جائے.... مجبوری ہے.... ہاں تو انکل ابطال.... کچھ تو کہیے کیا آپ یہاں موجود ہیں"۔

"ہاں! میں یہاں موجود ہوں"۔

کمرے کے چاروں طرف سے آواز سنائی دی۔

"لیکن.... آپ کمرے میں کس جگہ موجود ہیں"۔

"ہر جگہ"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"ہر جگہ آپ کیسے ہو سکتے ہیں.... ہر جگہ تو بس ایک اللہ کی ذات موجود ہے.... وہی حاضر و ناظر ہے.... اس کے سوا کوئی حاضر و ناظر نہیں.... اور جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور کو بھی حاضر و ناظر کہتے ہیں.... یا جو یہ کہتے ہیں اللہ تو حاضر و ناظر نہیں ہے.... نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم حاضر و ناظر ہیں.... وہ شدید گمراہی میں مبتلا ہیں.... حاضر و ناظر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے.... اللہ کے علاوہ کسی اور کے حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ شرک ہے.... خالص شرک"۔ انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"اس تقریر کا اگرچہ یہاں موقع نہیں تھا.... لیکن پھر بھی یہ الفاظ دل کو بہت بھائے ہیں.... اللہ تمہیں جزائے خیر دے جمشید"۔ پروفیسر داؤد بولے.... پھر وہ باقی لوگوں کی طرف دیکھ کر بولے۔

"مسٹر ابطال نے یہاں آنے کے بعد پہلے چاروں طرف ننھے ننھے آلات لگائے ہیں.... تاکہ ان کی آواز کی سمت نہ معلوم کی جا سکے.... ان آلات کا سراغ لگا لو.... ابطال کی موجودگی کے بارے

میں تمہیں بتا دوں گا کہ کس سمت میں ہے"۔

"اوہ! تو یہ بات ہے"۔

"ہاں! یہی بات ہے.... لیکن تم ان آلات تک کس طرح پہنچ سکتے ہو، جب کہ میں یہاں موجود ہوں"۔ ابطال ہنسا۔

"بات یہ بھی معقول ہے.... لیکن ہمیں بھی کچھ نہ کچھ تو کرنا ہوگا"۔ آفتاب نے منہ بنایا۔

"تو کر کے دیکھ لیں تلاشی"۔ ابطال نے ہنس کر کہا۔

انہوں نے آلات کی تلاش میں نظریں گھمائیں.... لیکن وہ انہیں کہیں بھی نظر نہ آئے۔

"آلات نظر نہیں آ رہے"۔

"پھر.... اب کیا کیا جا سکتا ہے"۔ فاروق بولا۔

"اب کرنے کا کام میں کروں گا.... تم نہیں"۔ ابطال کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی فاروق کی گردن پر ایک ہاتھ پڑا.... وہ اوندھے منہ گرا.... اور ساکت ہو گیا۔

"ہائیں فاروق! تمہیں کیا ہوا.... یہ مذاق کا کون سا طریقہ ہے"۔ آفتاب چلا اٹھا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے سر پر زوردار ہاتھ لگا.... وہ اوندھے منہ گرا اور ساکت ہو گیا۔

"ارے باپ رے.... یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"مسٹر ابطال اپنا بچپن دکھا رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"آپ کی باری بعد میں آئے گی"۔

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی خان رحمان کے سر پر ہاتھ لگا اور وہ بھی لیٹ گئے.... منور علی خان اس صورت حال سے بہت پریشان نظر آ رہے تھے.... انہوں نے فوراً اپنا شکاری خنجر نکالا اور اسے چاروں طرف گھمانے لگے.... ابطال نظر تو آ نہیں رہا تھا.... اور کر بھی کیا سکتے تھے، ایسے میں مکھن گرتا نظر آیا.... اس کی پیشانی سے تو انہوں نے خون بھی نکلتے دیکھا.... اور یہ دیکھ کر انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

"اس ظلم کا بدلہ تم سے لیا جائے گا ابطال"۔

"اس قابل چھوڑوں گا تب نا"۔ وہ ہنسا اور پھر باری باری ہر ایک کو اس نے ایک ایک ہاتھ رسید کر دیا.... یہاں تک کہ پروفیسر داؤد کو بھی نہیں چھوڑا.... آخر میں منور علی خان اور انسپکٹر جمشید رہ گئے.... اچانک منور علی خان کے سر پر کوئی وزنی چیز ماری گئی.... خنجر چونکہ حد درجے تیزی سے چل رہا تھا.... لہٰذا اس نے آگے آ کر حملہ کرنے کی بجائے کوئی چیز اٹھا کر دے مارنا آسان خیال کیا....

منور علی خان دھڑام سے گرے.... خنجر ان کے ہاتھ سے نکل کر دروازے کے پاس جا گرا.... ابطال نے شاید خنجر کی طرف توجہ بھی نہ دی.... کیونکہ وہ وہیں پڑا نظر آیا۔

"اور اب.... مسٹر انسپکٹر جمشید.... تم پہلے ہی زخمی ہو.... چلنے جلنے کے قابل نہیں.... ہاتھ پیر تو مار نہیں سکو گے.... لہٰذا میں خوب مزے لوں گا تم سے.... یہ دیکھو.... میں نے تمہاری ناک پکڑ لی ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی ان کی ناک ابطال کی چٹکی میں آ گئی.... انہوں نے اپنے ہاتھوں کے ذریعے اپنی ناک چھڑانے کی کوشش کی.... لیکن اس طرح ناک پر دباؤ اور بڑھ گیا.... لہٰذا انہوں نے ہاتھ گرا دیے.... ایسے میں ابطال کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"مزا آ رہا ہے نا مسٹر جمشید"۔

"ہاں! لیکن تمہیں بھی بہت مزا آئے گا.... یہ میرا وعدہ رہا"۔

"اپنی زندگی کا آخری وعدہ کر رہے ہیں مسٹر جمشید.... اس لیے کہ میں ناک کے ساتھ اب منہ بھی بند کرنے لگا ہوں.... چند لمحے کے بعد پھڑکو گے اور بس.... انسپکٹر جمشید کا سورج غروب.... کیا

خیال ہے"۔

"اگر ایسا ہے تو میرے ساتھی تم سے انتقام پورا کریں گے"۔

"میں ان کا کام بھی تمام کر کے جاؤں گا"۔ اس نے کہا۔

ایسے میں ابطال کی نظر دروازے پر جا پڑی.... اس کے جسم کو ایک زوردار جھٹکا لگا۔

"ارے.... یہاں وہ شکاری خنجر پڑا تھا.... وہ کہاں گیا؟"

"پھر وہ بلا کی تیزی سے کمرے کی طرف مڑا.... لیکن اس وقت تک اسے دیر ہو چکی تھی.... انسپکٹر کامران مرزا کا خنجر والا ہاتھ پوری قوت [illegible] میں لگ چکا تھا۔

انہوں نے ابطال کی بھیانک چیخ سنی.... ساتھ ہی انسپکٹر کامران مرزا کی گردن پر ابطال کا ہاتھ لگا۔

وہ دوسری طرف الٹ گئے.... انہوں نے کسی کے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔

○☆○

بھاگیں ہمارے دشمن

دونوں نے نیچے دیکھا.... نیچے ایک منحنی سا آدمی کھڑا تھا.... وہ حیرت زدہ انداز میں اوپر دیکھ رہا تھا جیسے کوئی عجوبہ نظر آ گیا ہو۔

"شش" آصف نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر منہ سے آواز نکالی۔

اس نے فوراً منہ پر انگلی رکھ لی۔

"شکریہ.... یہ ہوئی نا بات"۔ محمود نے اشارے سے اس کی تعریف کی۔

پھر یہ اشارہ کیا کہ وہ نیچے آ رہے ہیں.... وہ اسی طرح کھڑے رہے.... وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ کوئی بہت بے وقوف آدمی ہے.... آخر وہ دونوں نیچے آ گئے۔

"ہاں! اب فرمایئے.... کیا بات ہے؟" آصف نے پرسکون آواز میں کہا.... لیکن آواز بہت نیچی تھی۔

"یہ.... یہ آپ کیا کر رہے تھے"۔

"سروے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"سروے.... کس چیز کا سروے"۔

"یہ کہ اس روشن دان تک جانے کے لیے کتنے پاپڑ بیلنے پڑیں گے"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"پھو.... کتنے پاپڑ بیلے"۔ اس نے پوچھا۔

"ابھی گن ہی رہے تھے کہ آپ آ گئے.... آپ کی تعریف"۔

"اوہ ہاں! میری تعریف.... بہت خوب سوال کیا.... مجھے اپنی تعریف بیان کرنے کا بہت شوق ہے.... تعریف میری یہ ہے کہ میں اروان ہوں"۔

"اروان.... عجیب سا نام ہے"۔ محمود بولا۔

"ہو گا.... تمہیں اس سے کیا.... بس میں اروان ہوں"۔

"اس عمارت میں آپ کا کیا کام؟" آصف نے پوچھا۔

"کیوں! کیا اس عمارت میں صرف تمہارا کام ہو سکتا ہے"۔

"ہمارا کام نہ ہوتا تو یہ مسری آپ کو کیوں کھڑی نظر آتی"۔

یہ بات بھی ہے"۔

"اب آپ بتائیں.... آپ کون ہیں اور یہاں کیوں پائے جا رہے ہیں"۔

"میں.... میں اروان ہوں.... بتایا تو ہے.... اور میں یہاں ملازم ہوں.... ارے ہاں میں تو یہاں سے سر کی فائل نکالنے آیا تھا.... یہ اس عمارت کے سر کا کمرہ یہ ہے نا"۔

"آپ کا مطلب ہے.... سفیر صاحب کا کمرہ"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور سفیر صاحب کا نام کیا ہے"۔

"مسٹر ڈی سلوان"۔ اس نے کہا۔

"ہاں! یہی نام سننے میں آتا رہتا ہے.... آپ فائل نکال لیں اور دے آئیں.... پھر ہم بیٹھ کر باتیں کریں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن آپ ہمارے بارے میں کسی سے ذکر نہ کیجئے گا"۔

"ٹھیک ہے.... اور آپ لوگ بھاگ تو نہیں جائیں گے"۔

"بھلا ہم کیوں بھاگنے لگیں.... بھاگیں ہمارے دشمن"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"ہاں اور کیا.... ویسے ہمارے دشمن عام طور پر بھاگتے رہتے ہیں"۔

"اوہو اچھا"۔

یہ کہہ کر وہ ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس کا تالا کھول کر

اس میں سے فائل نکال لی اور کمرے سے جانے لگا۔

"تو ہم آپ کا انتظار کریں نا"۔

"ہاں! کیوں نہیں.... میں آتا ہوں"۔

اور وہ کمرے سے نکل گیا.... اب انہوں نے مسہری کو نیچے رکھا.... پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"نکل چلتے ہیں"۔

"تو اور کیا ہم کوئی بے وقوف ہیں کہ یہیں رکے رہیں"۔

دونوں جس راستے سے آئے تھے.... اسی راستے سے واپس روانہ ہوئے.... ابھی زینہ تک پہنچے تھے کہ اروان کھڑا نظر آیا۔

"آپ تو کہہ رہے تھے.... میرا انتظار کریں گے"۔

"ہم نے سوچا.... پتا نہیں آپ آتے ہیں یا نہیں.... ہم ذرا جلدی میں ہیں.... آپ نے ہمارے بارے میں کسی سے ذکر تو نہیں کیا"۔

"ارے نہیں.... کیا بات کرتے ہیں.... آپ تو میرے دوست ہیں"۔

"پھر ملیں گے"۔ محمود نے ہاتھ ہلایا۔

"اچھا ٹھیک ہے.... لیکن یہ کیا.... آپ تو اوپر جا رہے ہیں"۔

"ہم اس طرف سے آئے تھے"۔

"ادھر سے آ جائیں.... میں صدر دروازہ کھلوا دیتا ہوں"۔

"لیکن اس طرف نگران کھڑے ہوں گے.... وہ ہمیں دیکھ لیں گے"۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے.... خیر.... آپ اس طرف سے چلے جائیں"۔

"دونوں چھت پر پہنچے.... اروان نیچے ہی کھڑا رہ گیا تھا.... چھت پر محافظ اسی طرح بے ہوش پڑا تھا.... وہ پائپ کے ذریعے نیچے اترتے چلے گئے اور پھر بیگم خان کی کوٹھی کا رخ کیا.... ایسے میں آصف نے کہا۔

"یار ایک منٹ ٹھہرو"۔

"کک.... کیا بات ہے"۔

"مجھے عجیب سا احساس ہو رہا ہے"۔

"تو وہ عجیب سا احساس وہاں چل کر جتا دینا"۔

"نہیں سن لو.... یہ اروان میری سمجھ میں نہیں آیا.... کیا انشارجہ کے سفارت خانے کا کوئی ملازم اس حد تک بے وقوف بھی ہو سکتا ہے"۔

"ہو سکتا ہے.... وہ جان بوجھ کر بے وقوف بن رہا ہو.... تاکہ

دونوں کا تعاقب کر کے باقی ساتھیوں کا سراغ لگایا جا سکے"۔

"ہاں! ضرور یہی بات ہے"۔

"اور تم نے اس کمرے میں کیا دیکھا تھا.... کون تھا وہاں"۔

"یہ بات میں سب کے سامنے بتاؤں گا"۔

"او کے"۔ اس نے کہا۔

پھر دونوں جونہی بیگم خان کے دروازے پر پہنچے.... انہیں ایک جھٹکا لگا۔

○☆○
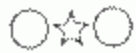
کیا.... نہیں!!!

شوکی دھم سے گرا.... اور اس کا جسم ساکت ہو گیا۔

"ارے! تم تو ڈھیر ہو گئے"۔

"اور میں کیا کروں.... پستول کے مقابلے میں تو ڈھیر ہی ہو سکتا ہے آدمی"۔ شوکی نے جھلا کر کہا۔

"ہائیں.... تم ڈھیر بھی ہو گئے اور بول بھی رہے ہو"۔

"ڈھیر ہونا الگ بات ہے اور بولنا الگ"۔ شوکی مسکرایا۔

"اب تم سے کون مغز مارے"۔

"یہاں تمہارے علاوہ تو مجھے کوئی نظر نہیں آ رہا"۔

"خیر! میں ایک فائر اور کروں گا.... مرنا ہے تو بس اس سے مر جانا.... میرے پستول میں تیسری گولی نہیں ہے"۔

"تیسری گولی.... بھئی.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ شوکی نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب فاروق سے پوچھ لینا"۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم"۔

"بکواس تو میں نے کی ہی نہیں ابھی...."۔

اسی وقت اس نے ایک فائر اور کر دیا.... شوکی ایک بار پھر گرا اور دوبارہ ساکت ہو گیا۔

"بھئی تمہیں گولی لگی بھی ہے یا یونہی بن رہے ہو"۔

"بننے کی بجائے اگر میں بگڑا تو بھی تم شکایت کرو گے.... لہٰذا فرق کیا رہ گیا.... بننے اور بگڑنے میں"۔

"پتا نہیں.... میں ایسی باتیں نہیں سمجھتا۔

"اب تمہارا پستول اگر خالی ہو گیا ہے تو اس کو جیب میں کیوں نہیں رکھ لیتے"۔

"بھئی لوہے کی چیز ہے.... سر پر مارنے کے کام تو آ ہی سکتی ہے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے پستول اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا.... لیکن وہ اوپر سے ہوتا دوسری طرف دیوار سے جا ٹکرایا۔

"بہت خوب.... مان گیا تمہیں"۔ چور نے کہا۔

"چلو شکر ہے.... کوئی تو مجھے بھی مانا.... میں تو بہت پریشان

تھا کہ دوسروں کو لوگ دھڑا دھڑ مانتے چلے جاتے ہیں.... ایک میں
ہوں.... مجھے ماننے کا کوئی نام تک نہیں لیتا"۔

"پتا نہیں.... کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو"۔

"تم نے تین وار کئے ہیں.... اب ایک وار میں بھی کروں
گا.... اجازت ہے"۔

"ضرور.... بچو گے نہیں"۔

"اچھا بچ سکتے ہو تو بچ جاؤ"۔

یہ کہہ کر شوکی تیزی سے نیچے آیا.... چور سمجھ نہ سکا کہ وہ کیا
کرنا چاہتا ہے.... اچانک شوکی سیدھا ہوا اور چور کے منہ سے ایک
چیخ نکل گئی.... دوسرے ہی لمحے وہ ساکت ہو گیا۔

شوکی نے آگے آ کر اس کی آنکھوں کی پتلیوں کو دیکھا.... وہ
ساکت تھیں.... اب اس نے دروازہ کھول دیا.... بیگم خان باہر نکلی
تو اس کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیل گئیں۔

"اف مالک.... یہ تو وہی بدبخت ہے"۔

"ہاں! اب آپ فون کریں اور اسی بدبخت پولیس آفیسر کو
بلائیں"۔

"ہاں! ٹھیک ہے"۔

بیگم خان نے فون کیا.... پولیس اسٹیشن کو صرف اتنی اطلاع

دی کہ اس نے ایک چور کو پکڑا ہے۔

جلد ہی وہی سب انسپکٹر وہاں پہنچ گیا۔

"اوہ! یہ آپ ہیں.... خیر تو ہے.... آج کی تاریخ میں آپ
کے ہاں کتنے چور آئیں گے"۔

"نہیں کیا پتا.... یہ بات تو آپ چوروں سے پوچھیں"۔

شوکی نے منہ بنایا۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے"۔

"اچھا اب اسے لے جائیں اور اگر اب آپ نے اسے
چھوڑا تو پھر مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا"۔

"اوہ اچھا"۔ اس نے چونک کر کہا۔

پھر وہ بے ہوش چور کے پاس آیا.... اسے ہلایا جلایا تو اس کی
آنکھیں کھل گئیں۔

"اوہ! یہ آپ ہیں انسپکٹر صاحب"۔

"ہاں! یہ میں ہوں.... ان لوگوں نے مجھ پر حملہ کیا.... اور
میری یہ حالت بنا دی.... لہٰذا آپ انہیں گرفتار کر لیں.... گواہی
میں دوں گا"۔

"بہت خوب.... یہ ہوئی نا بات"۔

"آپ دونوں کو گرفتار کیا جاتا ہے"۔

"آپ ہوش میں تو ہیں انسپکٹر صاحب"۔ شوکی نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ نے ایک شریف انسان پر حملہ کیا.... اور الٹا اسے چور بتا رہے ہیں.... جب کہ ان کے پاس اس بات کے گواہ موجود ہیں کہ آپ لوگوں نے ان پر حملہ کیا.... انہیں مار مار کر بے ہوش کر دیا"۔

"بہت خوب انسپکٹر صاحب.... یہی بات ہے"۔ چور خوش ہو گیا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ یہ یہاں کرنے کیا آئے تھے"۔ شوکی مسکرایا۔

سب انسپکٹر ایک لمحے کے لیے گڑبڑا گیا' پھر اس نے جلدی سے کہا۔

"یہ اس گھر کے پاس سے گزر رہے تھے.... آپ لوگوں نے حملہ کر دیا اور اندر لے گئے.... آپ انہیں لوٹنا چاہتے تھے۔

"واہ بالکل یہی بات ہے"۔ چور چہکا۔

"حد ہو گئی"۔ شوکی نے جل کر کہا۔

"ہاں! ہو گئی ہو گی' ابھی اور ہو گی"۔

اور پھر ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئیں۔

"یہ.... یہ کیا ہو رہا ہے"۔ بیگم خان نے بوکھلا کر کہا۔

"فکر نہ کریں.... سب انسپکٹر صاحب.... جتنے میں چور سے معاملہ طے ہوا ہے.... ہم اس سے دس گنا رقم آپ کو دیتے ہیں.... لیکن آپ چور کو گرفتار کریں ہمیں نہیں"۔

"اچھا! اب مجھے رشوت دی جائے گی.... مجھے.... جس کے بارے میں مشہور ہے کہ رشوت سے کوسوں دور بھاگتا ہے"۔ سب انسپکٹر بولا۔

"آپ رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں"۔

"ہاں جی بالکل"۔ اس نے خوش ہو کر کہا۔

"خیر خیر.... ہم آپ کو وارننگ دیتے ہیں.... یہ غیر قانونی کام بند کر دیں' ورنہ پھر ہم آپ کے ساتھ غیر قانون انداز میں نبٹیں گے"۔

"تم اور مجھ سے نبٹو گے"۔ سب انسپکٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں اور کیا.... آپ کیا سمجھتے ہیں.... یہ معاملہ آپ آسانی سے ہضم کر سکیں گے"۔

"جی نہیں.... یہ معاملہ تو آپ کے گلے پڑنے والا ہے.... اور آپ کہتے پھریں گے.... الٹی آنتیں گلے پڑیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے"۔ محمود کی آواز گونجی اور پھر دونوں اندر داخل ہو گئے.... ان کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"بس ہمیں زبردستی چور ثابت کیا جا رہا ہے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"ارے! یہ تو وہی ہیں.... جن کے حوالے ہم نے نقلی مجرم کیا تھا"۔

"بلکہ یہ چور بھی وہی ہے"۔

"لیکن یہ دونوں ہی یہاں کیوں نظر آ رہے ہیں.... اور آپ دونوں کے ہاتھوں میں یہ ہتھکڑیاں کیوں ہیں"۔

شوکی نے جلدی جلدی ساری کہانی سنا دی۔

"یہ نہیں ہو گا.... آپ انہیں نہیں لے جا سکتے"۔

"مجھے کون روکے گا"۔

"ہم"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے.... روک کر دکھائیں"۔

"قانونی انداز میں یا غیر قانونی انداز میں"۔

"جیسے جی میں آئے"۔

"بہت خوب.... ہمیں فون کرنے کی اجازت دیں"۔

"یہ نہیں ہو سکتا"۔

"تب آپ ہمیں قانونی انداز میں اجازت نہیں دے رہے.... اب ہم غیر قانونی انداز اختیار کرنے لگے ہیں.... پھر نہ کہنا"۔

"نہیں.... کچھ نہیں کہوں گا"۔

محمود اور آصف نے چھلانگیں لگائیں اور ان دونوں پر جا پڑے.... کانسٹیبل گھبرا گئے۔

"ارے ارے.... یہ کیا.... خبردار.... ہم گولی چلا دیں گے"۔ ایک کانسٹیبل نے کہا۔

لیکن اتنے میں محمود سب انسپکٹر کا پستول اپنے قبضے میں لے چکا تھا۔

"آپ تو بعد میں گولی چلائیں گے.... ہم پہلے چلائیں گے"۔ محمود غرایا پھر اس نے اس شہر کے ایک مشہور وکیل انور گرامی کو فون کیا.... ان سے ان کے بھی گہرے تعلقات تھے۔

"انکل! یہ میں ہوں.... محمود"۔

"آہا.... پھر کہیں بھئی.... ابھی تھوڑی دیر پہلے تو آپ کے گھر سے آیا ہوں.... اتنی جلدی فون کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی"۔

محمود کا سر گھوم گیا' لیکن پھر فوراً ہی اسے اس عظیم جعل سازی کا خیال آ گیا.... جو شہر میں جاری و ساری تھی.... اس نے

فوراً کہا۔

"ایک دوست گھرانے کا مسئلہ ہے.... آپ فوراً انشارجہ کے سفارت خانے کے سامنے بیگم خان کی کوٹھی میں چلے آئیں"۔

"اچھا! میں آ رہا ہوں"۔

یہ کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

"اف مالک.... یہ کیا ہو رہا ہے"۔

"ک.... کیا ہو رہا ہے"۔ شوکی بولا۔

"ابھی ابھی وکیل انور گرامی صاحب ہمارے گھر میں ہم لوگوں سے مل کر اپنے دفتر گئے ہیں.... جب کہ ہم یہاں موجود ہیں"۔ محمود مسکرایا۔

"اچھا اچھا.... وہ معاملہ"۔ شوکی نے کہا۔

"آپ کی.... پیش کش مجھے منظور ہے.... میں دس گنا رقم کے بدلے میں اس چور کو حوالات میں ڈالنے پر تیار ہوں"۔

"اب وہ وقت گزر گیا ہے.... اب پانسہ ہمارے حق میں پلٹ چکا ہے"۔

"آپ لوگ فائدے میں رہیں گے"۔ سب انسپکٹر نے پراسرار انداز اختیار کیا۔

"پہلے یہ ثابت کر دیں کہ ہم کس طرح فائدے میں رہیں

گے"۔

"میں آپ کو بہت سی کام کی باتیں بتا سکتا ہوں"۔

"ہمارے وکیل کے آنے سے پہلے پہلے بتا دیں.... ورنہ پھر ہم کچھ نہیں سنیں گے"۔

"ایسے نہیں.... پہلے یہ پستول مجھے دے دیں"۔

"ہم اتنی کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے"۔

"بہت خوب"۔ بیگم خان نے اس کی تعریف کی۔

آخر انور گرامی وہاں پہنچ گئے.... محمود نے انہیں ساری کہانی سنائی.... وکیل کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں۔

"آپ کس بات پر حیران ہیں"۔

"تھوڑی دیر پہلے"۔ اس نے کہنا چاہا۔

"اوہ ہاں انکل.... اس پر بات بعد میں کریں گے.... آپ پہلے ان کا کچھ کریں"۔

"یہ کوئی مسئلہ نہیں"۔

یہ کہہ کر اس نے کسی کو فون کیا.... تھوڑی دیر بعد گھر میں کچھ پولیس آفیسر داخل ہوئے.... انہیں بھی سب انسپکٹر کی کہانی سنائی گئی.... آفیسر نے اسے گردن سے پکڑ لیا اور لے گئے.... ساتھ ہی چور کو بھی۔

"ہاں! اب تم بتاؤ.... تم ایک وقت میں دو جگہ کیسے ہو سکتے ہو.... کیا تم حاضر ناظر ہو"۔

"حاضر ناظر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں"۔

"تو پھر.... آپ جو کہانی سنا رہے ہیں.... اس کہانی میں تو لگے ہوں گے کئی گھنٹے.... جب کہ صرف آدھ گھنٹا پہلے میں آپ کے گھر میں تھا"۔

"اوہو.... انکل سمجھا کریں۔ محمود نے گھبرا کر کہا۔

"کک.... کیا سمجھا کریں"۔ اس کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"یہ کہ.... یہ سارا چکر میک اپ کا ہے"۔

"اوہ سمجھ گیا.... مان گیا تم لوگوں کو.... اچھا اب میں چلتا ہوں.... ہاں وہ سب انسپکٹر کا بچہ اب اسے نہیں چھوڑ سکے گا.... بلکہ اب تو وہ خود کو بھی نہیں چھڑا سکے گا"۔

"بہت بہت شکریہ انکل"۔

انور گرامی بھی چلا گیا۔

"اب ذرا تم سناؤ.... سفارت خانے میں کیا تیر مار آئے ہو"۔

"کام بن ہی گیا.... لیکن فوراً کھٹائی میں بھی پڑ گیا"۔

"تم کھٹائی ساتھ کیوں لے گئے تھے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"بس ہو گئی غلطی"۔ آصف نے ایسے انداز میں کہا جیسے وہ سچ مچ کھٹائی ساتھ لے گیا ہو۔

"خیر کوئی بات نہیں.... آئندہ ایسا نہ کرنا.... وہاں کیا دیکھا"۔

"بہت خوفناک منظر"۔

"کیا شیر اور گینڈے کی لڑائی دیکھ لی"۔ شوکی نے گھبرا کر کہا۔

"نہیں! اس سے بھی کہیں زیادہ"۔

"ارے باپ رے.... تو پھر آخر دیکھا کیا"۔

ہمارے ملک کا وزیر خارجہ انشارجہ کے سفیر کے پاؤں پکڑے بیٹھا تھا۔

"کیا.... نہیں!!!"

○☆○

عزت افزائی

چند سیکنڈ تک شوکی ان کی طرف دیکھتا رہا پھر بولا۔

"تو کیا ان کی گفتگو بھی سنی ہے"۔

"نہیں! اتنا موقع نہیں مل سکا.... مسٹر اروان وہاں آ گئے تھے"۔

"یہ کون ذات شریف ہیں"۔

"سفارت خانے کا ایک ملازم ہے جو عقل سے بالکل پیدل ہے.... اور اس بنا پر ہم اسے چکر دے کر ادھر آنے میں کامیاب ہوسکے ہیں"۔

"جب تھا ہی عقل سے پیدل تو اسے چکر دے کر گفتگو بھی سنی جا سکتی تھی۔

"اب وہ اتنا پیدل بھی نہیں تھا.... لیکن باقی کام ہم وزیر خارجہ کے گھر جا کر کر لیں گے"۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ.... جونہی وہ اپنے گھر پہنچے.... ہم اس سے بات چیت کر لیں گے"۔

"اور وہ کیوں ہم سے بات کرنے لگا"۔ شوکی نے کہا۔

"اگلوانا ہو گا اس سے"۔

"بھئی وزیر خارجہ ہے"۔ شوکی نے منہ بنایا۔

"پرواہ نہیں"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"تو پھر چلو.... جیسے تم دونوں کی مرضی.... لیکن ہمیں سرائے میں چلیں کہ پہلے باقی لوگوں کی خیریت بھی معلوم کر لینی چاہیے.... وہاں کیا حالات ہیں.... یہ بھی تو معلوم ہو جائے"۔

"اور اس طرح ان سے مشورہ بھی ہو جائے گا"۔

"ٹھیک ہے.... یہی کرتے ہیں"۔

اب انہوں نے بیگم خان کا شکریہ ادا کیا اور باہر جانے کے لیے مڑے۔

"تم لوگ مجھے بہت یاد آؤ گے.... کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ کبھی کبھار آ جایا کرو"۔

"ہم کوشش ضرور کریں گے آنٹی.... لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہم لوگ اس حد تک مصروف ہیں کہ آپ اندازہ نہیں لگا سکتیں.... کبھی کبھی تو ہمیں اپنے گھروں میں گئے چھ ماہ گزر جاتے

ہیں"۔

"کیا کہا.... چھے مار گزر جاتے ہیں.... ایک ہی شہر میں رہتے ہوئے"۔

"نہیں خیر.... یہ ہم نے نہیں کہا"۔

"اچھا خیر.... تم لوگ خوش رہو.... میری تو بس یہی دعا ہے"۔

وہ باہر نکل آئے.... اسی وقت آصف اور محمود نے اپنے سامنے اروان کو کھڑے دیکھا۔

"ارے مسٹر اروان.... آپ؟"

"ہاں میں.... کیوں کیسی رہی"۔

"بس ٹھیک ہی رہی.... آپ کیا چاہتے ہیں"۔

"وہ دراصل مجھ سے غلطی ہو گئی"۔ اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں ساری بات مسٹر ڈی سلوان کو بتا بیٹھا"۔

"یہ آپ نے کیا غضب کیا"۔ محمود گھبرا گیا۔

"بس زبان پھسل گئی.... اب وہ آپ کو بلا رہے ہیں"۔

"ہم ذرا پہلے اپنے گھر سے ہو آئیں"۔

"نہیں! پہلے میرے ساتھ چلیں.... بہت جلد فارغ کر دیں

گے"۔

"میرا خیال ہے.... ان کی بات مان لیتے ہیں"۔ شوکی نے جلدی سے کہا۔

"ابھی تو کہہ رہے تھے کہ پہلے گھر ہو آتے ہیں"۔ آصف نے منہ بنایا۔

"کہنے کا کیا ہے.... اور پھر وہ بات اس وقت تھی جب ابھی مسٹر اروان سامنے نہیں آئے تھے"۔

"ہاں اور کیا"۔ اروان نے جلدی سے کہا۔

"اچھی بات ہے.... چلو پھر چلتے ہیں"۔

وہ اس کے ساتھ سفارت خانے کی طرف قدم اٹھانے لگے.... بیگم خان انہیں جاتے دیکھتی رہیں.... نہ جانے کیوں ان کا دل دھک کر رہا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھیں جیسے وہ سفارت خانے میں جانے کے بعد واپس نہیں آئیں گے.... ان کا جی چاہا.... وہ انہیں روک لیں، آواز دینے کے لیے انہوں نے منہ کھولا.... ہاتھ اٹھایا.... لیکن پھر ان کے منہ سے.... آواز نہ نکل سکی.... ہاتھ نیچے گر گیا اور وہ سفارت خانے کے نزدیک ہوتے چلے گئے"۔

"آپ کے مسٹر ڈی سلوان اب ہم سے کیا چاہتے ہیں"۔

"اپنا اطمینان"۔

"اوہ بس"۔ شوکی بولا۔

"ہاں اور بس.... لیکن یہ صاحب تو اس وقت آپ کے ساتھ نہیں تھے"۔ اروان نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ اس وقت اس گھر میں تھے.... جس سے آپ ہمیں لائے ہیں"۔

"یہ خاتون آپ لوگوں کی رشتے دار ہیں"۔

"بس ایسا ہی سمجھ لیں.... ہم انہیں آنٹی کہتے ہیں"۔

اور پھر وہ سفارت خانے میں داخل ہوئے.... اروان انہیں لیے ہوئے ایک ہال کمرے میں داخل ہوا.... اندر وہ سفیر موجود تھا.... جس کے تلوے وزیر خارجہ چاٹ رہا تھا.... لیکن ہال میں اب وہ نہیں تھا۔

"آہا! تو یہ ہیں وہ لوگ.... بہت خوب بھئی.... اروان نے تم لوگوں کے بارے میں بتایا تو میں تم سے ملنے کے لیے بے چین ہو گیا.... ویسے میں مان گیا بھئی.... کس قدر خوبی سے تم اندر داخل ہوئے.... چھت پر موجود محافظ کو بھی بے ہوش کیا اور پھر نیچے آ کر کانفرس روم میں جھانکنے کے لیے تم نے کیا کیا پاپڑ نہیں بیلے ہوں گے"۔

"اس عزت افزائی کا شکریہ.... آپ اب ہم سے کیا چاہتے ہیں"۔

"چاہنا کیا ہے.... روشن دان تک منہ تو پہنچ گیا تھا نا"۔

"ہاں بالکل"۔

"اور تم نے سفارت خانے میں کیا منظر دیکھا ہے"۔

"ہم نے دیکھا ہمارے ملک کا وزیر خارجہ آپ کے پیر پکڑے بیٹھا تھا"۔

"ایسی کوئی بات نہیں.... میرے پیر میں اچانک موچ آ گئی تھی.... وہ تو حال پوچھ رہے تھے میرا"۔

"آپ کی ان سے دوستی ہے کیا"۔ شوکی نے پوچھا۔

"بس یہی سمجھ لیں"۔ اس نے کہا پھر چونک کر بولا۔

"آپ لوگ سفارت خانے میں کرنے کیا آئے تھے"۔

"ہمارا خیال تھا کہ یہاں کوئی غیر قانونی کام ہوتا ہے.... بس یہ دیکھنے آ گئے تھے"۔

"پھر کیا محسوس کیا"۔ اس نے ہنس کر کہا۔

"یہاں کوئی گڑبڑ ضرور ہے.... اگر آپ ہمیں تلاشی کی اجازت دے۔ بس تو ہم بہت کچھ معلوم کر سکتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے.... اجازت ہے"۔ اس نے عجیب سے انداز میں

کہا۔

"شکریہ! ہمارے ساتھ ایک ملازم کو کر دیں"۔

"اروان سے بہتر یہاں اور کون سا ملازم ہے"۔

"ہمیں خود مسٹر اروان پسند ہیں.... چلیے مسٹر اروان.... اب تو ہمیں باقاعدہ اجازت مل گئی ہے.... اب تو ہم خوب جی بھی کر سفارت خانے کا جائزہ لے سکتے ہیں"۔

"ہاں ہاں بالکل"۔ ڈی سلوان نے ہنس کر کہا۔

اور پھر وہ اروان کے ساتھ پورے سفارت خانے میں گھومتے پھرے، لیکن کہیں کوئی غلط بات نظر نہ آئی.... ایسے میں شوکی بولا۔

"مسٹر اروان! کیا اس عمارت میں کوئی تہ خانہ بھی ہے"۔

"مجھے معلوم نہیں.... اگر ہے تو سر کو معلوم ہو گا"۔

"تو ذرا دوڑ کر اپنے سر سے معلوم کر آئیں"۔

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے"۔ اروان نے منہ بنایا۔

"ضرورت ہے.... بس جائیں اور معلوم کر آئیں"۔

"او کے"۔ اس نے کہا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔

"تہ خانہ ہمیں خود تلاش کرنا ہو گا.... مسٹر اروان کی موجودگی میں مزا نہیں آ رہا.... اس سے پیچھا چھڑانا ضروری ہے"۔

محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔

"تب پھر آؤ.... جلدی کرو.... جب وہ ہمیں یہاں نہیں پائے گا تو فوراً جا کر ڈی سلوان کو بتائے گا.... وہ ہماری تلاش میں نکلیں گے.... اس سے پہلے ہمیں تہ خانہ تلاش کرنا ہو گا"۔

"اتنی جلدی تو خیر تہ خانہ نہیں ملے گا.... مگر کوشش کرنے میں کیا حرج ہے"۔

اور پھر وہ جلدی سے وہاں سے کھسک گئے.... ان کے خیال میں تہ خانہ جس جگہ ہونا چاہیے تھا وہ ایک بہت بڑا کباڑ خانہ تھا.... جس میں بہت پرانی فائلیں اور نہ جانے کیا کیا الا بلا اٹا پڑا تھا.... انہوں نے اس کمرے میں پہنچ کر دم لیا اور دروازہ اندر سے بند کر لیا۔

"تہ خانہ اگر ہو سکتا ہے تو اس میں.... ورنہ نہیں"۔

"تو پھر جلدی کرو"۔

وہ نہایت تیزی سے ہاتھ پیر مارنے لگے.... دیواریں ٹھوک بجا کر دیکھیں.... فرش پر جوتے رسید کیے.... آتش دان چیک کیا.... اور جب آخر میں آتش دان کے نیچے انہیں ایک زنجیر لٹکتی نظر آئی، بظاہر یہ زنجیر چمنی کھولنے بند کرنے کے لیے تھی.... لیکن جب

انہوں نے اسی کو کھینچا تو آتش دان کے فرش میں سیڑھیاں نظر آنے لگیں اور فرش نہ جانے کہاں غائب ہو گیا۔

"وہ مارا.... مزا آ گیا.... آؤ اب نیچے چلیں"۔ محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ فوراً نیچے اتر گئے۔

○☆○

اروان سیدھا ڈی سلوان کے پاس پہنچا۔

"ہاں! کیا رہا اروان"۔

"ساری عمارت دیکھ کر وہ کہنے لگے.... ہو نہ ہو' اس عمارت میں کوئی تہ خانہ بھی ہے.... اس تہ خانے میں کچھ ہو گا.... انہوں نے مجھ سے تہ خانے کے بارے میں پوچھا' میں نے کہہ دیا کہ مجھے نہیں معلوم.... سر کو معلوم ہو گا.... انہوں نے کہا کہ اپنے سر سے پوچھ کر آؤ.... لہٰذا میں یہاں آ گیا"۔ اروان نے جلدی جلدی کہا۔

"بس ٹھیک ہے.... اب وہ سیدھے کباڑ خانے میں جائیں گے.... اور آتش دان کی زنجیر کھینچیں گے.... جو ہم نے ان کے لیے لٹکائی ہے.... اس کے بعد وہ اندھا دھند تہ خانے میں اتر جائیں گے اور تہ خانے کا دروازہ خود بخود بند ہو جائے گا اور اس کے بعد

اس کو کھول نہیں سکیں گے.... کیوں کیسی رہی"۔

"اچھی رہی.... سر.... بہت اچھی"۔

"ویسے اروان تمہارا جواب نہیں.... اب تم جاؤ.... اور ان کا پورا پورا انتظام کر ڈالو.... اب وہ اس تہ خانے سے نکلنے نہ پائیں"۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔ اروان نے مسکرا کر کہا۔

اور پھر اروان اس کباڑ خانے میں آیا.... ایک دوسرے دروازے سے اندر داخل ہوا اور تہ خانے والی زنجیر کو چھت میں لگے ہک میں سے نکال لیا۔

"اب اس تہ خانے کو کوئی نہیں کھول سکے گا.... اور جب تہ خانہ کوئی نہیں کھول سکے گا تو تہ خانے میں بند لوگ کس طرح باہر آ سکیں گے۔

"ان الفاظ کے بعد اس نے کمرے کا بیکار سامان دھڑا دھڑ' ان کے اوپر ڈھیر کرنا شروع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد آتش دان بالکل نظر نہیں آ رہا تھا.... یہ دیکھ کر اروان مسکرایا اور باہر نکل کر دروازے کو ایک بہت پرانا تالا لگا دیا۔ اس میں بھی جام کرنے والی ایک چیز ڈال دی.... اب اس

تالے کو بھی نہیں کھولا جا سکتا تھا۔

اپنا کام کر کے وہ ڈی سلوان کو رپورٹ دینے کے لیے چل پڑا.... اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔

○☆○

اہم آدمی

سرائے کا ٹھکانہ بدلے انہیں تین دن ہو چکے تھے.... ان کے زخم اب پہلے سے بہتر تھے.... اس دوران وہ سفارت خانے بھی جا چکے تھے اور سفارت خانے کی اچھی طرح تلاشی لے چکے تھے.... لیکن اب تک محمود' آصف اور شوکی کا کوئی پتا نہیں چل سکا تھا.... اس وقت بھی وہ بیٹھے یہی سوچ رہے تھے کہ انہیں تلاش کریں تو کہاں.... بھیجا تو انہیں سفارت خانے تک ہی گیا تھا.... وہاں سے وہ کہاں چلے گئے.... سوال یہ تھا۔

"میرا خیال ہے.... ہمیں ان کا سراغ سفارت خانے سے ہی لگے گا.... بلکہ سفارت خانے کے آس پاس کے کسی گھر سے"۔ فرزانہ نے کہا۔

"جب کہ ہم رات کی تاریکی میں سفارت خانے گئے تھے اور چوری چھپے اس کی تلاشی لی تھی"۔

"ٹھیک ہے.... آؤ.... اب ہم سبھی چلتے ہیں.... یا تو ہم

انہیں لے کر آئیں گے.... یا خود بھی نہیں آئیں گے"۔

ابھی دن شروع ہوا تھا.... وہ سب ناشتہ کر چکے تھے.... لیکن ناشتے کے دوران بھی حد درجے چپ رہے تھے.... محمود، آصف اور شوکی کی گم شدگی نے انہیں حد درجے پریشان کر دیا تھا۔

آخر وہ سفارت خانے کے آس پاس پہنچ گئے۔

"پہلے تو یہ خیال دوڑانا چاہیے کہ انہوں نے کون سا گھر سفارت خانے کی نگرانی کے لیے چنا ہو گا"۔

"میرے خیال میں یہ سامنے والا.... سفارت خانے کا صدر دروازہ اس کوٹھی سے واضح نظر آتا ہے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے.... آئیے"۔

وہ اس کوٹھی کے دروازے کی طرف بڑھے.... دستک دی تو ایک عورت نے دروازہ کھولا.... اتنے بہت سے لوگوں کو دیکھ کر وہ پریشان سی ہو گئی۔

"آپ محمود، آصف اور شوکی کو جانتی ہیں"۔

"اوہ ہاں! کیا بات ہے.... خیر تو ہے"۔

"وہ تین دن پہلے یہاں آئے ہوں گے"۔

"بالکل! انہوں نے تو میری بہت مدد کی تھی"۔

"مہربانی فرما کر بتائیں.... وہ کہاں گئے تھے"۔

"سفارت خانے میں.... کیا وہ اب تک واپس نہیں پہنچے"۔

"نہیں.... تین دن ہو گئے ہیں"۔

"ارے باپ رے.... میں نے انہیں سفارت خانے میں داخل ہوتے ہوئے خود دیکھا تھا.... وہاں سے ایک چھوٹے قد کا دبلا پتلا سا آدمی انہیں بلانے آیا تھا"۔

"کیا کہا.... بلانے آیا تھا"۔ انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے.... پھر جلدی سے بولے۔

"اچھا شکریہ! پہلے ہم سفارت خانے میں دیکھ لیں"۔

اب وہ سفارت خانے پہنچے.... اپنے کاغذات اندر بھجوائے.... انہیں اندر بلایا گیا.... سفارت کار نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"میں ڈی سلوان ہوں.... فرمائیے.... آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"تین دن پہلے تین لڑکے یہاں آئے تھے.... آپ کے پاس"۔

"آپ محمود، آصف اور شوکی صاحبان کی بات کر رہے ہیں"۔

"ہاں!" وہ بولے۔

"وہ آئے تھے.... انہوں نے سارے سفارت خانے کو چیک کیا تھا اور پھر چلے گئے تھے"۔

"لیکن انہیں یہاں سے نکلتے نہیں دیکھا گیا"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں"۔

"ہم دعوے سے یہ بات کہہ سکتے ہیں"۔

"آپ کا مطلب ہے.... ہم نے انہیں چھپا رکھا ہے.... قید کر رکھا ہے"۔

"ہاں اور کیا"۔

"تو پھر تلاشی لے لیں شوق سے.... ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔

"بہت بہت شکریہ"۔

انہوں نے تلاشی شروع کی.... آخر میں وہ اس کباڑ خانے میں داخل ہوئے' پہلے اسے بغور دیکھا.... پھر انسپکٹر کامران مرزا نے چونک کر کہا۔

"سامان کو الٹ پلٹ کیا گیا ہے.... اور بہت زیادہ سامان کو.... جب کہ اس کی ضرورت تو محسوس نہیں ہو رہی.... سفارت

خانے کے کسی آدمی کو بلانا پڑے گا.... آفتاب تم ڈی سلوان کے پاس جاؤ.... اور ان سے کہو' وہ کوئی آدمی اپنا ہمارے پاس بھیج دیں.... ہمیں کچھ باتیں پوچھنی ہیں"۔

"او کے"۔ آفتاب بولا۔

جلد ہی وہ ایک دبلے پتلے آدمی کے ساتھ لوٹا.... اسے دیکھ کر ہی وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ آدمی ہے جو ان تینوں کو بلا کر سفارت خانے لایا تھا۔

"خان صاحب کے گھر سے آپ ہی انہیں بلا کر لائے تھے"۔

انسپکٹر کامران مرزا نے اس پر نظریں جما دیں.... وہ ذرا بھی نہ گھبرایا۔

"ہاں جناب.... ڈی سلوان صاحب نے حکم دیا تھا"۔

"معاملہ کیا تھا.... انہیں کس لیے بلایا گیا تھا"۔

"ان میں سے دو نے چوری چھپے سفارت خانے کو اندر سے چیک کیا تھا.... لیکن میں نے انہیں دیکھ لیا تھا.... تاہم بچے خیال کر کے میں نے انہیں جانے کی اجازت دے دی.... لیکن ڈی سلوان صاحب کو یہ بات بتائی تو انہوں نے انہیں بلا لیا.... ملاقات ہونے پر انہوں نے بتایا کہ وہ سفارت خانے میں کوئی گڑبڑ تلاش کرنا چاہتے تھے.... ڈی سلوان صاحب نے انہیں تلاشی لینے کی کھلی اجازت

دے دی"۔ اروان یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"تو وہ تلاشی لیتے ہوئے اس کمرے میں آئے تھے"۔ انسپکٹر
جمشید نے نظریں اس پر جما دیں۔

"ہاں! آئے تھے.... لیکن جب کچھ تلاش نہ کر سکے تو واپس
چلے گئے"۔

"آپ کا نام؟"

"اروان"۔ اس نے کہا۔

"آپ بہت سیدھے سادے اور بے وقوف نظر آتے ہیں
لیکن آپ نہ تو سیدھے ہیں اور نہ بے وقوف.... لیکن آپ جیسے
آدمی خطرناک بہت ہوتے ہیں.... تم بتاؤ اس کباڑ خانے کا سامان
الٹ پلٹ کیوں گیا ہے"۔

"جی الٹ پلٹ.... کیا مطلب؟"

"ارے بھئی.... یہ دیکھیں.... سامان پر جمی گرد پر انگلیوں کے
نشانات.... یہ تمہاری انگلیوں کے بھی ہو سکتے ہیں.... آخر تمہیں
ضرورت پیش آ گئی تھی.... اس قدر الٹ پلٹ کی"۔

"وہ ایک چیز تلاش کرنے کا مسئلہ پیش آ گیا تھا"۔

"اچھی بات ہے.... یہ سامان ادھر سے ادھر کرو بھئی"۔
انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں"۔

اور پھر ان سب نے مل کر سامان اٹھانا شروع کیا.... جلد ہی
آتش دان نظر آنے لگا۔

"تو اس آتش دان کو چھپایا گیا ہے.... مسٹر اروان"۔

"یہ آپ کا خیال ہے"۔ اس نے منہ بنایا۔

"تو ہم کب کہہ رہے ہیں کہ یہ آپ کا خیال ہے"۔ آفتاب
مسکرایا۔

"شکر ہے.... تمہاری آواز تو سنائی دی"۔

"شاید ہماری آوازیں بھی محمود، آصف اور شوکی ساتھ لے
گئے ہیں"۔ فرحت مسکرائی۔

"فکر نہ کرو"۔

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید آتش [illegible] کے نچلے حصے کا بغور جائزہ
لینے لگے.... اندر انہیں ایک ہک [illegible] پہلے تو انہوں نے اس
خیال سے توجہ نہ دی کہ چمنی کھو [illegible] ر بند کرنے کے لیے ہک
لگائی گئی ہو گی.... جس میں زنجیر لگا دی جاتی ہو گی.... لیکن پھر انہوں
نے اس ہک میں انگلی ڈال کر جو کھینچا تو اروان نے دروازے کی
طرف دوڑ لگا دی.... لیکن خان رحمان نے فوراً ٹانگ آگے کر دی

اور منہ کے بل گرا.... ادھر تہ خانے کا راستا کھل گیا۔

"کہاں بھاگے جا رہے ہیں.... آپ کی یہاں ضرورت ہے"۔ خان رحمان نے گردن سے پکڑ لیا۔

"محمود.... آصف.... شوکی.... کیا تم نیچے ہو"۔

"ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ اپنی خبر نہیں آتی"۔ نیچے سے شوکی کے گنگنانے کی مریل سی آواز سنائی دی۔

"ارے تمہاری آواز بھیک کیوں مانگ رہی ہے"۔

"دو دن بھوکے پیاسے کٹ گئے.... شکر کریں.... آواز نکال تو دی تھوڑی بہت"۔ آصف بولا۔

"تو پھر اب اوپر آ جاؤ"۔

"چیڑھیاں سڑھنے کی ہمت کہاں سے لائیں"۔ محمود نے کہا۔

"کیا کرنے کی ہمت؟" فاروق چونکا۔

"چیڑھیاں سڑھنے کی"۔ محمود نے کمزور آواز میں کہا۔

"اوہ.... شاید تم سیڑھیاں چڑھنے کی بات کر رہے ہو.... آؤ بھئی.... انہیں اٹھا لائیں"۔ انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا اور ان میں سے تین نیچے اتر گئے.... باقی اوپر رہ گئے.... جونہی وہ آخری سیڑھی سے اترے.... دروازہ بند ہو گیا۔

"ارے! یہ تو بند ہو گیا"۔

"اسی لیے محمود وغیرہ کھول نہیں سکے"۔

فاروق نے کہا اور جھک کر ہک کو کھینچ دیا.... دروازہ پھر کھل گیا۔

"خدا کا شکر ہے.... ہم تو ڈر رہے تھے کہ اب شاید اباجان وغیرہ کے ساتھ تین دن اور بند رہنا پڑے گا"۔ محمود کی آواز سنائی دی۔

"داد دینے کو جی چاہتا ہے.... تم اس حالت میں بات چیت تو کر سکتے ہو"۔

"ہاں! انکل آپ فکر نہ کریں.... اور ہمارے کھانے کا انتظام کریں"۔

"آفتاب.... مکھن.... تم دوڑ کر بیگم خان کے گھر سے کھانے کے لیے کچھ لے آؤ"۔

"بلکہ کھانے کے لیے تو یہاں بھی ہو گا"۔

"اوہ ہاں! یہ بات بھی ہے.... خیر"۔

ان دونوں نے دوڑ لگا دی.... لیکن پھر جلد ہی وہ واپس آ گئے۔

"صدر دروازہ بند ہے.... اور باہر ملٹری پولیس موجود ہے.... ان کا کہنا ہے کہ کوئی باہر نہیں جا سکتا.... جب تک کہ مسٹر ڈی،

سلوان اجازت نہ دیں گے"۔

"اوہ اچھا.... ہم اس سے بات کر لیتے ہیں"۔

اب ان تینوں کو باہر لایا گیا.... اور پھر وہ ڈی سلوان کے دفتر پہنچے۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے نظریں اس کے چہرے پر جما دیں۔

ادھر وہ فریج پر ٹوٹ پڑے.... ڈی سلوان نے فریج کی طرف دیکھا تک نہیں.... کہ اس میں کھانے کی چیزیں موجود ہیں بھی یا نہیں۔

"صرف بند چیزیں کھانا.... جنہیں کھول کر کھانا پڑے"۔ انسپکٹر کامران مرزا نے ہانک لگائی۔

"جی بہتر"۔ محمود نے کہا۔

"اور زیادہ نہ کھانا.... ابھی تم بہت کمزور ہو"۔

"جی اچھا"۔

"آپ فرمائیں.... آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے"۔

"آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے.... الٹا میں آپ کو گرفتار کرا سکتا ہوں.... یہ دیکھیے"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے میز پر لگا ایک بٹن دبا دیا۔

دو منٹ بعد ہی ملٹری پولیس اندر آ گئی۔

"یہ ہیں وہ لوگ جو غیر قانونی طور پر اندر داخل ہوئے ہیں.... ان سب کو گرفتار کر لیا جائے"۔

"ضرور کر لیا جائے"۔ انسپکٹر کامران مرزا مسکرائے۔

"لیکن پہلے ہماری بات سن لیں"۔

"ہم یہاں صرف مسٹر ڈی سلوان کا حکم مان سکتے ہیں"۔

"کیا اس صورت میں بھی.... اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ مسٹر ڈی سلوان ہمارے ملک کے خلاف کام کر رہے ہیں"۔

"ہاں! اس صورت میں بھی.... آپ یہ بات ہمارے آفیسر سے کریں"۔

"اور آپ کے آفیسر کہاں ہیں"۔

"ہیڈ کوارٹر میں.... میں ان کا آپ کو نمبر دے سکتا ہوں"۔

عین اسی وقت سفارت خانے میں ہل چل مچ گئی.... لوگ دوڑتے نظر آئے.... ڈی سلوان نے فوراً باہر نکل کر کہا۔

"کیا بات ہے.... کیا ہوا ہے"۔

"انشارجہ کے کچھ لوگ آئے ہیں.... اہم آدمی"۔

"اوہ اچھا.... کیا وہ ادھر ہی آئیں گے"۔

فوراً ہی انہوں نے بھاری قدموں کی آواز سنی.... نظریں

اٹھائیں تو وہ حیران رہ گئے.... سرالک، موٹال اور روگان چلے آ رہے تھے۔

"کیوں! آپ لوگ ہمیں یہاں دیکھ کر حیرت میں کیوں پڑ گئے"۔ سرالک نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پھر ہمیں کس چیز میں پڑنا چاہیے"۔ فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

"اس فکر میں کہ اب تم لوگوں کا کیا بنے گا.... آخر کار ہم سب تم لوگوں کو ایک جگہ جمع کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں.... اب تم پھر ہماری نظروں میں ہو"۔

"ارے باپ رے.... دھت تیرے کی.... اس بات کا تو ہمیں خیال ہی نہیں رہا"۔

"اب خیال کر لو.... روکا کس نے ہے"۔ سرالک ہنسا۔

"لیکن آپ لوگوں کے ساتھ ابظال صاحب نظر نہیں آ رہے"۔

"میں ان کے ساتھ موجود ہوں.... تم اپنی فکر کرو"۔ ان کے پیچھے کئی جگہ سے آواز آئی۔

"ارے باپ رے.... وہ تو سب یہیں جمع ہو گئے"۔ آفتاب نے گھبرا کر کہا۔

"اور تم لوگوں کو بھی یہاں جمع کر لیا.... اب ہوں گی دو دو باتیں"۔

"باتیں.... ارے ہاں.... ان غریبوں کو ہم بھول ہی گئے"۔ مکھن چونکا۔

"بھئی کن غریبوں کی بات ہو رہی ہے.... کچھ میں بھی تو سنوں"۔ پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی وہ باتوں کی"۔

"باتیں اور غریب.... کیا کہہ رہے ہو بھئی"۔

"ان کا تو کام ہے.... اوٹ پٹانگ باتیں کرنا.... آپ کو تو معلوم ہی ہے.... لہٰذا ہم پہلے ان حضرات سے باتیں کر لیں"۔

"اوہ ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے.... یہ صاحبان کیا خیال کریں گے"۔

"ہاں تو مسٹر کب ظال...."

فاروق کے الفاظ درمیان میں ہی رہے گئے.... اسی وقت میز پر رکھے آلے سے ٹوں ٹوں کی آواز آنے لگی۔

○☆○
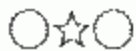
سنسنی خیز سوال

ڈی سلوان کے ساتھ باقی لوگ بھی چونک اٹھے اور ان کی نظریں آلے پر جم گئیں.... ڈی سلوان نے فوراً آلے کا سرخ بٹن دبا دیا۔

"ہیلو میں ڈی سلوان ہوں"۔

"یس سر"۔

"مسٹر سرامک' موٹال' روگان اور مسٹر ابطال کو پیغام دے دو"۔

"سر! اتفاق سے وہ چاروں اس وقت سفارت خانے میں ہی موجود ہیں"۔

"اوہ اچھا.... خیر.... یہ اور اچھا ہے.... مسٹر ابطال!" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"یس سر"۔ ابطال کی آواز سنائی دی۔

"ان لوگوں کو الجھائے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی....

ہم اپنا منصوبہ آخری حد تک مکمل کر چکے ہیں.... اب آپ چاروں فوراً واپس آ جائیں.... ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں"۔

"او کے سر.... جو آپ کا حکم"۔

"ہاں! بس.... اب یہاں ٹھہرنے کی بالکل کوئی ضرورت نہیں رہ گئی"۔

"تھینک یو سر"۔

آواز آنا بند ہو گئی.... عین اسی وقت کمرے میں ایک تیز بو پھیل گئی.... سب لوگ تڑا تڑ گرتے چلے گئے.... انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا نے سانس روک لیے.... لیکن کب تک.... آخر انہیں سانس لینا پڑا اور وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ہوش آیا تو ڈی سلوان اور اردان سمیت سب لوگ غائب تھے.... سفارت خانے کے مقامی ملازم باقی تھے.... انہوں نے بتایا کہ سب لوگ جا چکے ہیں۔

"اور ہم کتنی دیر بے ہوش رہے"۔

"پورے چوبیس گھنٹے"۔

"کیا کہا.... چوبیس گھنٹے"۔ وہ بوکھلا اٹھے۔

"ہاں چوبیس گھنٹے تک"۔

"ارے باپ رے.... اس کا مطلب ہے.... اس وقت تک

وہ سب رفو چکر ہو چکے ہوں گے"۔

"اس بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں"۔

انہوں نے جلدی جلدی سفارت خانے کا جائزہ لیا.... میز پر وہ آلہ بھی نظر نہ آیا.... فائلوں کی الماری جلی پڑی تھی.... کباڑ خانے سے بھی دھواں اٹھ رہا تھا.... وہاں آگ نہیں لگائی گئی تھی.... کوئی جھلس دینے والا سیال چھڑکا گیا تھا جس کی وجہ سے تمام چیزیں جھلس گئی تھیں اور اس سے باقاعدہ دھواں اٹھ رہا تھا.... لیکن یہ دھواں بھی سفید رنگ کا تھا.... اس لیے باہر کسی کو معلوم تک نہ ہو سکا کہ اندر کیا ہو رہا ہے۔

غرض تمام فائلیں' الماریاں اور دوسری ضروری چیزیں ایک طرح سے ختم ہو چکی تھیں۔

"میرا خیال ہے.... اب ہمیں اپنے گھروں کا بھی ایک چکر لگا لینا چاہیے.... ہو سکتا ہے.... اب وہاں نقلی لوگ موجود نہ ہوں"۔

"اوہ ہاں! ٹھیک ہے"۔

وہ پہلے انسپکٹر جمشید کے گھر پہنچے.... دروازے پر دستک دی.... کوئی باہر نہ آیا.... دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔

"شاید اندر کوئی نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

وہ اندر داخل ہوئے.... مکان خالی پڑا تھا.... گویا نقلی لوگ

مکان کو خالی کر گئے تھے.... انہوں نے جلدی جلدی سارے گھر کو دیکھ لیا.... پھر خان رحمان کے گھر فون کیا' وہاں سے فوراً بیگم جمشید کی آواز سنائی دی۔

"اوہ یہ آپ ہیں.... آپ کہاں ہیں.... آخر میں خان رحمان کے گھر کیوں رہوں"۔

"اس کا مطلب ہے تمہارا دماغ بھی اب درست ہو گیا ہے"۔

"ہائیں.... کیا میرا دماغ خراب ہو گیا تھا"۔ انہوں نے برا مان کر کہا۔

"میرے کہنے کا مطلب یہ نہیں تھا.... خیر تم وہیں ٹھہرو.... ہم ابھی آتے ہیں"۔

اب وہ خان رحمان کے گھر پہنچے.... وہاں حالات معمول پر تھے.... اب انہوں نے بیگم جمشید کو گھر پہنچایا اور تجربہ گاہ پہنچے.... وہاں بھی حالات معمول کے مطابق نظر آئے.... جیسے کبھی کوئی گڑبڑ ہوئی ہی نہیں تھی.... انسپکٹر کامران مرزا نے پہلے اپنے گھر فون کیا.... وہاں سے شہناز بیگم نے جواب دیا اور اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ وہ کہاں غائب ہیں.... انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا.... اسی طرح شوکی برادرز کے گھر سے بھی خیریت کی اطلاع ملی۔

آخر میں انہوں نے اپنے دفتر کا رخ کیا.... ان کا دفتر خالی پڑا تھا.... اکرام انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"سر! آپ اتنی مدت کہاں رہے؟"

"تو کیا تم یہاں روزانہ آتے رہے ہو اور ہم یہاں نہیں آتے رہے"۔ وہ بولے۔

"جی.... پتا نہیں.... مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے"۔

"آئی جی صاحب اپنے دفتر میں ہیں"۔

"جی ہاں اور صبح سے کئی بار آپ کا پوچھ چکے ہیں.... بلکہ انہیں اس بات پر حیرت ہے کہ آپ اب تک آئے کیوں نہیں"۔

"اچھی بات ہے.... پہلے ہم آئی جی صاحب سے ملاقات کریں گے"۔

آئی جی صاحب کے دروازے پر موجود چپڑاسی نے انہیں پرجوش انداز میں سلام کیا.... وہ سلام کا جواب دیتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔

"آؤ جمشید.... ارے.... آپ تو بہت سے ہیں.... اچھا سب کو خوش آمدید.... کیسے آنا ہوا.... اور جمشید تم اتنے تک کہاں غائب رہے"۔

"تو کیا آپ روزانہ دفتر آتے رہے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید کے

لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں کیوں.... یہ کیا بات پوچھی تم نے"۔ انہوں نے ان سے بھی زیادہ حیرت کا مظاہرہ کیا۔

"جی بس کیا بتائیں.... شاید ہم نے ایک بہت طویل خواب دیکھا ہے.... سب لوگ یہ طویل خواب گویا مل جل کر دیکھتے رہے ہیں.... کیونکہ سب اس کے گواہ ہیں"۔

"میرے پلے تو ایک بات بھی نہیں پڑی"۔

"آپ کے کیا کسی کے بھی پلے نہیں پڑ رہی کوئی بات.... ہم خود گھن چکر بن کر رہ گئے ہیں"۔

"پوری بات بتاؤ.... میرے خیال میں تو کچھ بھی نہیں ہوا ہے.... بلکہ آؤ کانفرنس ہال میں بیٹھتے ہیں.... باقی لوگوں کو بھی بلا لیتے ہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

سب لوگ یعنی پورا دفتر ہال میں آگیا.... ان میں ڈی آئی جی بھی تھے.... پھر انہوں نے اپنی کہانی سنانی شروع کی.... یہ کہانی اس قدر حیرت انگیز، سنسنی سے بھری ہوئی تھی کہ وہ ساکت ہو کر سنتے رہے.... اور جب انسپکٹر جمشید خاموش ہوئے تو سب ایک دوسرے کو یوں دیکھ رہے تھے جیسے کچھ بھی سمجھ میں نہ آیا ہو۔

"یہ کیسی کہانی تھی؟؟"

"یہ تو ہم خود بھی نہیں سمجھ پائے.... کہ یہ کیسی کہانی تھی.... یا تو یہاں ہر چیز الٹ پلٹ ہو چکی تھی.... ایک دوسرے کے گھر نہیں ملتے تھے.... اپنی جگہ پر نہیں رہے تھے.... گھروں اور دفاتر کے افراد تک بدل گئے تھے.... ہم نے خود اپنے دفتر میں اور اپنے گھروں میں اپنے ہم شکل موجود دیکھے اور ہمیں نقلی ہونے کے ناطے دھکے کھانے پڑے.... اب ہر چیز معمول پر ہے.... جیسے یہ سب کچھ ہوا ہی نہیں تھا.... ایک خواب تھا.... لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے.... اگر ہم' آپ لوگ یہاں نہیں تھے.... ہم لوگوں کی جگہ نقلی لوگ تھے تو آپ سب کہاں تھے؟؟"

"ہمیں تو ایسی کوئی بات یاد ہی نہیں"۔

"خیر! اس سب کو تو ہم خواب سمجھ کر بھول سکتے ہیں.... لیکن میں نے اینتال' موتال' روگان اور سرالک کے باس کو خود کہتے سنا ہے کہ مسلم ممالک کے خلاف جو منصوبہ.... جو پلان انہوں نے شروع کیا تھا.... وہ مکمل ہو گیا ہے اور اب ہم لوگوں کو الجھائے رکھنے کی ضرورت نہیں.... گویا اس دوران ہمیں صرف اس لیے الجھائے رکھا گیا کہ ہمیں اس منصوبے کی بھنک تک نہ پڑ سکے.... اور ہوا بھی یہی.... بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ زندگی میں پہلی بار ایسا ہوا

ہے"۔

"سوال یہ ہے کہ ان کا منصوبہ کیا تھا.... انہوں نے آخر اسلامی ممالک کے خلاف وہ کون سی کامیابی حاصل کی ہے.... جس کی ہوا تک نہیں لگنے دی گئی"۔

"یہ سوال اس وقت کا سب سے بڑا' سب سے خوفناک اور سب سے سنسنی خیز سوال ہے.... بلکہ ہماری زندگیوں کا بھی"۔

"اور اسی قدر اس کا جواب حاصل کرنا ضروری ہے"۔ آئی جی صاحب بولے۔

"ہم اپنی کوشش اسی وقت سے شروع کر رہے ہیں.... بشرطیکہ کہ ملکی سطح پر کم از کم ہمیں اختیارات دے دیے جائیں.... مطلب یہ کہ ہم جس سے چاہیں اس سلسلے میں پوچھ گچھ کر سکیں"۔

"یہ معاملہ اب صدر مملکت کے علم میں لانا بہت ضروری ہو گیا ہے.... اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا.... اس ساری کارروائی کی بنیاد بہت گہری ہے.... ہم ابھی اور اسی وقت صدر صاحب کو بھیج دیتے ہیں.... وہ اسے دیکھیں اور سن کر آپ لوگوں کو ہر طرح کے اختیارات دے دیں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔

انہوں نے فوراً ایسا ہی کیا.... انہوں نے کہانی سنانے کے

دوران وزیر خارجہ والی بات گول کر دی تھی۔

تین گھنٹے بعد انہیں تحریری اجازت مل گئی.... ساتھ ہی صدر صاحب نے انہیں ملاقات کے لیے بھی بلایا.... وہ بھی کچھ کم حیران نہیں تھے.... انہیں رخصت کرتے وقت انہوں نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں.... اس منصوبے کا سراغ تم جلد از جلد لگا لو"۔

"آپ فکر نہ کریں.... ہم دن رات ایک کر دیں گے"۔

ان سے رخصت ہوتے ہی.... انسپکٹر جمشید نے اپنی خفیہ فورس کے دس آدمیوں کو خصوصی اجازت نامہ دیتے ہوئے کہا۔

"وزیر خارجہ کو گرفتار کر لاؤ"۔

"جی.... کیا فرمایا"۔

"ہاں جو کہا ہے.... کرو.... اجازت نامہ اسی لیے دیا ہے"۔ انہوں نے بھنا کر کہا۔

اب خفیہ فورس والوں میں سے کسی کو کوئی سوال کرنے کی ہمت نہ رہی.... وہ فوراً گئے اور وزیر خارجہ کو باقاعدہ گرفتار کر لائے۔

"میں اس حرکت کا مطلب نہیں سمجھا"۔ وزیر خارجہ انہیں دیکھتے ہی بولا۔

"تشریف رکھیے"۔ انسپکٹر جمشید سرد اور خشک لہجے میں بولے۔

"اپنا لہجہ درست کیجئے.... آپ کسی عام آدمی سے بات نہیں کر رہے.... اس ملک کے وزیر خارجہ سے بات کر رہے ہیں"۔

"وزیر خارجہ اگر اپنے ملک سے غداری کرے تو وہ ہماری نظروں میں مجرم ہے.... بہت بڑا مجرم"۔

"کیا مطلب.... آپ مجھ پر غداری کا الزام لگا رہے ہیں"۔

"ہاں! ہم یہ الزام لگانے پر مجبور ہیں.... آپ نے ملک سے غداری کی ہے"۔

"اپنی بات کا ثبوت پیش کریں.... ورنہ جیل جانے کے لیے تیار ہو جائیں"۔

"جیل تو خیر ہم نہیں جائیں گے.... ثبوت پیش کر سکتے ہیں.... صدر صاحب نے اگر ہمیں اختیارات دیئے ہیں تو ہم جیل کس طرح جا سکتے ہیں"۔

"میں دیکھوں گا"۔

"آپ ضرور دیکھیے گا.... ہم آپ کو دیکھنے سے منع نہیں کریں گے"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیا مطلب"۔ وہ اس کی طرف جھلا کر مڑا۔

"فاروق.... اس وقت تم نہ بولو.... تمہیں بولنے کے بہت مواقع ملیں گے.... جی بھر کے چہک لینا"۔ انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔

"او کے"۔ اس نے کہا۔

"آپ مسٹر ڈی سلوان کو جانتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فوراً سوال داغ دیا۔

"ہاں کیوں نہیں.... آخر میں اپنے ملک کا وزیر خارجہ ہوں اور مسٹر ڈی سلوان انشارجہ کے سفیر ہیں.... میں اور انہیں نہ جانوں گا"۔

"ہوں! خیر.... آپ کے ان سے کیسے تعلقات رہے ہیں"۔

"دوستانہ.... اور ملک کے مفاد میں افسرانہ"۔

"شکریہ.... کبھی آپ نے میجر ڈی سلوان سے اپنی حیثیت سے گر کر تو بات نہیں کی"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ آپ ملک کے وزیر خارجہ ہیں.... انشارجہ کے سفیر سے یا تو دوستانہ انداز میں بات کرتے ہوں گے.... یا افسرانہ انداز میں.... اس کے غلاموں کے سے انداز میں تو کبھی بات نہیں کی ہو گی آپ نے"۔

"بالکل نہیں.... میں اور غلامانہ انداز میں بات کروں گا"۔ اس نے بھنا کر کہا۔

عین اسی وقت فون کی گھنٹی بجی، انسپکٹر کامران مرزا نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے صدر کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"انسپکٹر کامران مرزا.... تم لوگوں نے وزیر خارجہ کو گرفتار کر لیا ہے"۔

"جی ہاں جناب"۔

"لیکن کیوں؟"

"غداری کے الزام میں"۔

"کیا اس بات کا کوئی ثبوت بھی ہے آپ لوگوں کے پاس"۔

"جی ہاں.... بالکل"۔

"اچھا کمال ہے.... ویسے انہیں گرفتار کرنے سے پہلے تم لوگوں کو مجھ سے اجازت لے لینی چاہیے تھی"۔

"آپ سے اجازت لے کر ہی یہ قدم اٹھایا ہے.... آپ اپنے حالیہ اجازت نامے کو بھول بھی گئے ہیں"۔

"اوہ ہاں.... یہ تو ہے.... خیر میں آ رہا ہوں"۔

"جی.... کیا فرمایا.... آپ آ رہے ہیں"۔

"ہاں! اس لیے کہ مجھ پر انشارجہ کا دباؤ پڑ رہا ہے.... کہ وزیر خارجہ کو رہا کیا جائے"۔

"بہت خوب! یہ سن کر خوشی ہوئی.... آپ تشریف لے آئیں.... ہم ان کی غداری کا ثبوت پیش کریں گے"۔

"میں آ رہا ہوں.... ابھی کوئی کارروائی نہ کرنا"۔

"پوچھ گچھ کر رہے ہیں ہم صرف.... کیا اس کو بھی روک دیں"۔ انسپکٹر جمشید نے تیز لہجے میں کہا۔

صدر صاحب دم بخود رہ گئے۔

○☆○

اسے کیا ہوا؟

"یہ صدر صاحب کا فون تھا.... انشارجہ کی حکومت ان پر دباؤ ڈال رہی ہے کہ آپ کو فوراً رہا کیا جائے.... لیکن میں آپ کو اس وقت تک رہا نہیں کروں گا جب تک کہ آپ سچ نہیں بول دیں گے.... ہاں تو آپ نے انشارجہ کے سفیر سے کبھی اپنی حیثیت سے گر کر بات نہیں کی"۔

"بالکل نہیں.... اگر ایسی کوئی بات ثابت کر دی جائے تو جو چور کی سزا' وہ میری"۔

"اگر ہم ایسی کوئی بات ثابت کریں تو اس صورت میں تو آپ اپنی رہائی کا مطالبہ نہیں کریں گے اور نہ انشارجہ سے دباؤ ڈلوائیں گے"۔

"ہرگز نہیں.... یہ دباؤ تو میں نے اب بھی نہیں ڈلوایا"۔

"تب پھر.... انشارجہ کو اس قدر جلد آپ کی گرفتاری کی اطلاع کس طرح مل گئی"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"د.... مم.... میں.... وہ"۔ وہ ہکلانے لگا۔

"آپ کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے.... آپ یہی کہنا چاہتے ہیں"۔

"ہاں! بالکل.... میں نہیں جانتا.... اسے کس طرح اطلاع مل گئی"۔

"یہ بات بھی ہم ثابت کر دیں گے.... کہ اسے کس طرح اطلاع مل گئی.... پہلے آتے ہیں' اس بات کی طرف کہ آپ نے غلامانہ انداز میں بات کی ہے یا نہیں.... آصف تم ثبوت پیش کرو گے یا محمود"۔

"جی میں"۔ آصف بولا۔

"تو کرو پیش"۔ انہوں نے کہا۔

آصف اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک ننھی سی تصویر وزیر خارجہ کے سامنے کر دی' اس تصویر میں وہ انشارجہ کے سفیر کے پاؤں پکڑے بیٹھے تھے.... پاؤں بھی دونوں۔

"اوہ! یہ.... یہ میں آپ کو بتاتا ہوں"۔ اس نے گھبرا کر کہا۔

"ضرور بتائیں.... لیکن جھوٹ بات نہ بتائیں.... سچ بتائیں"۔

"سچ یہ ہے کہ ان کے پیر میں موچ آ گئی تھی.... میں وہ نکال

رہا تھا"۔

"تو آپ کو موچ نکالنا آتا ہے"۔

"ہاں! کسی زمانے میں نے یہ کام سیکھا تھا"۔

"شکریہ! میں نے آپ سے کہا تھا کہ...."

عین اس وقت قدموں کی آواز گونجی اور صدر صاحب ہال میں داخل ہوئے.... سب لوگ کھڑے ہو گئے۔

"ہاں جمشید.... کیا معاملہ ہے"۔ انہوں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

انسپکٹر جمشید نے ساری بات بتا دی.... پھر آصف کو تصویر دکھانے کے لیے کہا.... تصویر دیکھ کر صدر صاحب کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ.... یہ کیا ہے.... مسٹر علی محمد"۔

"سر میں ابھی اس بات کی وضاحت کر ہی رہا تھا کہ آپ تشریف لے آئے.... وہ ہوا یہ تھا کہ ان کے پاؤں میں آ گئی تھی موچ.... میں اس وقت وہاں موجود تھا.... ایسے ہی ملنے چلا گیا تھا.... انہوں نے ایک مقامی ملازم سے کہا کہ موچ نکالنے والے کو لے آئے.... ایسے میں میں نے کہا کہ میں یہ کام جانتا ہوں.... لہٰذا میں موچ نکالنے کے لیے بیٹھ گیا.... اب آپ ہی بتائیں.... اس میں گر

کر بات کرنے والی بات کہاں سے آ گئی"۔

"دیکھا انسپکٹر جمشید.... میں نے کہا تھا نا"۔ صدر صاحب بولے۔

"سر.... آپ نے توجہ نہیں فرمائی"۔ انہوں نے سرد آواز میں کہا۔

"کس بات کی طرف توجہ نہیں کی میں نے"۔

"اس بات کی طرف.... آصف تصویر مجھے دے دو"۔

آصف نے تصویر انہیں دے دی.... یہ تصویر اس کی گھڑی میں لگے آٹومیٹک کیمرے سے اس وقت لی گئی تھی.... جب اس نے سفارت خانے کے ہال میں جھانکا تھا.... اس تصویر کو دیکھیں.... وزیر خارجہ ڈی سلوان کے دونوں پاؤں پکڑ کر بیٹھے ہیں.... موچ کبھی بھی دونوں پیروں میں نہیں آیا کرتی.... انسان ایک پہلو کی طرف گرتا ہے تو موچ آتی ہے.... ابھی انہوں نے کہا کہ انہوں نے موچ نکالنے کا کام سیکھا تھا.... تو ذرا یہ بھی بتا دیں.... کہ موچ دونوں پیروں میں بھی آیا کرتی ہے.... اور اگر فرض کیا آ بھی جائے تو کیا یہ دونوں ہاتھوں کو صرف چھو کر موچ نکال دینے کے ماہر ہیں.... انہوں نے جھوٹ بولتے وقت کچھ بھی نہیں سوچا"۔

ان کے جواب نے وزیر خارجہ کا رنگ اڑا دیا.... چہرے پر

ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"مسٹر علی محمد.... اب آپ کیا کہتے ہیں"۔ صدر صاحب بولے۔

"سر.... میں.... میں اس کی وضاحت پھر کروں گا"۔

"پھر کیوں.... اب کیوں نہیں"۔ صدر صاحب نے سخت لہجے میں کہا۔

"اب انہیں کوئی جواب نہیں سوجھ رہا.... بہرحال حقیقت یہ ہے کہ یہ وہاں کے سفیر کے پاؤں پکڑے بیٹھے تھے.... گویا اس کی منت کر رہے تھے.... یہ ہمارے ملک کے وزیر خارجہ ہیں.... اس طرح انہوں نے ملک کے وقار کو داؤ پر لگا دیا ہے.... اگر یہ تصویر انشارجہ اپنے اخبارات میں شائع کر دے تو دنیا میں ہمارے ملک کی کیا ساکھ رہ جائے گی.... یہ.... آپ دیکھ لیں اور اگر آپ کہتے ہیں کہ انہیں رہا کر دینا چاہیے تو میں رہا کئے دیتا ہوں.... لیکن پھر ہم اس کیس پر کام نہیں کریں گے"۔

ہال میں سناٹا طاری ہو گیا.... صدر صاحب چند لمحے تک سوچ میں گم رہے.... پھر اٹھتے ہوئے بولے۔

"اپنا کام جاری رکھو جمشید.... اب تمہیں کوئی نہیں روکے گا"۔

یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھے۔

"شکریہ سر"۔

"شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے.... اگر تم لوگ نہ ہوتے تو نہ جانے کتنے غدار اس ملک کو اپنی جاگیر بنا ڈالیں"۔

"وہ تو یہ لوگ بنائے ہوئے ہیں سر.... اگر ہم اس قسم کے لوگوں سے اپنے ملک کو پاک کر دیں تو ملک میں ایسا امن قائم ہو کہ جس کی دنیا بھر میں مثالیں دی جائیں"۔

"ہوں خیر.... تمہارا شکریہ.... تم نے میری آنکھیں کھول دیں"۔ وہ بولے۔

"اوہو.... صدر انکل.... کیا آپ کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"چپ شریر"۔ انہوں نے ہنس کر کہا اور باہر نکل گئے۔

"یہاں ہمارے درمیان شریر کون ہے.... جسے چپ رہنے کے لیے صدر صاحب کہہ گئے ہیں"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"تمہارے علاوہ کون ہو سکتا ہے"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"ٹھہرو بھئی.... ہاں مسٹر علی محمد.... اب بتائیں.... آپ نے یہ پاؤں کس خوشی میں پکڑے تھے"۔

"میں کسی سوال کا جواب نہیں دے سکتا.... مجھے اپنے وکیل سے بات کرنے کی اجازت دی جائے"۔

"اوہ تو اب آپ اپنے وکیل کو بھی بلائیں گے"۔

"ہاں! یہ میرا قانونی حق ہے"۔

"اور انشارجہ کے سفیر کے پاؤں پکڑنا کون سا حق ہے"۔ انہوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

وزیر خارجہ دائیں بائیں دیکھنے لگے۔

"یوں کام نہیں چلے گا.... آپ کو بات بتانا ہو گی"۔

اچانک وہ تڑ سے گرا اور ساکت ہو گیا۔

"ارے! اسے کیا ہوا؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہم سے غلطی ہوئی.... اس کی تلاشی نہیں لی"۔ انسپکٹر کامران مرزا بولے۔

"یہ بہت برا ہوا"۔ آصف بڑبڑایا۔

"بہت برے سے بھی زیادہ برا"۔ مکھن بولا۔

"مت بولو.... میں سخت کوفت محسوس کر رہا ہوں"۔

"کوفت"۔ پروفیسر داؤد چونک کر بولے۔

"کیوں انکل.... کیا یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ آفتاب شریر انداز میں بولا۔

"اے خبردار.... اگر میرا مذاق اڑانے کی کوشش کی"۔

"یہ تم لوگوں نے کیا شروع کر دیا ہے"۔

"یہ آپ پروفیسر انکل سے پوچھیں.... آخر انہیں لفظ کوفتہ میں ایسی کیا بات نظر آئی تھی کہ وہ چونک اٹھے"۔

"یہ لفظ.... کی خاص لفظ سے بالکل ملتا جلتا ہے.... جمشید ذرا اس کے آگے ہ لگانا"۔

"ہ لگاؤ.... کوفت کے آگے.... کوفتہ"۔

"واہ! کیا بات یاد کرا دی.... کوفتہ.... ہاں بھابھی نرگسی کوفتے تین منٹ میں تیار کر کے سامنے رکھ دیتی ہیں.... یہ اس غدار کی موت نے مجھے بھی بہت بور کر دیا ہے.... یہ بوریت نرگسی کوفتے کھا کر ہی دور ہو گی"۔

"تو پھر چلئے.... لیکن ابھی کرنے کے لیے بہت سے کام ہیں.... آخر وہ کون ہے.... جس نے انشارجہ کو اس کے گرفتار ہونے کی اطلاع دی ہے"۔

"اوہ ہاں.... تو پھر چلو.... پہلے یہ بات معلوم کرنے کی کوشش کر لیتے ہیں"۔

"نہیں.... اب پہلے نرگسی کوفتے"۔ آفتاب نے کہا۔

"ہاں.... نرگسی کوفتے کھانا ہیں"۔

"اوہ توبہ کرو ویسے کسی کی لاش پر بھی ہم کوفتوں کی بات کر رہے ہیں.... یہ کوئی اچھی بات ہے کیا"۔ منور علی خان بولے۔

"یہ ایک غدار کی موت ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

آخر وہ گھر پہنچے.... بیگم جمشید کے آگے جب نرگسی کوفتوں والی بات رکھی گئی تو وہ فوراً بول اٹھیں۔

"یہ کیا مشکل ہے.... ابھی لیجئے"۔

"اس کا مطلب ہے بھابھی.... تین منٹ بعد"۔ منور علی خان بولے۔

"اوہ ہاں.... بالکل"۔ انہوں نے ہنس کر کہا۔

اور پھر واقعی تین منٹ بعد وہ نرگسی کوفتے کھا رہے تھے.... کھانے سے فارغ ہونے کے بعد وہ سیدھے وزیر خارجہ کے گھر پہنچے.... ابھی اس کی موت کو چھپا لیا گیا تھا.... گھر میں اس کی بیوی کے سوا کوئی نہیں تھا.... گرفتاری بھی گھر سے ہی عمل میں آئی تھی.... لہٰذا بیگم علی محمد نے انہیں دیکھ کر منہ پھلا لیا۔

"اب آپ لوگ یہاں کیا کرنے آئے ہیں"۔ اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

"آپ اس ملک میں پیدا ہوئی تھیں؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"نہیں.... میں غیر ملکی ہوں"۔

"آپ شاید انگریز ہیں"۔

"کیوں انگریز ہونا جرم ہے"۔

"نہیں.... آپ شوق سے انگریز ہو سکتی ہیں.... لیکن ہمارے ملک میں رہ کر ملک سے غداری نہیں کر سکتیں"۔

"کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب یہ کہ آپ کے سوا کون ہو سکتا ہے جس نے مسٹر علی محمد کی گرفتاری کی خبر انشارجہ کو دی ہو"۔

"کیا ایسا کرنا جرم ہے"۔

"ہاں! آپ نے ناجائز دباؤ ڈلوانے کی کوشش کی.... اور یہ جرم ہے.... ہم آپ کو بھی گرفتار کر رہے ہیں"۔ انہوں نے یہ مسکراتے انداز میں کہا۔

"کیا!!" وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"گرفتار کر لو"۔ انہوں نے اپنے ساتھ آنے والے سادہ لباس والوں سے کہا۔

فوراً ہی اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنا دی گئی.... اب اس گھر کی تلاشی لی گئی.... وہاں سے ایک طاقت ور ٹرانسمیٹر مل گیا۔

"تو اس ٹرانسمیٹر کے ذریعے تم نے انشارجہ کو اطلاع دی

تھی"۔

"ہاں دی تھی.... تم لوگ میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے.... انشارجہ مجھے صاف بچا لے گا"۔

"اور تمہارے شوہر کو"۔

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں.... میں نے تو انشارجہ کی ہدایت پر ہی اس سے شادی کی تھی.... سو اب جب کہ معاملہ گڑبڑ ہو گیا ہے تو میں اسے چھوڑ کر انشارجہ چلی جاؤں گی"۔

"دیکھو دوستو.... یہ ہے مغربی بیوی.... ایک ہماری مشرقی عورت ہے.... وہ کہتی ہے کہ مر کر ہی اپنے خاوند کے گھر سے جاؤں گی.... لے چلو ذرا اس سے بھی پوچھ گچھ ہو جائے.... اسے بھلا علی محمد کے مرنے کا کیا غم ہو سکتا ہے"۔

"کیا مطلب.... کیا علی محمد مر گیا ہے"۔ اس نے چونک کر کہا۔

"ہاں! اس نے خودکشی کر لی ہے"۔

"اوہ"۔ وہ حیرت زدہ رہ گئی.... لیکن اس کے چہرے پر رنج اور غم نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔

اس کے گھر کی اچھی طرح تلاشی لی گئی.... وہاں سے بہت سے کاغذات بھی ملے.... جن سے یہ بات بالکل ثابت ہو گئی کہ علی

محمد وزیر خارجہ مکمل طور پر انشارجہ کے لیے کام کر رہا تھا.... لیکن وہ یہ نہ معلوم کر سکے کہ موجودہ کیس میں اس نے انشارجہ کی کیا مدد کی تھی.... جب کہ ضرورت انہیں اسی بات کی تھی۔

اس کی بیوی کو وہ کمرۂ امتحان میں لے آئے.... وہاں نصب آلات کو دیکھ کر اس کی حالت خراب ہو گئی.... اس کی تلاشی وہ پہلے ہی لے چکے تھے.... اس لیے وہ خودکشی نہیں کر سکتی تھی۔

"تم ان آلات کو دیکھ رہی ہو.... یہ زبان کھلوانے کے آلات ہیں"۔

"نن.... نہیں.... تم میرے ساتھ ایسا نہیں کرو گے"۔

"تو پھر تم بتا دو.... انشارجہ کا اسلامی ملکوں کے خلاف اس وقت کیا منصوبہ ہے"۔

"اس بات کی تو کسی کو ہوا تک نہیں لگنے دی گئی.... جہاں تک میرے شوہر علی محمد نے مجھے بتایا تھا کہ اس بار انشارجہ نے مسلمان ملکوں کے خلاف جو منصوبہ بنایا ہے.... اس کی تفصیلات اپنے خاص آدمیوں تک کو نہیں بتائیں"۔

"خاص آدمیوں سے اس کی کیا مراد ہے"۔

"سرالک.... موتال، روگان.... اور ابظال.... ان لوگوں تک کو کچھ خبر نہیں ہے"۔

"وہ! تو تم ان کے نام بھی جانتی ہو"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ہاں! اس لیے کہ علی محمد ان کی باتیں اکثر کرتا رہتا تھا.... اس کا کہنا تھا کہ یہ لوگ تو صرف انسپکٹر جمشید پارٹی، انسپکٹر کامران مرزا پارٹی اور شوکی برادرز کو الجھائے رکھنے کے لیے میدان میں آئے ہیں.... ورنہ اصل منصوبہ کیا ہے.... اس کی تو انہیں ہوا تک نہیں لگنے دی گئی"۔

"اوہ!!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ٹھیک ہے.... انہیں چھوڑ دو بھئی.... ان کا اس معاملہ میں کوئی قصور نہیں اور نہ ہی مزید ہمیں کچھ بتا سکتی ہیں"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی فرزانہ اٹھی اور ہال سے نکل گئی۔

"آپ نے کیا فرمایا.... انہیں رہا کر دیا جائے"۔ کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں! جب موتال، روگان اور ابظال جیسے لوگ کچھ نہیں جانتے تو یہ کیا بتا سکتی ہیں"۔

"جو آپ کا حکم"۔

اور سادہ لباس والوں نے ہتھکڑی کھول دی۔

"شکریہ انسپکٹر.... میرا خیال تھا کہ تم معلومات حاصل کرنے کے چکر میں میری کھال گرا دو گے"۔

"نہیں.... جب تمہیں کچھ معلوم ہی نہیں.... تو تم پر سختی کر کے کیا کریں گے"۔

"لیکن انکل.... اس عورت کو غداری کے جرم میں جیل کی ہوا تو کھلائی جا سکتی ہے"۔

"نہیں.... اسے جانے دیا جائے یہ میرا حکم ہے"۔

"جاؤ مائی.... تم خوش قسمت ہو.... ورنہ تم جیسی غدار کو ہم لوگ چھوڑتے ہرگز نہیں"۔

"یہ صرف انشارجہ کے دباؤ کی بنا پر ہوا ہے"۔

"اچھا.... تو تمہارا یہ خیال ہے"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"ہاں! ورنہ تم لوگ اور مجھے چھوڑ دو"۔

"جانے دو بھئی.... بات یہی ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

اور وہ باہر نکل گئی.... سب کی نظریں انسپکٹر جمشید پر جم گئیں۔

"آخر یہ آپ نے کیا کیا؟"

"بھئی ٹھیک کیا.... جب اسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا.... تو اسے روک کر کیا کرتے"۔

"غداری کی سزا تو دی جا سکتی تھی"۔

"وہ اسے مل کر رہے گی"۔

"جی کیا مطلب؟"

"ذرا سوچو.... اگر ہم اسے مشین میں کس دیتے.... یا جیل پہنچا دیتے تو وہ ہمارے کیا کام آ سکتی تھی"۔

"تو کیا چھوڑ دینے کی صورت میں وہ ہمارے کام آ سکتی ہے"۔

"ہاں! تم میرا اشارہ نہیں سمجھے.... جب کہ فرزانہ فوراً سمجھ گئی تھی"۔

"ارے.... فرزانہ کہاں گئی"۔

سب نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا.... لیکن فرزانہ وہاں نہیں تھی۔

"وہ اس عورت کے تعاقب میں ہو گی"۔

"اوہ!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

○☆○